قال صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اتی احدکم الرجل فلیسئال عن اسمہ واسم ابیہ واسم امہ فانہ اوصل للمودۃ

رواہ الترمذی

چوں حدیث موصوف دال است بر مدخلیت معرفت احوال مومن محبوب در استحکام تعلقات قلوب و جماعتے از صلحاء وقت منصبغ بودند بہ محبت حضرت حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد شیخ المشائخ مرشد العالم مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی صابری امدادی سلمہ اللہ علام الغیوب۔ بنا بر مصلحت مذکورہ رسالہ ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ

۱۳۵۴ھ

مسمّٰی بہ

اشرف السوانح

حصۂ اوّل

کہ مضاف ترکیبش مشیرست بمضاف الیہ او

بقلم احقر عزیز الحسن و مولوی عبد الحق فرح اللہ عنہما الکروب و اماط عنہما العیوب و غفر الہما الذنوب

برعایت اختصار در سنہ ۱۳۵۴ھ نگاشتہ شد

حسب فرمائش

محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ زیر جامع مسجد دہلی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ

پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین اشرف السوانح حصّہ اول

130781

نمبر	باب	عنوان	صفحہ
۱	باب اول	نام نامی ولقب گرامی	۰
۲	باب دوم	شرف نسب	۸
۳	باب سوم	وطن مالوف	۱۳
۴	باب چہارم	ولادت باسعادت	۱۶
۵	باب پنجم	طفولیت	۱۸
۶	باب ششم	تحصیل علوم	۳۴
۷	باب ہفتم	اساتذۂ کرام	۳۸
۸	باب ہشتم	درس وتدریس	۵۶
۹	باب نہم	تلامذہ	۷۰
۱۰	باب دہم	مواعظ حسنہ	۷۳
۱۱	باب یازدہم	[illegible]	۸۳
۱۲	باب دوازدہم	اخلاق وعادات وخصائل	۱۰۹
۱۳	باب سیزدہم	شرف بیعت واستفاضہ باطنی	۱۶۲

اطلاع متذکرہ بالا فہرست اشرف السوانح حصہ اول

فہرست مضامین اشرف السوانح حصہ دوم وحصہ سوم

نمبر	باب	نمبر	باب
۱۴	باب چہاردہم ارشاد وافاضۂ باطنی	۲۰	باب بستم الغامات الٰہیہ
۱۵	باب پانزدہم خلفائے مجازین	۲۱	باب بست ویکم بشارات منامیہ
۱۶	باب شانزدہم معمولات	۲۲	باب بست ودوم ازواج محترمات
۱۷	باب ہفتدہم اصلاح معاشرت	۲۳	باب بست وسوم وصایا
۱۸	باب ہیزدہم تصنیف وتالیف	۲۴	باب بست وچہارم فواضل
۱۹	باب نوزدہم تنقیح کشف وکرامات	۲۵	باب بست وپنجم متفرقات

فہرستہائے متعلقہ ہر سہ حصہ اشرف السوانح

۱	فہرست تلامذہ	(متعلق باب نہم)
۲	فہرست خلفائے مجازین	(متعلق باب پانزدہم)
۳	فہرست تالیفات	(متعلق باب ہیزدہم)
۰	حواشی	متعلقہ اشرف السوانح ہر سہ حصہ

نوٹ یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ حصہ اول کے آخر کا مضمون "شرف بیعت واستفاضۂ باطنی" یعنی کتاب کے باب سیزدہم کا مضمون اور حصہ دوم کے شروع کا مضمون "ارشاد وافاضۂ باطنی" یعنی کتاب کے باب چہاردہم کا مضمون خاص طور سے نہایت مہتم بالشان مضامین ہیں اور اس اطلاع کے عنوان تعبیری سے ان دونوں بابوں کا جو کہ باہم متناسب ومتجاذب اور متناسق ومتلاسق ہیں، اتصال بلافصل بھی معلوم ہوگیا۔ فقط

احقر مؤلف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشفِ حقیقتِ اشرف السوانح

بعد حمد و صلوٰۃ احقر **اشرف علی** عفی عنہ عرض رسا ہے کہ اس سوانح پر میرا کچھ لکھنا اسلئے تو نازیبا ہے کہ وہ میری طرف منسوب ہے لیکن بعض تنبیہات ضروریہ کی مصلحت لکھنے کو مقتضی ہوئی اسلئے تکلف کو ترک کر کے اس کے متعلق امور ذیل معروض ہیں۔

نمبر ۱۔ اس کی تحریر میں ایک تو بے احتیاطی ہے کہ زندہ شخص کے متعلق ہے جو اکثر اہل طریق کے معمول کے خلاف ہے جسکی حکمت اس حدیث میں مذکور ہے ابن مسعودؓ قال من کان مُستنًّا فلیستنَّ بمن قد مات فانَّ الحیَّ لا یومنُ علیہ الفتنۃ (جمع الفوائد عن رزین وجہ الاستدلال کون الاستنان ھو الغرض من ھذہ الکتابۃ فی غالب الاوقات) اور اکثر اسلئے کہا گیا کہ بعض اکابر نے خود بھی اپنے سوانح لکھے ہیں جیسے جلال الدین سیوطیؒ وعبدالوہاب شعرانیؒ کما بلغنی عن بعض الثقات۔

نمبر ۲۔ اور ایک احتیاط ہے کہ روایات میں افراط و تفریط کا احتمال بہت کم ہو جاتا ہے جسکا وقوع اکثر خوش اعتقادی کے غلو سے ہو جاتا ہے (اور اسی بنا پر میں نے تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ عاشرہ مندرجہ النور [illegible] میں تاکید منع کیا ہے کہ میری سوانح عمری نہ لکھی جائے) سو اس افراط و تفریط کا احتمال کم ہو جاتا ہے کیونکہ صاحب واقعہ اس کی تنقید کر سکتا ہے اور اس مصلحت کے اہم ہونے میں کوئی شبہ نہیں، باقی مفسدہ مذکورہ حدیث کا انسداد اس جملہ کے استثنار سے ہو سکتا ہے کہ یہ حالات اس وقت تک کے ہیں آئندہ کی خبر حق تعالیٰ کو ہے تقبل پر راضی سے احتجاج کافی نہیں کما قال تعالیٰ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا والعبرۃ بالخواتیم حق تعالیٰ سے استقامت کی دعا کی التجا ہے وہ قبول فرمائیں۔

ع با کریماں کار ہا دشوار نیست [illegible]

الفاظ اجنبی ہیں اور اگر خوش خطی تحسین کی زیادت [illegible] دوسری حدیث میں ہے جو کہ لوح کی عبارت میں بھی [illegible] قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب الرجل الرجل فلیسأل عن اسمہ واسم ابیہ ومن ھو فان احمد اذا ھو [illegible] رواہ الترمذی وغیرہ) لکھنا حدیث متن کے تو خلاف نہیں اور حدیث لوح کے موافق ہے ہجر کی [illegible]

Marfat.com

میں اقتدار ہی کا قصد ہو تب بھی استنان بالحی میں جو کہ منہی عنہ ہے دائم کی قید لگانے سے (جیسا کہ خود حدیث میں احتمال اقتنان و تغیر سے اس نہی کا معلل ہونا اس تقیید کو مقتضی ہے) اور اس اقتدار مقصود میں قبل التغیر کی قید لگانے سے جس عزم ضابطہ اور ناظرین کا امر اختیاری ہے یہ مانع مرتفع ہو جائے گا۔ نیز اس کا معتد بہ حصہ لکھا ہوا دیکھنے پر ایک حکمت یہ بھی مشاہدہ میں آئی کہ واقعات خاصہ کے ضمن میں بہت سے مسائل فن کی تدوین ہو گئی جس سے یہ مجموعہ بہیئتہا مولانا رح کے اس شعر کا ایک خوشنما مصداق بن گیا ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اور اُن کی تدوین گو مستقلاً و مقصوداً بھی ہو سکتی تھی اور ہوئی بھی ہے لیکن واقعات چونکہ اُن کے لئے بمنزلہ شواہد کے ہو گئے۔ اسلئے اس طرز سے وہ اوضح واوقع فی النفس ہو گئے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ قرآن مجید میں عبر و حکم کے ساتھ قصے بھی ذکر فرمائے گئے ہیں۔

نمبر ۳۔ واقعات کے مضمون میں امید ہے کہ مبالغہ یا غلو نہیں کیونکہ مؤلف مجھ سے تحقیق بھی کرتے رہے اور لکھکر دکھلاتے بھی رہے البتہ عنوان میں کوئی ایہام مدح یا تزکیہ کا ہو جانا محبت سے بعید نہیں جو باوجود یکہ دل سے مجھکو عقلاً بھی پسند نہیں اور جذباتِ حیا سے طبعاً بھی گوارا نہیں لیکن میں نے اُن کی دلشکنی کے خیال سے بدلا نہیں مگر اسی کے ساتھ ہی اپنے عیوب کے استحضار سے مُعنون کو تو ٹھیک اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

طاؤس را بنقش و نگارے کہ ہست خلق تحسیں کنند و او خجل از پائے زشتِ خویش

اور عنوان کو بدون احتیاج کسی استحضار کے اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں ؎

نقش کردہ ام رستمِ پہلواں وگرنہ یلے بود در سیستاں

نمبر ۴۔ بعض واقعات کے بعض اجزاء بوجہ تقادم عہد و عدم اہتمام استحضار و استحفاظ مجکو بھی تیقن کے درجہ میں محفوظ نہ تھے مگر غالب گمان پر حاصل اور اصل مقصود کو محفوظ رکھتے ہوئے تسامح کیا گیا۔

نمبر ۵۔ جس جگہ کسی کے نام کی تصریح مدغما یا قدغما بظن غالب صاحبِ واقعہ کی ناگواری کو محتمل تھی نام نہیں لکھا گیا البتہ خود خطا فی الظن سے بچنا مشکل تھا ایسے موقع پر صاحب واقعہ سے معافی کی درخواست ہے اسی طرح اگر اتفاقاً التزام میں کوتاہی ہو گئی ہو۔

مقام **تھانہ بھون** (ضلع مظفر نگر) خانقاہ امدادیہ۔ شہر محرم الحرام ۱۳۵۴ ہجری

Marfat.com

اے اشرف زمانہ زمانے مدد نما
مستعینا بالمخاطب قلتہ

درہائے بستہ را بہ کلید کرم کشا
مستشیرا فی التخاطب قلتہ

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

امّا بعد۔ سلف و خلف کا ہمیشہ سے مقتداؤں کے سوانح کے ضبط کا معمول چلا آیا ہے اور اس میں ظاہری و باطنی فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ ان ہی فوائد کی مصلحت سے ایک کثیر جماعت احباب مخلصین کی تجویز تھی کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی السنۃ قطب الارشاد مرشد العالم امام الطریق شیخ المشائخ حجۃ اللہ فی الارض مولانا و مقتدانا شاہ **محمد اشرف علی** صاحب تھانوی حنفی چشتی صابری امدادی مدظلہم العالی کے سوانح بھی ضبط کئے جائیں لیکن ایک تو کسی کا اس مہتم بالشان کام کے لئے فارغ نہ ہونا۔ دوسرے اس کام کا فی نفسہ صعوبت سے خالی نہ ہونا تیسرے خود حضرت صاحب سوانح کی ممانعت جس کو اپنی وصایا کے اندر دو مختلف عبارتوں میں قلمبند بھی فرمایا ہے جن کی نقل سوانح ہذا کے باب وصایا میں ملاحظہ سے گذرے گی۔ یہ سب قوی موانع اس تجویز کی تنقید کے مجتمع تھے اس لئے اب تک اس کی نوبت نہ آئی تھی نہ کسی کی ہمت ہوتی تھی۔

اتفاق سے حضرت ممدوح کے ایک مخلص خادم مکرمی جناب مولوی حکیم عبدالحق خانصاحب فتحپوری کے ذہن میں حضرت ممدوح کی تالیفات کی مفصل فہرست مرتب کرنے کا داعیہ پیدا ہوا جس کی تکمیل میں انھوں نے مالی و جانی ہر طرح کی مشقت برداشت فرمائی اور وہ فہرست بھی اس مجموعہ میں اپنے موقع پر درج کی گئی ہے۔ حسب عادت اہل علم کہ مؤلفات کے ساتھ مؤلف کا ضروری حال بھی بعنوان ترجمۃ المصنف نقل کیا کرتے ہیں حکیم صاحب کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس خدمت کیلئے اس ناکارہ کو انتخاب فرمایا لیکن ؎

چونکہ جد خود ندیدم تن زدم — لاجرم از عذر

مگر انھوں نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا اس لئے باوجود اپنی [illegible] ؎

چونکہ قول آں ایاز پاک دید — دستگاہ دیدہ دل می خلید
نقص امر از کسر در دشوار تر — لاجرم بستم بامراد کمر

اب یہ داعی تو نہایت قوی پیش آگیا لیکن موانع کی حیلولت کا مسئلہ فیصلہ طلب رہا [illegible]

Marfat.com

اپنی خاص ضرورتوں سے ایک طویل رخصت لی تھی اسلئے کسی قدر فراغ کا زمانہ بے تکلف میسر ہوگیا دوسرے مانع کا حل یہ ہوا کہ مادہ تو ایک معتدبہ مقدار میں حضرت صاحب سوانح کی تحریرات وتقریرات سے جمع کرلیا گیا جس میں حکیم صاحب موصوف نے بھی بہت کچھ اعانت فرمائی اور صورت میں خود حضرت صاحب سوانح کے مشوروں سے مدون حاصل کرتا رہا اور تیسرے مانع کا حل خود حضرت صاحب سوانح کی تحریر مُعنون بہ کشف حقیقت اشرف السوانح میں مذکور ہے جو قبل تمہید ہذا ہدیۂ ناظرین کیجا چکی ہے جس کا حاصل ممانعت کا خاص علل سے معلّل ہونا اور ان علل کا مرتفع ہوجانا ہے چنانچہ خود ممانعت کی ان دونوں عبارتوں میں جنکا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اونی تامل کرنے سے یہ معلّل ہونا واضح ہوتا ہے اور اسی سے ایک عبارت میں علی الاطلاق ممانعت اور دوسری عبارت میں ایک قید کے ساتھ اجازت کے ظاہری تعارض کا توہم بھی دفع ہوجاتا ہے کیونکہ وہ اطلاق ظاہری عدم احتیاط کی حالت میں ہے اور اجازت احتیاط کی حالت میں پس تعارض نہ رہا غرض جب داعی قوی تھا اور موانع مرتفع ہوگئے پھر کیا عذر رہا۔ لہٰذا بنام خدا قلم لیکر کام شروع کردیا ہر چند کہ توافق عادت اہل علم متعلق ضبط ترجمۂ مؤلف مع المولفات کی مصلحت اختصار ترجمہ سے حاصل ہوسکتی تھی اور یہی ارادہ بھی تھا لیکن ایک محب جب اپنے محبوب کا ذکر شروع کرے اہل محبت جانتے ہیں کہ وہ اختصار پر قادر نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی جس تطویل پر احقر مضطر تھا اس کا اس لئے وقوع نہیں ہوا کہ خود حضرت صاحب سوانح برابر عبارات ومعانی کو حذف کراتے رہے اس لئے غالباً یہ مجموعہ معتدل ہوگیا۔ اس مجموعہ سوانح کا نام حضرت صاحب سوانح کے اسم شریف کی مناسبت سے **اشرف السوانح** اور لقب تاریخی **سیرت اشرف زمانہ** تجویز کیا گیا ہے اور پچیس ۲۵ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ میں ایک عامی شخص ہوں اور تصنیف کا سلیقہ نہیں رکھتا لہٰذا ناظرین اصل مقصود یعنی حضرت صاحب کے حالات طیبات پر نظر رکھیں میری عبارت کے حسن وقبح کو نہ دیکھیں اور اپنا نصب العین اس شعر کو بنائیں ؎

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم تفے بیار تو میزنم چہ عبارت وچہ معانیم

میرا بھی مطمح نظر یہی تھا ورنہ مجھ جیسے نااہل کو ایسے مہتم بالشان موضوع پر قلم اٹھانیکی جرأت ہی نہ ہوسکتی تھی کیونکہ یہ منصب اہل علم کا تھا اسی لئے کوشش بلیغ بھی کرنی پڑی تعب بھی بہت اٹھانا پڑا اور پھر بھی ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی ظاہری وباطنی فروگزاشتوں کو معاف فرماکر اس سوانح کو مقبول ونافع فرمائے اور حضرت صاحب سوانح کو بعافیت وخیر وبرکت ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے اور سب مسلمانوں کو آپ کی ذات بابرکات سے مستفیض و منتفع فرماتا رہے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

احقر الزمن **عزیز الحسن** غفرانہ اللہ ولمن یحفظہ عن جمیع الشرور والفتن ما ظہر منہا وما بطن

۲۱۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۴ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نہ گنجد در بیاں وصف کمالش کنم طبع آزمائی با خیالش

بابِ اوّل

نامِ نامی ولقبِ گرامی

نامِ نامی **اشرف علی** ہے یہ نام حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے جوانِ زمانہ کے مقبولِ عام اور مشہور انام اہلِ خدمت مجذوب تھے قبل ولادت حضرت والا بلکہ قبل استقرارِ حمل ہی بطور پیشین گوئی تجویز فرما دیا تھا جس کا مفصل واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ ولادت باسعادت کے باب میں بیان کیا جائے گا۔ اس نام میں یہ بھی اتفاقی شرف پیدا ہو گیا کہ یہ نام ایک صحابی کا بھی تھا۔ (کذا فی الاصابہ) یہ نام تو ابتداءً نانہال کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا کیونکہ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوبؒ نے نانہال ہی میں تشریف لا کر یہ نام تجویز فرمایا تھا۔ اور دادھیال سے **عبدالغنی** تجویز کیا گیا لیکن بقول ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت حافظ صاحب ہی کا تجویز فرمایا ہوا نام مبارک مشہور ہوا۔ دادھیالی نام عبدالغنی مشہور نہ ہوا۔ البتہ اس کا بھی استعمال خود حضرت والا نے اپنے رسالہ الخطوب المفیدہ میں ایک ایسے موقع پر کیا ہے جہاں فرضی نام سے کام لینا مصلحت تھا۔ اسی طرح حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب کا نانہالی نام حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب کا رکھا ہوا تو اکبر علی تھا اور دادھیالی نام ظفر

لقب گرامی **حکیم الامت** ہے جو ایک عرصہ دراز سے حق تعالیٰ نے قلوب خواص و عوام [illegible] جو بلاد و امصار میں عام طور پر شائع و ذائع ہے۔ جہاں تک حضرت والا [illegible] جناب مولوی مرزا احمد بیگ صاحب مرحوم والا کہ مطبع محبوب المطابع دہلی نے یہ لقب حضرت والا کے بچپن میں تحریر فرمایا تھا اسکے بعد خود بخود نہ معلوم کس طرح منجانب اللہ زبان زد خاص و عام ہو گیا جس طرح مشہور ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی نے سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا لقب استعمال فرمایا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہی لقب مشہور فرما دیا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

Marfat.com

سجع جناب مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کا فرمودہ یہ ہے

از گروہِ اولیا اشرف علی

یہ سجع مفتی صاحب نے اسوقت تصنیف فرمایا تھا جب حضرت والا کو بزمانہ طالب علمی ہی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سابق مدرس اول دارالعلوم دیوبند نے (جو حضرت والا کے استاد خاص تھے) فتویٰ نویسی کا کام جناب مفتی صاحب موصوف کے ابتدائی افتاء کے زمانہ میں سپرد فرمایا تھا اور مہر پکندہ کرانے کیلئے سجع کی ضرورت واقع ہوئی تھی۔ یہ سجع بھی بفضلہ تعالیٰ ایک فال نیک ثابت ہوا کیونکہ سجع ذو معنیین ہوا کرتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی تو مقصود ہوتے ہیں اور دوسرے معنی غیر مقصود مگر اس مقصود میں اشارہ ہوتا ہے غیر مقصود کی طرف چنانچہ حضرت والا کے مذکورہ بالا سجع کے معنی مقصود تو یہ ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ گروہ اولیا میں سب سے اشرف ہیں اور معنی مشارالیہ یہ ہیں کہ صاحب سجع یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی گروہ اولیا میں سے ہیں۔

باب دوم

"شرف نسب"

حضرت والا کی دادھیال فاروقی اور ننہال علوی ہے اگر کسی کو تاریخی تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ ہذا کا باب وصایا ملاحظہ فرمایا جائے۔ والد ماجد کا اسم مبارک "عبدالحق" تھا۔ آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے ایک مقتدر رئیس اور صاحب نقد و جائداد تھے۔ فارسی میں بہت اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور بہت اچھے انشا پرداز تھے اور گو باقاعدہ قاری نہ تھے۔ لیکن خارج بہت صحیح تھے اور گو حافظ نہ تھے لیکن ناظرہ ایسا رواں تھا کہ بعض اوقات حافظوں کو بھی لقمہ دیدیا کرتے تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام تھے اور باجازت رئیس کمسریٹ کے ٹھیکے بھی لے لیا کرتے تھے۔ جن میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپے کی آمدنی ہوئی جس سے بہت سی نئی جائداد بھی خریدلی اور خرچ کے مواقع پر بہت حوصلگی کے ساتھ روپیہ بھی صرف فرماتے رہے

حضرت والا اپنے والد ماجد کے جو حالات بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کس طرح بفراست خداداد بچپن ہی سے حضرت والا کو تعلیم عربی کیلئے اور حضرت والا کے چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو جو بریلی میونسپلٹی کے سکریٹری کے معزز عہدہ پر بمشاہرہ پانچ سو روپیہ ملازم تھے تعلیم انگریزی کے لئے منتخب فرمالیا اور کس حسن تدبیر سے تربیت فرمائی اور کس خوش اسلوبی سے امور دینوی و کارہائے نمایاں کو انجام دیتے رہے وہ سب ممدوح کے کمال عقل و دانش پر دال ہیں

Marfat.com

نیز حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل و فراست تو مسلمات عالم میں سے ہے۔

غرض عقل کی دولت تو حضرت والا کو دادھیال سے ملی اور عشق کی دولت نانہال سے پہونچی جو پیرزادوں کا ایک مشہور خاندان ہے جس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ شیخ عبدالرزاق صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنکی ممتاز بزرگی اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند بزرگ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں جس میں اکابر اولیاء اللہ کے حالات درج ہیں۔ بہت تعریف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے

نیز حضرت والا کی والدہ صاحبہ محترمہ بھی ایک باخدا اور صاحب نسبت بی بی تھیں جیسا کہ حضرت والا نے اپنے خاندان کے معمر بزرگوں سے سنا ہے نیز ان کی عقل و فراست اور فہم و بصیرت کی تصدیق حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوبؒ نے بھی فرمائی جسکا ذکر ولادت کے عنوان میں آئیگا اور حضرت والا کی نانہال کے جد اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی (جن پر اکثر سلاسل طریقت منتہی ہوتے ہیں) شان علمی و عشقی مسلم الثبوت ہے

غرض حضرت والا کی جامعیت عقل و عشق یا بالفاظ دیگر جامعیت شریعت و طریقت [illegible] روشن کی طرح ظاہر و باہر اور مشہور روزگار ہے اور جس کی بنا پر حضرت والا پر بالکل یہ شعر صادق آتا ہے۔ ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

درجۂ استعداد فطری میں دادھیال اور نانہال ہی سے مورث ہے جسپر بیساختہ یہ شعر ذہن میں آتا ہے۔

زیکسو بوئے گل و زیک طرف پیغام یار من آں دیوانہ ام کز ہر دو سوئے من بہار آمد

اس طرح حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے خاندان کے خلف الصدق اور شان فاروقی و شان علوی دونوں کے جامع اور مظہر اتم ہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

کیوں نہ ہو عادت اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ جسکو مرجع خلائق [illegible] منصب [illegible] ہوتا ہے اسکو اعزاز خاندانی اور شرافت نسبی سے بھی ممتاز فرمایا جاتا ہے تاکہ بڑے سے بڑے [illegible] اس کے اتباع سے عار و استنکاف نہ کریں گو مطلق قبول عند اللہ [illegible] نہیں بقولہ تعالیٰ

متمول خاندان میں پیدا ہونے کا بھی یہی اثر ہے یعنی بڑے طبقہ [illegible] خود بھی ایسے شخص پر کسی کی وجاہت ظاہری کا ایسا اثر نہیں ہونے پاتا اور وہ نہایت آزادی سے ساتھ ہر شخص کی [illegible] کر سکتا ہے چنانچہ حضرت والا نہایت استغنا کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ میرے اوپر کسی بڑے سے بڑے رئیس کا بھی محض اس کی ریاست اور وجاہت ظاہری کی بنا پر مطلق اثر نہیں [illegible]

Marfat.com

ہے کہ یہی کیا رئیس ہیں ہم بھی خدا کے فضل سے گھر کے کھاتے پیتے ہیں۔ ہم بھی کوئی مفلس زادے نہیں۔ چنانچہ الحمدللہ میں نے ہمیشہ نہایت فراغت کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور ہزاروں روپئے اپنے ہاتھوں خرچ کئے ہیں اسلئے اب کوئی حسرت مال و متاع کے متعلق ایسی باقی نہیں رہی جسکی وجہ سے کسی مالدار کی طرف نظر احتیاج ہو کیونکہ جب سب چیزوں سے جی بھر جاتا ہے تو اس کا طبعی خاصہ ہے کہ حرص و طمع باقی نہیں رہتی۔ انتہیٰ کلامہ"

چنانچہ حضرت والا کی مشہور زمانہ اور یکتائے روزگار شانِ استغنار کا یہ بھی ایک سبب ظاہری ہے گو اس کا اصل منشاء شدت تعلق مع اللہ ہے ورنہ محض مال و متاع والے تو بہت سے حرص و طمع میں گرفتار دیکھے جاتے ہیں۔

غرض چونکہ حق تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حضرت والا کو اصلاح و ارشاد کا منصب عالی فرمائیں اس لئے ایک طرف تو عقل وافر اور عشق کامل اور دوسری جانب شرافت نسبی اور جاہ و ثروت خاندانی دونوں قسم کی دولتوں اور امتیازات سے مشرف فرمایا ع یار ما ایں دارد و آں نیز ہم۔

نانہال کی شان عشقی کے ضمن میں حضرت والا کے نانا صاحب پیر جی نجابت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ذکر اس جگہ بے موقع نہ ہوگا۔ آپ اعلیٰ فارسی دانی و شاعری و انشا پردازی و لطیفہ گوئی و حاضر جوابی و بذلہ سنجی کی صفات سے موصوف تھے اور ریاست کنجپورہ میں بعہدہ وکیل ریاست ممتاز تھے۔ آپ صاحب الاحوال والمواجید مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے ایک خلیفہ خاص سے بیعت تھے۔ اور حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ سے جو اپنے زمانہ میں افضل المجاذیب تھے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور باہم بہت گہرے اور خصوصی تعلقات تھے حضرت حافظ صاحبؒ کی آپ پر باوجود مجذوب ہونے کے خاص نظر تربیت تھی چنانچہ ابتدائے سلوک میں جب پیر جی صاحب پر آثار ذکر و شغل کا غلبہ ہوا تو تعلقات اہل و عیال و اکتساب معاش سے لاپروائی برتنے لگے۔ نانی صاحبہ کی شکایت پر مجذوب صاحب ممدوح نے اس کیفیت کو اپنی توجہ سے بضرورت سلب فرما لیا جس سے پیر جی صاحب کو اسوقت اسدرجہ قلق ہوا کہ باوجود انتہائی عقیدت کے ان کی شان میں سخت سخت الفاظ مثلاً قزاق ڈاکو وغیرہ استعمال کرنے لگے لیکن حافظ صاحب نے کچھ پروانہ کی اور اپنا کام کر کے چلدیئے۔ پیر جی صاحب کو بھی بعد کو سکون ہو گیا اور کسب معاش میں مشغول ہو گئے۔

جب پیر جی صاحب کے انتقال کا وقت آیا تو حافظ صاحب دفعۃً پھر آموجود ہوئے اور سیدھے بستر مرگ کے پاس پہنچکر فرمایا نجابت علی میری طرف دیکھ انکا نظر اٹھا کر دیکھنا تھا کہ پھر وہی کیفیت مسلوبہ عود کر آئی اور پیر جی صاحب نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت کے حقیقی ماموں پیر جی امداد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی بڑے زبردست صاحب حال و قال بزرگ تھے انکا سوز گداز عشق حقیقی انتہا کو پہونچا ہوا تھا جس سے مغلوب ہو کر بعض ایسے امور کا صدور ہو جاتا

Marfat.com

تھا۔ جو عوام کے مصالح کے مناسب نہ تھے۔ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ان کے کلمات سے ایک آگ سی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اور حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر ان پر صادق آتا تھا ؎

غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

اس کی تصدیق ان کی اس مناجات منظوم سے بخوبی ہوتی ہے جو حضرت والا نے اپنے رسالہ "امواج طلب" میں ملخصاً نقل فرمائی ہے۔

انپر بھی حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب کی نظر توجہ ہوئی تھی۔ شروع میں بالکل وارستہ مزاج تھے۔ تلاش معاش سے تنگ آکر بربناء ازاد مزاجی ایک دن مجذوب صاحب سے عرض کیا کہ یا تو مجھے دنیا ہی کا بنا دیجئے یا دین ہی کا یہ بین بین حالت میں نہیں چاہتا مجذوب صاحب نے جوش میں آکر فرمایا جا جا حیدرآباد جا تجھے نواب بلا رہا ہے۔ یہ سنکر پیر جی صاحب کو بڑا قلق ہوا کہ ارے معلوم ہوتا ہے مجھے دنیا ہی ملی۔ "لاحول ولا قوۃ" یہ میں نے کیا حماقت کی۔ مجھے دنیا کا نام ہی نہ لینا چاہئے تھا۔ بس دین ہی طلب کرتا۔ مگر خیر اب تو جو ہونا تھا ہو چکا میری قسمت۔

وہ اس قول کے یہ معنی سمجھے کہ نواب صاحب حیدرآباد کے علاقہ میں روزگار ملے گا۔ چنانچہ وہاں تلاش ملازمت میں پہونچے اور کچھ دن بعد نوکری بھی مل گئی مگر چونکہ فطری طور پر عشق حقیقی کا سودا سر میں سمایا ہوا تھا اور ابتدا ہی سے قلب میں سوز و گداز تھا اس لئے بحالت ملازمت برابر تلاش شیخ میں رہے چنانچہ جتنے درویش حیدرآباد میں تھے سب سے ملے مگر ان میں اکثر تو اس لئے ناپسند آئے کہ وہ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ کو برا سمجھتے تھے۔ اور پیر جی صاحب مولانا کے بیحد معتقد تھے بس اس ادا کے عاشق تھے کہ دیکھئے اپنی جان اور آبرو سب خدا کی راہ میں فدا کر دی۔ اور بعض میں ترک دنیا کی شان نہ پائی جو پیر جی صاحب کا خاص مذاق تھا۔ بالآخر میرزا سردار بیگ صاحب کی خدمت میں پہونچے جو پہلے بڑے امراء میں سے تھے اور نواب مشہور تھے۔ پھر ترک ریاست کر کے درویشی [illegible] بڑے مجاہد اور بڑے تارک تھے ان کی جانب قلب کو بہت کشش ہوئی [illegible]

مجذوب کے صاحبزادے پیر احمد صاحب کو خط لکھا کہ یہاں [illegible]

مجھے اطلاع دیجئے کہ ان میں سے میں کس کی طرف [illegible]

حافظ صاحب سے جب پوچھا گیا تو زبانی [illegible] اتار کر جلا دیا اور الگ خاموش جا بیٹھے۔ جب پیر جی صاحب [illegible]

[illegible]

بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ جس طرح تعلیم قالی ہوتی ہے۔ حالی بھی ہوتی ہے۔ اور طوطی کا قصہ جو مثنوی شریف میں مذکور ہے بیان فرمایا کہ اس نے اپنے آپ کو مثل مردہ بنا لیا جس میں دوسری طوطی کو اشارہ تھا کہ اگر وہ بھی اسی طرح اپنے آپ کو مردہ بنالے تو رہا ہو جائے۔

مرزا صاحب سے اس قصہ کو سننا تھا کہ فوراً پیر جی صاحب کا ذہن مجذوب صاحب کے کمبل جلا دینے کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ یہ میرے لئے عملی تعلیم اس امر کی تھی کہ کسی ایسے بزرگ سے بیعت کرو۔ جو سب تعلقات کو سوختہ کر چکا ہو۔ اور اس شان کے بزرگ وہاں میرزا صاحب ہی تھے۔ بس یہ مطلب ذہن میں آتے ہی میرزا صاحب کے عشق کی آگ پیر جی صاحب کے دل میں بھڑک اٹھی اور بعد اصرار و انکار بسیار میرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

گو یہ مضمون طویل ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن احقر کی رائے ناقص میں "شرف نسب" کے عنوان کے تحت میں اگر خاندان کے بعض خاص خاص بزرگوں کے مہتم بالشان حالات و واقعات بھی نقل کئے جائیں تو شرف نسب کے متعلق کافی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت والا کے پردادا محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک خاص واقعہ اور حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت سلطان شہاب الدین علی معروف بہ فرخ شاہ کابلی کا مختصر حال لکھنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔

پردادا صاحب تو کیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک ہے شہید ہوئے اور وہیں پر پیر سمار الدین صاحب کے مزار کے پاس دفن کئے گئے۔ اور شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ کسی بارات میں تشریف لیجا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کیا۔ ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ان ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کئے۔ چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سر و سامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہو گئے اور اس حدیث شریف کے مصداق ہو گئے۔

من قتل دون مالہ فھو شھید ۔ ومن قتل دون دمہ فھو شھید ۔ ومن قتل دون اھلہ فھو شھید ومن قتل دون مظلمتہ فھو شھید (کلھا فی جمع الفوائد)

شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے۔ اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے۔ لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہہ کریں۔ اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے ۱۲

حضرت والا کے جد اعلیٰ فرخ شاہ کابلی کا حال تتمات تنبیہات وصیت سے مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱ منقول از ضمیمۂ تتمۂ سادسہ تنبیہات وصیت بابت منتصف اخیر ۱۳۳۶ھ

مطبوعہ الامداد ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

مضمون ثالث (ط) شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانی رح و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رح یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں جن کی نسبت زبدۃ المقامات میں ہے۔

" مردے از اجلہ امراء و اعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ نخستین نزیل ہندوستان اوست کہ از غزنین و کابل بدیار ہند آمد گویند وے باوصاف خجستہ موصوف بود۔ و بترویج اسلام و توہین عبدۃ اصنام معروف۔

نمبر ۲۔ (منقول از تتمۂ سابعہ تنبیہات وصیت بابت منتصف ۱۳۳۷ھ مندرجہ رسالہ النور جو غالباً ماہ جمادی الاخری یا رجب ۱۳۳۷ھ ہجری کا ہے)

مضمون ثالث بحوالہ رسالہ السلسلۃ الذہبیہ

یہ سلطان شہاب الدین علی منجملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صرفیہ سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کرکے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار و توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے اور پھر بامراد بہت سا مال غنیمت لیکر مراجعت فرما ہوئے۔ آخر الامر عنایت الٰہی سے ان کی توجہ سلوک طریقہ عالیہ چشتیہ کی طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں سے مستفید ہو کر کمال کے درجہ کو پہونچے۔ ایک عالم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوا۔

ترک سلطنت اور قبول فقر کے بعد کوہستان کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی [illegible] رہ کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور وصال کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ آج تک شاہ مشہور ہے اور قبر مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ انتہی۔

حضرت والا کے دادھیالی اور نانہالی اجداد قریبہ و بعیدہ [illegible] ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت والا کیا بلحاظ ظاہر [illegible] بلحاظ باطن شاہی [illegible] نسبت کئے ہیں جو درویشی و بادشاہی کا جامع رہا ہے۔ چنانچہ بفحوائے الولد سر لابیہ حضرت والا کے اندر بفضلہ تعالیٰ دونوں شانیں ایک طرف تو بصورت شان فقر و عبدیت و فنا و تواضع [illegible]

Marfat.com

بصورت شان جلال و سیاست و تدبر و استغنا بدرجہ کمال نمایاں ہیں بمصداق اشعار حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ

اے در رخِ تو پیدا انوار پادشاہی — در فکرتِ تو پنہاں صد حکمت الٰہی
کلکِ تو بارک اللہ در ملک دیں کشادہ — صد چشمہ آب حیواں از قطرۂ سیاہی

اور حضرت والا کی اس جامعیت کو دیکھکر بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے ۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں — کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

غرض حضرت والا بفضلہ تعالے علاوہ کمالات ذاتی کے شریف النسب اور عالی خاندان بھی ہیں ۔ فالحمد للہ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

آنتباہ ضروری ۔ احقر نے جو اس عنوان کے ذیل میں یہ عرض کیا ہے کہ حضرت والا کو دادھیال سے دولت عقل اور ننہال سے دولت عشق میراث میں ملی ہے اس سے مراد استعداد فطری بالقوۃ ہے جو محض درجہ استعداد میں کوئی چیز نہیں جب تک کہ درجہ فعلیت میں نہ آئے اور وہ درجہ فعلیت میں آتی ہے وحانی مربی کے فیض سے جس سے جمیع اقسام کی استعدادات صالحہ کا ظہور اور تعدیہ ہوتا ہے ۔ لیکن چونکہ استعداد فطری بھی ایک ایسی نعمت عظمیٰ اور موہبت خداوندی ہے ۔ جو آئندہ حاصل ہونے والے جمیع کمالات و فضائل کے لئے بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہے اور جس کے بغیر روحانی مربی کی تعلیم و تربیت بھی چنداں موثر نہیں ہوتی بمصداق ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

اس لئے اس استعداد فطری کا بھی ذکر بضمن شرافت نسب ضروری تھا ۔

باب سوم

"وطن مالوف"

حضرت والا کا وطن مالوف قصبہ تھانہ بھون ہے جو ضلع مظفر نگر میں واقع ہے اس کا اصل نام "تھانہ بھیم" تھا کیونکہ وہ کسی زمانہ میں راجہ بھیم کا تھانہ تھا ۔ کثرت استعمال سے تھانہ بھون ہو گیا جب یہاں مسلمان آکر آباد ہوئے تو شرفائے قصبہ کے بعض اجداد نے اپنے ایک فرزند "فتح محمد" کے نام پر اسکا نام محمد پور رکھا جو کاغذات سرکاری میں بھی پایا جاتا ہے لیکن عام طور پر پرانا نام یعنی تھانہ بھون ہی مشہور رہا

Marfat.com

غدر سے بہت پہلے اس قصبہ کی آبادی اڑتالیس ہزار کی تھی پھر غدر کے قریب چھتیس ہزار کی رہ گئی اور اب تو صرف چھ سات ہزار ہی کی ہے محرم ۱۲۷۴ھ میں یہاں غدر کا اثر پہونچا تھا۔ جس کا حضرت والا نے مادۂ تاریخ خوب نکالا یعنی **خرابی تھانہ**۔

یہ قصبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا ایک مشہور و معروف مردم خیز تاریخی قصبہ ہے جہاں ہمیشہ مسلمان شرفاء بالخصوص شیوخ فاروقی النسل صاحب اقتدار اور صاحب قوۃ و شوکت اور صاحب جائداد رہے ہیں اور گو اب افلاس غالب ہے لیکن ذی اقتدار ہستیاں بفضلہ تعالےٰ اب بھی موجود ہیں نیز یہاں مختلف فنون کے اہل کمال بھی گذرے ہیں۔ جن کے کارناموں کے افسانے کتابوں میں اور زبانوں پر اب تک ہیں۔

زمانہ شاہی میں بڑے بڑے منصب دار اور جاگیر دار بھی تھے۔ یہاں کے عقلاء خاص طور سے مشہور رہے ہیں چنانچہ ایک انگریز نے جو افسر بندوبست تھا اپنی رپورٹ میں مختلف قصبات کے باشندگان کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے تھانہ بھون کے باشندوں کو "عاقلان تھانہ" کا لقب دیا تھا مجھے جہاں تک علم ہے جیسے اس گرد و نواح میں مسلمان شرفا کے بڑے بڑے قصبے ہیں۔ مثلاً دیوبند۔ گنگوہ کیرانہ جھنجھانہ کاندھلہ پانی پت وغیرہ ویسے ہندوستان میں اور کہیں نہیں پائے جاتے۔ اور جتنی دینداری اور جتنا علم دین کا چرچا ان اطراف میں ہے اتنا اور کہیں نہیں دیکھا گیا اور جس کثرت سے بڑے بڑے علماء و فضلاء و مشائخ اس حصۂ ملک میں گذرے ہیں اور موجود ہیں اتنے اور کہیں نہیں چنانچہ قنوج کے شیخ معشوق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک دیندار بزرگ اور نہایت عاقل مردم شناس رئیس تھے انھوں نے حضرت والا سے ایک بار فرمایا تھا کہ ان اطراف کے لوگ ہماری طرف کے لوگوں سے ہر بات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہاں کا عالم وہاں کے عالم سے اچھا یہاں کا جاہل وہاں کے جاہل سے اچھا حتیٰ کہ یہاں کا کافر وہاں کے کافر سے اچھا [illegible] حافظ کا یہ شعر صادق آتا ہے

بازار چہ کاہ گاہے بر سر نہد کلاہے مرغان قاف [illegible]

حضرت والا کی دادھیال اور ننہال دونوں تھانہ بھون ہی کی ہیں [illegible] جدا [illegible] رہتے تھے۔ پھر حضرت والا کے نانا صاحب کے والد ماجد نے تھانہ بھون میں آکر سکونت اختیار کر لی دادھیال کے اجداد میں سے مولانا صدر جہاں معاصر قاضی محمد نصر اللہ خاں کا ذکر عہد اکبر شاہ اعظم میں کاغذات سے ثابت ہے۔ ان کے اجداد قریہ تھانیسر ضلع کرنال سے نقل سکونت کر کے تشریف

لائے اور تھانیسر میں غزنین و کابل سے منتقل ہو کر آئے اور ان کا سلسلہ فرخ شاہ کابلی تک پہونچتا ہے جن کا حال باب سابق میں گذر چکا ہے۔

باب چہارم

"ولادت باسعادت"

حضرت والا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن بوقت صبح صادق واقع ہوئی حسن اتفاق سے امسال دوران تحریر سوانح ہذا میں بھی ۵ ربیع الثانی چہار شنبہ ہی کے دن واقع ہوئی ہے اور تاریخ مذکور میں سن شریف کے ۳، سال بحمداللہ پورے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب سوانح کو غیر معمولی طویل عمر باینہمہ فیوض و برکات ظاہری و باطنی بصحت و عافیت دائمی عطا فرمائے اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر سایۂ عافیت کو تا دیر سلامت باکرامت رکھے! آمین ثم آمین۔

کسی نے مادۂ تاریخ کرم عظیم خوب نکالا ہے جو بالکل مطابق واقع کے ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت کی ذات بابرکات کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لئے اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہونا اظہر من الشمس ہے۔ حضرت والا کی ولادت باسعادت ننہال کے اس مکان میں ہوئی جو محلہ خیل میں ہے اور جو اب پیر جی شوکت علی صاحب مرحوم کی اولاد کے حصہ میں ہے۔ حضرت والا کی ولادت باسعادت کا واقعہ نہایت عجیب و غریب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آرہا ہے۔ اور جس کو خود حضرت والا نے اپنے بزرگوں اور حاضرین واقعہ سے سن کر قلمبند بھی فرمالیا ہے (ملاحظہ ہو مقدمۂ حسام عبرت) وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا کے والد ماجد کو مرض خارشت ہو گیا تھا اور اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ کسی ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے۔ مگر وہ قاطع النسل ہے چونکہ والد صاحب مرض سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس دوا کا استعمال یہ کہکر کر لیا کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقار نوعی سے بقار شخصی مقدم ہے۔ والدہ صاحبہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کیونکہ اس وقت تک کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ شنیدہ شد یہ خبر نانی صاحبہ کو بھی پہونچگئی ان کو بھی بڑی پریشانی ہوئی انھوں نے حضرت حافظ غلام مرتضیٰ

Marfat.com

صاحب مجذوم پانی پتی سے جو اتفاق سے نانا صاحب کے تعلقات سابقہ کی وجہ سے تشریف
لائے ہوئے تھے) شکایت کی کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے
بطریق معما فرمایا کہ عمر علی کی کشاکشی میں مر جاتے ہیں اب کی بار علی کے سپرد کر دینا زندہ رہیگا۔ اس مجذوبانہ
معما کو کوئی نہ سمجھا لیکن والدہ صاحبہ نے اپنی فہم خداداد اور نور فراست سے اس کو حل کیا اور فرمایا
کہ حافظ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور مال علوی اور اب تک جو نام
رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے یعنی فضل حق وغیرہ اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننہال
کے ناموں کے مطابق رکھا جائے جس کے آخر میں علی ہو۔ حافظ صاحب یہ سن کر [illegible] فرمایا کہ واقعی میرا
یہی مطلب ہے یہ لڑکی بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ [illegible] دو لڑکے ہونگے
اور زندہ رہینگے ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا دوسرے کا اکبر علی خاں۔ نام لیتے وقت خان اپنی
طرف سے جوش میں آکر بڑھا دیا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا وہ پٹھان ہونگے؟ فرمایا نہیں اشرف
علی اور اکبر علی نام رکھنا۔ یہ بھی فرمایا کہ دونوں صاحب نصیب ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ [illegible]
ہوگا وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور [illegible] ہوگا۔ [illegible]
راست نکلیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ جو میں کبھی آنکھ [illegible]
مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے [illegible]
طرح آزاد ہے اُلجھی ہوئی باتوں [illegible] حافظ [illegible]
روحانی توجہ کے متعلق حضرت والا [illegible]
والا ہی کا انتظام [illegible]

"[illegible]

کیا عمر ہے اور تم کو [illegible]
ہوگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

حضرت والا کے عجیب و غریب واقعہ ولادت مذکورہ باب ہذا سے حضرت والا کا مصداق ارشاد خداوندی وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي کا منونہ ہونا ظاہر و باہر ہے اور حضرت والا کے جو دیگر سوانح حیات ہیں وہ سب گویا اسی کی تفصیلات و تصدیقات ہیں۔

باب پنجم

"طفولیت"

چونکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب حضرت والا کے تولد کے تقریباً چودہ ماہ بعد ہی پیدا ہو گئے تھے اور دودھ دو بچوں کے لیئے کافی نہ ہوتا تھا اس لیئے حضرت والا کے لیئے ایک آیا یعنی دودھ پلائی مقرر کی گئی تھی۔ وہ ضلع میرٹھ کے کسی دیہات کی تھیں۔ اور قوم کی قصابنی تھیں۔ چنانچہ حضرت والا مزاح میں اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے قصابنی کا دودھ پیا ہے اس لیئے بھی میرے مزاج میں حدت ہے مگر الحمد للہ شدت نہیں میرا دل اسفنج کی طرح نرم ہے کہ مجھ سے کسی کی ذرا سی بھی تکلیف نہیں دیکھی جاتی اگر کسی کو ادنیٰ تکلیف میں بھی دیکھ لیتا ہوں تو بس دل پگھل جاتا ہے اور پانی پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت والا نے بہت چاہا کہ اپنی مرضعہ کی اولاد وغیرہ کا پتہ چلائیں تاکہ اُن کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اس خیال کا منشا طبعی تعلق اور اتباع سُنّت دونوں ہیں۔ حضرت والا کی عمر ابھی غالباً پانچ سال ہی کی تھی کہ والدہ مشفقہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی صورت شکل تو پورے طور سے یاد ہی نہیں۔ لیکن جب خیال کرتا ہوں تو اتنا یاد آتا ہے کہ ایک چارپائی پر پائینتی کی طرف بیٹھی ہیں بس یہ ہیئت ذہن میں باقی رہ گئی ہے اور کچھ یاد نہیں رہا کیونکہ میں بہت ہی چھوٹا تھا چار پانچ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کے انتقال کے بعد والد صاحب نے بڑی محبت اور شفقت سے ہم دونوں بھائیوں کو اپنے ہاتھوں پرورش کیا۔ ناشتہ میں روغنی روٹی کو خوب گھی سے چور چور کرا کر لقمے بنا بنا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے۔ ایسی محبت سے پالا کہ والدہ صاحبہ کے رنج کو بھی بھلا دیا۔ والدہ سے بھی زیادہ محبت فرماتے تھے گو والد صاحب میں تیزی بہت تھی مگر ہم دونوں بھائیوں پر بہت کم خفا ہوتے تھے اور ہمیشہ ہم لوگوں کو بڑے ناز و نعم میں رکھا۔ بالخصوص میرے ساتھ تو بہت ہی نرمی کا برتاؤ فرماتے

Marfat.com

تھے۔ حتّٰی کہ تائی صاحبہ نے اُن سے کہا بھی کہ یہ کیا بات ہے کہ تم شوخی پر چھوٹے ہی کو مارتے ہو۔ بڑے کو بہت کم مارتے دیکھا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ بھابی صاحبہ اوّل تو یہ چھوٹا ہی بڑے کو شرارت سکھاتا ہے دوسرے بڑا اپنا سبق یاد کر لیتا ہے اس لئے مجھے اس سے زیادہ محبّت ہے اور چھوٹا نہیں یاد کرتا۔ غرض میں بہت کم پٹتا تھا اور اُستادوں کے ہاتھ سے بھی میں بہت کم پٹا ہوں قریب بالکل ہی نہ پٹنے کے کیونکہ سبق یاد کر لیتا تھا اور ادب کے ساتھ رہتا تھا۔ جب کبھی ہم والد صاحب کی خفگی وغیرہ پر روٹھ جاتے تو کھانا نہ کھاتے۔ والد صاحب سبب پوچھتے تو کہدیتے کہ بھوک نہیں ہے فوراً صندوقچہ منگوا کر ایک ایک روپیہ نکال کر دیتے اور فرماتے کہ لو اب بھوک لگ آویگی چنانچہ ہم خوش ہو جاتے اور کھانے بیٹھ جاتے۔ تراویح میں ختم قرآن کی جو مٹھائی مسجدوں میں تقسیم ہوتی اُس میں کبھی شریک نہ ہونے دیتے بلکہ اُس روز خود بازار سے مٹھائی منگوا کر اُس سے زیادہ کھلا دیتے اور کہتے کہ مسجدوں میں مٹھائی ایسے کے لئے جانا بے غیرتی کی بات ہے۔ اس خوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو حرص سے بچاتے اور غیرت سکھاتے۔ ایک بار زمانہ طالب علمی میں میری زبان سے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے متعلق کسی سلسلہ گفتگو میں یہ نکل گیا کہ مولانا پڑھے ہوئے نہیں۔ واقعی مولانا نے ظاہری علم نہیں پڑھا تھا گو بڑے مدبر اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ یہ سن کر والد صاحب کو غصہ آگیا اور بہت ڈانٹا کہ بزرگوں کی شان میں کہیں ایسے الفاظ کہا کرتے ہیں اسقدر خفا ہوئے کہ مارنے کو اٹھے گو مارا نہیں غرض ہم لوگوں کے اخلاق کی بہت ہی نگہداشت رکھتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی محبت و شفقت بھی بے نظیر فرماتے تھے۔ اھ۔ حضرت والا کی ذہانت بچپن کی حیثیت میں بھی نمایاں تھی نئی نئی بدتمیزیاں سوجھتی تھیں۔

خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کیا شرارت سوجھی کہ برسات کا زمانہ تھا کوٹھا ایسا گھنا ہے کہ کبھی کھل گیا کہ چارپائیاں باہر ہی بچھتی تھیں جب برسنے لگا چارپائیاں اندر کرلیں جب والدہ صاحبہ کا تو انتقال ہو چکا تھا پس والد صاحب اور ہم دونوں ہی [illegible] تینوں کی چارپائیاں ملی ہوئی بچھتی تھیں ایک [illegible] سے

سے اُلیس میں خوب کس کے باندھ دیئے اب [illegible] والد صاحب اور [illegible] کھینچتے ہیں تینوں کی تینوں چارپائیاں ایک [illegible] لیونکہ خوب کس کے باندھی گئی تھیں ہلتا چاہا تو نہیں ہلتا خوش ہوتے ہیں اشارتی ہوتے اور [illegible] پاسکے کھل سکے اور چارپائیاں [illegible] اس میں اگلی [illegible] والد صاحب [illegible] والد صاحب کا تو انتقال ہو چکا تھا پس والد صاحب اور ہم دونوں ہی [illegible]

Marfat.com

بڑے خفا ہوئے کہ یہ کیا نامعقول حرکت تھی اھ - یہ تو بالکل ہی بچپنا کا واقعہ ہے - اور ایک واقعہ حفظ کلام
مجید کے چھوڑنے کا یاد آیا - ایک حافظ تھے جنکو کلام مجید بہت پختہ یاد تھا اور اس کا اُن کو ناز بھی تھا اُن کو
حضرت والا قبل ہونے کے اوائل میں کلام مجید سنایا کرتے تھے - ایک بار رمضان شریف میں دن کو اُن سے
کلام مجید سنا اور کہیں سے حضرت والا سے دور کے وقت اُن کو متنبہ کر دیا کہ حافظ جی میں آج تم کو
دھوکا ہوا تھا اور یہ بھی بتا دیا کہ فلاں آیت میں دھوکا ہوا تھا - حافظ جی نے کہا کہ میاں جاؤ
بھی تم کیا یاد دلاتے ہو اگر میں بھول جاتا تو مجھے کون یاد دلا سکتا ہے - حضرت والا نے فرمایا
جب یہ کلمہ سے کفر ہو گئے اور اس آیت پر پہنچے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ
تو یاد سے نکل گیا اور پڑھا یہ کہ کوئی کافر نہیں ہے تو یہ ہے حضرت والا کا معمول ہے - اُس کے بعد
اُس سے آگے جب اَللّٰهُ يَعْلَمُ الخ پڑھنے لگے تو لفظ اللہ کو اس طرح بڑھا کر پڑھا کہ جیسے رکوع میں
جا رہے ہوں اور تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنے والے ہوں پس حافظ جی نے سمجھ کر کہ رکوع میں جا رہے ہیں
فوراً رکوع میں چلے گئے - اور حضرت والا نے آگے قرأت شروع کر دی یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ اب اُدھر
حافظ جی تو رکوع میں پہنچ کر اور قرأت شروع ہو گئی تو اب حافظ جی سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے
اور حضرت والا کو سیدھا کھڑا ہوتے ہی آگئی اور قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور ہنسی سے اس قدر مغلوب ہوئے
کہ نماز توڑ کر الگ جا بیٹھے حضرت والا کے والد ماجد بھی وہیں دالان میں پلنگ پر بیٹھے قرآن شریف سن
رہے تھے انہوں نے پوچھا جب حضرت والا سے انہوں نے بیان کیا تو باوجود متانت انکی
بھی ہنسی آ گئی حضرت والا کو ہنستا دیکھ کر معلوم ہوا کہ نماز میں قہقہہ سے نابالغ کی وجہ سے نماز
نہیں ٹوٹتی صرف نماز
نماز کا اعادہ ہے - لہذا پھر نماز کی نیت باندھنے لگے تو والد ماجد نے روکا کہ ابھی نہیں پہلے خوب ہنس لو
ورنہ ہنسی اور نماز دونوں ساتھ ہو گی پڑھنے ہی والے تھے - جب حضرت والا خوب ہنس لیے تب مکرر
نماز کا اعادہ کیا غرض حافظ جی اُس روز قرآن سنانا تقاضا اسکے بعد ہوا کیا -

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے یہاں تک کہ رہا اخوند اقربا
اپنے بیگانے سب کا محبوب ہی رہا حالانکہ میں بچپن میں بہت شوخیاں کیا کرتا تھا مگر آج کل کے
لڑکوں کی سی گندی شرارتیں نہ ہوتی تھیں اس لئے سب کو بھاتے ناگوار نہ ہوتے تھے بلکہ معصوم
ہونے کی وجہ سے بڑوں کے دل میں گھر کر لیتے تھے - میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو روپیہ چار آنے چلانے
جو ہنسنے دونوں حضرت ہم دونوں بھائی چلانا شروع کرتے اور رومال کو حرکت دیتے سب کو
ایک طرف سے بھاتے چنانچہ بجائے گندی شرارتوں کے ایسا ہنسنا دوں کو بھی ناگوار نہ ہوتا - حضرت والا کو بچپن کا

Marfat.com

بچپن ہی سے اسقدر شوق تھا کہ بعض کھیلوں میں بھی نماز ہی کی نقل اُتارتے مثلاً سب ساتھیوں کے جوتے جمع کئے اور اُن کی صفیں بنائیں اور ایک جوتا صفوں کے آگے رکھدیا اور خوش ہوئے کہ جوتے بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ وعظ کا بھی بچپن ہی سے شوق تھا۔ اور اس کی بھی نقل اُتارا کرتے۔ چنانچہ جب کبھی بازار کی طرف کسی چھوٹے موٹے سودے کے لئے بھیجے جاتے تو جو مسجد راستے میں پڑتی اُس میں چلے جاتے اور سیدھے ممبر پر جا چڑھتے اور کھڑے ہو کر کچھ خطبہ کی طرح پڑھ پڑھا کر وہاں سے چلے آتے۔ چونکہ وہ نماز کا وقت نہ ہوتا تھا اسلئے مسجد میں تنہائی بھی ہوتی تھی۔ اس صورت میں کوئی دیکھنے والا تو ہوتا نہ تھا جس سے شرم آتی خوب آزادی کے ساتھ خطبہ پڑھنے کے شوق کو پورا کرتے۔ گویا وعظ گوئی اور خطبہ خوانی کا حضرت والا کو بچپن ہی سے شوق تھا خدا کی شان ہونے والی بات۔ غرض حضرت والا کو دین کی باتوں کا لڑکپن ہی سے شوق تھا یہانتک کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی جبکہ عربی کی محض ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے اور صرف ۱۲-۱۳ برس ہی کی عمر تھی پچھلی رات تہجد کو اُٹھتے اور نوافل و وظائف پڑھتے۔ تائی صاحبہ بڑی محبت فرماتی تھیں، روکتی بھی فرماتیں کہ بیٹے ابھی تیری عمر ہی کیا ہے اور محبت کی باتیں خاص طور سے جب سردی کے زمانہ میں حضرت والا کو اس چھوٹی سی عمر میں پچھلی رات اٹھکر وضو کرتے اور تہجد پڑھتے دیکھتیں تو اُن کا بہت ہی کڑھتا اور بیچاری کا محبت سے مارے جب کہ حضرت والا تہجد اور وظیفے سے فارغ نہ ہو جاتے برابر بیٹھی جاگا کرتیں۔ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو دین کا شوق جس کی ایک فرع تہجد بھی ہے ابتداءً اپنے حضرت مولانا [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے پیدا ہوا تھا جو ایک [illegible] بزرگ تھے۔ حضرت والا اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتے [illegible] حضرت والا کو علم تھا بس اپنی ہمشیروں کے ساتھ کھیلے [illegible] رہتا لڑکوں کو بہتیرا کوارتھا۔ یہاں تک کہ چاقو لئے [illegible] میں ملازم کے ساتھ آتے جاتے جب کبھی [illegible]

[illegible] حضرت والا کو اور سب لڑکوں کو بلا کر [illegible]

[illegible] ہوئے تھے لڑکوں کو خوب مارا پیٹا۔ [illegible]

حضرت والا بچپن میں کسی [illegible] سے [illegible] باقی تھی جو حضرت والا نے اپنے خاندان کے بڑوں سے [illegible] جو مدرسہ تھا اس نے حضرت والا کو [illegible] بہت کھول کھول کر [illegible] حضرت والا نے [illegible]

اتنا اثر تو ابتک ہے کہ حضرت والا کی ذکا حس بے حد بڑھی ہوئی ہے۔ اُس کمرہ میں نیند نہیں آتی جس میں کوئی تیز خوشبو کی چیز رکھی ہو مثلاً امرود وغیرہ اور بدبو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ الہ آباد کے سفر میں میں نے خود دیکھا کہ جب تک امرودوں کا ٹوکرا کمرہ سے جُدا نہ کرا دیا گیا حضرت والا کو نیند ہی نہ آئی اور وہاں یہ بھی ہوا کہ بہت قلیل پرخام ممتا کوئے خوردنی کسی دوکان پر زیادہ مقدار میں رکھی ہوئی تھی اُس کی بُو کو دُور ہی سے محسوس فرما لیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں سے فاصلہ پر واقعی ممتا کوئی دوکان تھی۔ حال ہی میں ایک صاحب نے حلوا بھیجا اُس کا برتن بدنما تھا اُس میں سے چکھا تو حلوا بدمزہ سا معلوم ہوا خیال ہوا کہ کسی کو دیدیں گے لیکن جب اُس کو ایک خوشنما شیشہ کے مرتبان میں رکھ لیا اور پھر کھایا تو معلوم ہوا کہ دراصل خوش ذائقہ تھا لیکن بدنما برتن میں بُری طرح رکھا ہوا دیکھ کر اُس وقت طبیعت نے قبول نہیں کیا تھا۔

کسی کا جھوٹا کھانا یا پانی استعمال نہیں فرما سکتے گھن آتی ہے یہاں تک کہ کبھی اپنے بزرگوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا پانی بھی تبرکاً استعمال نہیں کر سکے۔ البتہ اپنے ساتھ برتن میں کسی کو شریک کر لینا طبیعت کو ناگوار نہیں ہوتا۔ شب کو اگر ڈاک وغیرہ کا کام باقی رہ جاتا ہے تو نیند نہیں آتی یہاں تک کہ سفر میں بارہا ایسا ہوا کہ آدھی آدھی رات تک وعظ فرما کر آئے ہیں اور پھر ڈاک لیکر بیٹھ گئے اور جب تک زیادہ حصہ اُس کا ختم نہیں کر لیا سوئے نہیں اور فرمایا کہ اگر میں سونا بھی چاہوں تو سو نہیں سکتا جب تک کہ ڈاک کو اتنا نہ نمٹا دوں کہ وہ قابو میں آجائے۔ سفر میں کئی کئی دن کی ڈاک جمع ہو کر اکٹھی ملتی تھی اور اکثر رات کو دیر دیر تک کام کرتے رہتے تھے بعض اوقات عشا کے بعد سے صبح کی اذان تک ڈاک لکھنے میں مشغول رہے۔ غرض حضرت والا کی لطافت و نزاکت مزاج کے واقعات روزمرہ کثرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ تو بارہا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اُلجھی ہوئی تقریر یا کوئی بے اصول کام کرے جس کا حضرت والا سے تعلق ہو تو اُسی وقت تبخیر ہو کر دردِ سر ہونے لگتا ہے حالانکہ ماشاء اللہ دماغ اس قدر قوی ہے کہ بلا تکان دن بھر اور سوتے وقت تک دماغی کاموں میں مشغول رہتے ہیں کسی وقت فارغ نہیں رہتے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے میرا دماغ اس کا عادی ہے کہ اگر کوئی معمولی سے معمولی بات بھی ہو مگر ترتیب کے ساتھ نہ بیان کی جائے تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتی نہ خود اُلجھی ہوئی تقریر کروں نہ دوسرے کی اُلجھی ہوئی تقریر سمجھوں کیونکہ بچپن ہی سے میرا دماغ ایک خاص ترتیب کا عادی ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کی لطیف المزاجی بس ایک درجہ میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی لطیف المزاجی کے مشابہ ہے جیسا کہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ اس بارہ میں خود حضرت والا جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کا قول نقل فرمایا

13981

Marfat.com

کرتے ہیں کہ "آپ تو کسی بادشاہ کے یہاں پیدا ہوئے ہوتے"۔

حضرت والا نے ایک خواب بالکل اپنے بچپن کا کہ اُس سے پہلے کوئی خواب ہی دیکھنا یاد نہیں اس طرح بیان فرمایا کہ میرٹھ میں جس مکان میں ہم لوگ رہتے تھے اُس میں دو درجہ کی دہلیز ہے۔ بڑے درجہ میں ایک پنجرہ رکھا ہوا دیکھا جس میں دو خوبصورت کبوتر ہیں پھر یہ دیکھا کہ شام ہوگئی اور وہاں اندھیرا ہوگیا۔ اُن کبوتروں نے مجھ سے کہا کہ اندھیرا ہوگیا ہے ہمارے پنجرہ میں روشنی کردو۔ میں نے کہا تم خود ہی کرلو۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور رگڑتے ہی خوب تیز روشنی ہوگئی اور تمام پنجرہ روشن ہوگیا۔ جب ایک مدت کے بعد مامول والد علی صاحب مرحوم سے میں نے یہ خواب بیان کیا تو اُنھوں نے یہ تعبیر دی کہ وہ دو کبوتر روح اور نفس تھے کیونکہ صوفیۂ کرام اپنی اصطلاح میں روح کو طیر اور نفس کو مادہ کہتے ہیں۔ تو روح اور نفس نے تم سے یہ درخواست کی کہ تم مجاہدہ کرکے ہم کو نورانی کردو تم نے جو یہ کہا کہ تم خود ہی روشنی کرلو اور اُنھوں نے اپنی اپنی چونچ رگڑ کر روشنی کرلی اسکا یہ مطلب تھا کہ تم ریاضت و مجاہدہ نہ کروگے انشاء اللہ تعالیٰ بلا ریاضت و مجاہدہ ہی حق تعالیٰ تمھاری روح اور تمھارے نفس کو نورِ عرفان سے منور فرمادینگے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس تعبیر کا خیر ایک جزو تو صحیح نکلا کہ ریاضت و مجاہدہ مجھ سے کچھ نہ ہوا لیکن ابھی نور تو پیدا ہوا نہیں اللہ تعالیٰ نور بھی پیدا فرمادے۔

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے بیعت تھے۔ بیان کرتے تھے حضرت والا کے متعلق لڑکپن ہی میں جبکہ حضرت والا مکتب میں پڑھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد یہ لڑکا میری جگہ ہوگا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کہ بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصبہ میں اب حضرت والا ہی کی ذات گرامی معلوم فاہری و باطنی کی جامع ہے مولانا [illegible]

والا سے خاص تعلق تھا۔ یہاں تک کہ بعد وفات بھی حضرت والا سے [illegible]

ہم کو تو مختار کی طرف اب بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی حیات میں تھی [illegible]

تو نہ ہی تھے۔ ایک بار حضرت والا کے والد ماجد [illegible] پیدا ہونے کی خبر کسی نے [illegible] ہوگئی تھی بیان فرمایا جب تو حضرت والا نے فرمایا کہ تم اچھا تو نہ تھا یہ لیلیں [illegible] چنانچہ مولانا نے مفصل حضرت والا کی خط باتوں دل نہ چاہنے کے قبول فرمالے۔

حضرت اقدس جناب مولانا خلیل احمد صاحب [illegible] مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

Marfat.com

حضرت والا کے متعلق اپنے ایک خادم سے فرمایا تھا کہ مجھے تو ان سے اُس وقت سے محبت ہے جب وہ مجھ کو جانتے بھی نہ تھے۔ غرض حضرت والا بچپن ہی سے بزرگانِ دین کے محبوب اور منظورِ نظر تھے اور ابتداءِ عمر ہی سے آثارِ سعادت و مقبولیت عند اللہ کا ظہور ہونے لگا تھا۔

آثارِ نیک میں سے ایک یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت والا کی تائی صاحبہ نے جن کے پاس بچپن میں رہے ہیں خود حضرت والا سے بیان کیا کہ لڑکپن میں اکثر دیکھا گیا کہ جب حضرت والا کو کہیں سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو اُس روز ابر ضرور ہو گیا اور بہت راحت کے ساتھ سفر طے ہوا۔

باب ششم

"تحصیل علوم"

حضرت والا نے قرآن شریف زیادہ تر حافظ حسین علی صاحب مرحوم سے حفظ کیا جو دہلی کے باشندہ تھے مگر میرٹھ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ شروع کے چند پارے آخون جی صاحب سے پڑھے تھے جو کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے پھر حافظ حسین علی صاحب سے تکمیل کی۔ بالکل ابتدائی فارسی میرٹھ میں مختلف اُستادوں سے پڑھی تھی لیکن وہاں کے اُستادوں کے اب نام بھی یاد نہیں رہے پھر تھانہ بھون میں فارسی کی متوسطات حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور انتہائی کتب ابوالفضل تک اپنے ماموں [illegible] صاحب سے پڑھیں جو ادبِ فارسی کے اُستاد کامل تھے۔ پھر تحصیل عربی کے لئے دیوبند تشریف لے گئے وہاں بقیہ کتب فارسی مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں یعنی پنج رقعہ۔ قصائد عرفی اور سکندر نامہ۔ حضرت والا کو فارسی میں دستگاہ کامل حاصل ہے۔ تحریر و تقریر نظم و نثر سب پر قدرت ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جبکہ مرض خارشت کی وجہ سے مدرسہ سے چھٹی لیکر وطن تشریف لے آئے تھے بطور مشغلہ مثنوی زیر و بم فارسی میں تصنیف فرمائی اور اُس وقت صرف اٹھارہ برس کی عمر تھی چنانچہ اس کی تمہید اس طرح شروع فرماتے ہیں۔ ہمی گوید گرفتار درد و نالہ نادان ہشدہ سالہ الخ۔ عربی کی پوری تکمیل دیوبند ہی میں فرمائی اور صرف ۱۹ یا ۲۰ سال ہی کی عمر میں بفضلہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ مدرسہ دیوبند میں تقریباً پانچ سال بسلسلۂ طالب علمی رہنا ہوا۔ آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں وہاں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے

Marfat.com

عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے وطن تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور دیوبند پہونچکر مشکوٰۃ شریف مختصر معانی نور الانوار اور ملا حسن شروع کی تھیں۔ حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت والا کو عربی پڑھانے کے لئے اسی وقت سے منتخب کر رکھا تھا جبکہ پائجامہ بھی نہیں پہنتے تھے یعنی بچپن ہی سے اسی طرح چھوٹے بھائی صاحب مرحوم کو اسی وقت سے انگریزی کے لیے تجویز کر لیا تھا آثار سے دونوں کی مناسبت معلوم کر لی ہوگی۔ بڑے دانشمند تھے۔ اور گو دنیا میں مشغول تھے مگر نماز روزہ تلاوت وغیرہ کے بہت پابند تھے۔ انہوں نے نہایت شوق کے ساتھ حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی۔ ایک بار تائی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا۔ بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کھائیگا اس کی گذر اوقات کی کیا صورت ہوگی۔ کیونکہ جائداد وارثوں میں تقسیم ہو کر قابل گذارے کے نہ رہے گی۔ یہ بات والد صاحب کو بہت ناگوار ہوئی۔ اور باوجود اسکے کہ تائی صاحبہ کا بہت ادب اور لحاظ فرماتے تھے لیکن یہ سن کر جوش آ گیا اور کہنے لگے کہ "بھابی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھکر کھائیگا کہاں سے خدا کی قسم جس کو تم کمانیوالا سمجھتی ہو ایسے ایسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے۔ اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا تم نے یہ کہہ کر مجھے سخت تکلیف دی اور سخت رنج پہونچایا۔ اس کو نقل کر کے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر یہ بات کوئی درویش کہتا تو اس کی بڑی کرامت سمجھی جاتی لیکن والد صاحب تو بیچارے ایک دنیادار شخص سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاص اور یقین کی برکت سے ایسا ہی کر دیا۔ میرے تو دل سے دعائیں نکلا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی گور ٹھنڈی رکھے [illegible] احسان کیا۔ انہیں کی بدولت یہ چار حرف سیکھ لئے ہیں جو کام آ رہے ہیں [illegible] میں ہوتے۔ اور گو مجھے کچھ آیا گیا نہیں اس پر بھی مجھے دیکھ دیکھ کر [illegible] بھی والد صاحب نے عربی ہی کیوں نہ پڑھائی۔ اور الحمد اللہ مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں [illegible] کیوں نہ پڑھائی۔ واقعہ مذکورہ سے اندازہ فرما لیا جائے کہ حضرت والا کے [illegible] سے حضرت والا کو عربی کی تعلیم دلائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ پر کس درجہ وثوق [illegible] کی برکت تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی پیشینگوئی کو حرف بحرف [illegible]

اس جگہ دو خواب جو حضرت والا نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھے تھے مختصراً بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تفصیل کے لئے باب شرف بیعت [illegible] ملازمت کے بعد کا دور جدید ملاحظہ ہو۔ ایک خواب کا [illegible]

Marfat.com

ایک بزرگ تھے اور ایک دنیاوی حاکم نے دو متفرق تحریریں لکھکر دیں اور دونوں میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ ایک پر تو چاروں طرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مُہر لگی ہوئی تھی اور وہ صاف پڑھی جاتی تھی دوسری مُہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ "تمھیں انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا دونوں کی عزت نصیب ہوگی"۔ دوسرا خواب یہ دیکھا کہ "ایک تالاب جس میں سے فوّارہ کی طرح چاندی اُبل رہی ہے حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے"۔ اس کی مولانا نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا تمھارے پیچھے پیچھے لگی پھرے گی اور تم اُس کی طرف رُخ بھی نہ کروگے۔ حضرت والا کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بہت خوش قسمت معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی ہر تقریب کے موقع پر مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ میں نے خوب دل کھول کر خرچ کیا۔ چنانچہ حضرت والا کی شادی پر اُنھوں نے علاوہ پیسوں کے روپے بھی بکھیرے تھے جس کی بڑی شہرت ہوئی تھی اور بڑے پیمانہ پر اہل نصبہ کی دعوت کی تھی۔ نیز حضرت والا جتنا خرچ مانگتے وہ بیدریغ دیدیتے اور چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو حساب سے دیتے اور پھر اُن سے حساب بھی لیتے۔ اسپر بھائی صاحب نے شکایت کی تو فرمایا کہ بھائی مجھے اُسپر رحم آتا ہے وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال ومتاع سے بالکل علیحدہ رہے گا۔ چنانچہ واقعی حضرت والا نے مشتبہ مال بالکل نہیں لیا اور بقیہ زمینداری کے بجائے کچھ نقد لے کر جس میں کچھ مکان بنانے میں خرچ ہوا کچھ حج ثانی میں خرچ ہوا۔ زمینداری سے بھی دست بردار ہو گئے۔ والد ماجد کچھ طالب علمی ہی کے زمانہ سے حضرت والا کا رنگ طبیعت پہچان گئے تھے۔ بڑے دانشمند اور صاحب فراست تھے۔ حضرت والا بہت سے مسائل جواز وعدم جواز اپنے والد صاحب سے بھی باادب عرض کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جائداد رہن رکھنے کے متعلق لکھا کہ یہ ناجائز ہے اس پر والد صاحب نے ایک ملنے والے ہندو سے کسی قدر شکایت کے لہجہ میں کہا کہ ہم نے اپنے ایک لڑکے کو عربی پڑھوائی ہے وہ ہمیں ہر بات پر ٹوکتا ہے۔ کہ یہ بات خلاف شرع ہے۔ وہ بات ناجائز ہے۔ ہمیں رائے دیتا ہے کہ رہن رکھنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر اس ہندو نے کہا کہ منشی جی یہ تو بڑے خوش ہونے کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بیٹا بڑا لائق ہے۔ آپ کا بڑا خیر خواہ ہے۔ اگر آپ اس کو نجوم پڑھاتے تو وہ آپ کو عورت کی باتیں بتاتا۔ قانون پڑھاتے تو قانون بتاتا۔ طب پڑھاتے تو نافع و مضر چیزیں بتلاتا۔ آپ نے اس کو دین پڑھایا ہے تو وہ لامحالہ دین ہی کی باتیں بتلائے گا۔ شکر کرو بڑا لائق ہے بڑا خیر خواہ ہے آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے۔ آپ کو تو اس بات پر بہت خوش ہونا چاہیئے کہ جو کچھ

Marfat.com

میں اُس کے پڑھانے میں خرچ کر رہا ہوں وہ ٹھکانے لگ رہا ہے اھ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا کسی سے ملتے جلتے نہ تھے۔ یا تو پڑھنے میں لگے رہتے یا اگر کسی وقت فرصت ہوتی تو اپنے اُستاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح مدرس اول کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ ایک دن مولانا تو کہیں تشریف لیگئے تھے اور حضرت والا کو فرصت تھی تو بجائے اس کے کہ فضولیات میں وقت صرف کر دیں اپنے دوسرے اُستاد مولانا سیّد احمد صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مولانا نے دریافت فرمایا کیسے آئے۔ حضرت والا نے غایت سادگی سے صحیح بات عرض کر دی کہ آج حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ باہر تشریف لیگئے ہیں اسلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ دیوبند میں بعض دور کے اعزہ بھی تھے مگر اُن سے بھی حضرت والا نہ ملتے تھے شروع شروع میں بعض اعزہ نے اصرار کیا کہ کھانا گھر کا پکا ہوا ہمارے گھر آکر کھا لیا کرو کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو حضرت والا نے بلاوالد صاحب کی اجازت کے بطور خود ایسا کرنا ہرگز گوارا نہ کیا لیکن جب والد صاحب کو لکھا تو اُنھوں نے ڈانٹ لکھکر بھیجی کہ تم وہاں رشتہ دار یا ملنے جلنے کیلئے گئے ہو یا طالب علمی کرنے؟ خیر دار جو کسی عزیز کے پاس آنے گئے۔ چنانچہ پھر حضرت والا نے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا اور برابر اسی طرز سے طالب علمی کا پورا زمانہ گذار دیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ [illegible] وہاں جیسا بے داغ گیا تھا ویسا ہی پانچ برس رہ کر بے داغ لوٹ آیا۔ جب فارغ التحصیل ہو گیا [illegible] آزادی کے ساتھ اپنے سب اعزہ سے جا کر ملا اور پھر اُن کی دعوتوں کی قبول کرنے لگا اس سے پہلے کبھی جول پیدا نہ کیا نہ اعزہ سے نہ طلبار سے نہ اہل قصبہ سے اگر کوئی میل جول بڑھانا چاہتا تو آپ بے رخی سے پیش آتا یہاں تک کہ لوگ عموماً دماغ دار سمجھتے تھے حالانکہ یہ بات نہ تھی۔ [illegible] وقت فضول ضائع کرنے سے نفرت تھی اھ حضرت والا کی یہ ایک بہت ہی نمایاں خصوصیت [illegible] کہ وقت کو ضائع نہیں فرماتے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ابتدا عمر سے لیکر [illegible] موجود ہے اور یہی وہ صفت ہے جس نے حضرت والا کو آخر [illegible] صحبت سے محفوظ رکھا اور اس قدر کثیر التصانیف بنایا کہ [illegible]

بہت کم افراد ایسے گذرے ہیں [illegible] ہوتا ہے کہ ایک شیخ ہے جو ہر وقت [illegible] ہوا اس کو بلا انقباض اوقات پابند نہیں [illegible] ہے اور اوقات [illegible] ومعمولات سے مغلوب ہو اور ہر کام اپنے وقت اور موقع پر کرے اور تو اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے اُستاد تھے ایک بار ارشاد [illegible]

راحت کے سب ضروری انتظامات کر کے جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کر دیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں - اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر بعد کو حاضر ہو جاؤں - فرمایا ضرور لکھو - میری وجہ سے اپنا حرج نہ کرو گو اُس روز حضرت والا کا دل لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا تاکہ بے برکتی نہ ہو تھوڑا سا لکھ کر پھر حاضر خدمت ہو گئے - حضرت والا کی ذہانت و ذکاوت اور حافظہ سب طالب علموں میں مشہور تھا - طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ طلبہ کی آموں کی دعوت تھی جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح بھی شریک تھے - جب آم تھوڑے سے رہ گئے تو مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اندازے معلوم کر لیا کہ اب سب طلبہ آپس میں گٹھلی چھلکا چلانا چاہتے ہیں تو مولانا قصداً صحن سے اُٹھ کر درس گاہ میں تشریف لے گئے - پھر خوب گٹھلی چھلکا چلا جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح بھی ازراہ غایت تواضع و بے تکلفی شریک رہے - جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب درس گاہ میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت والا بھی موقع کو غنیمت سمجھ کر ساتھ ہو گئے پھر جب طالب علم زیادہ شرارتیں کرنے لگے تو حضرت مولانا دروازہ پر تشریف لائے اتنا غل تھا کہ پھر ایک بھی طالب علم نظر نہ آیا سب بھاگ گئے اور اِدھر اُدھر چھپ گئے پھر مولانا مکان تشریف لے آئے اور حضرت والا بھی مولانا کے ہمراہ لوٹ آئے اور اپنے حجرہ میں پہونچ گئے - بعد کو طلبہ نے بہت چاہا کہ حضرت والا پر بھی رس یا پانی ڈالیں مگر حضرت والا نے حجرہ کے کیواڑ بند کر لئے - اسی سے حضرت والا کے مذاق یکسوئی کا اندازہ فرما لیا جائے - غرض حضرت والا نے طالب علمی کے زمانہ میں بھی کبھی اپنا وقت فضولیات یا بُری صحبتوں میں ضائع نہیں کیا اور اپنے اصل مقصود یعنی تحصیل علوم ہی میں ہمہ تن مشغول رہے - حضرت والا کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اساتذہ سے بعض خاص کتابیں جن کے لئے مدرسہ میں وقت نہ تھا اس طرح پڑھیں کہ وہ حضرات تو نماز کے لئے وضو کر رہے ہیں اور حضرت والا اُن سے سبق پڑھ رہے ہیں - حضرت والا کا سب اساتذہ خاص لحاظ فرماتے تھے اور بہت اچھی رائے رکھتے تھے - چنانچہ جب حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز طلبہ کا امتحان لینے اور دستار بندی کرنے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کی ذہانت اور ذکاوت کی خاص طور سے تعریف فرمائی - تعریف سُن کر مولانا رح نے حضرت والا سے بہت مشکل مشکل سوالات کئے جن کے جوابوں سے مولانا بہت خوش ہوئے

Marfat.com

مولانا سید احمد صاحب نے سکندر نامہ میں امتحان لیا اور ایک شعر کا مطلب پوچھا تو چونکہ اُستاد کا بتایا ہوا مطلب یاد نہ تھا حضرت والا نے اپنی طرف سے مطلب بیان کیا۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور بھی مطلب ہو سکتا ہے؟ حضرت والا نے دوسرا مطلب بیان کر دیا پھر دریافت فرمایا کہ اور کوئی مطلب بھی ہو سکتا ہے؟ حضرت والا نے تیسرا مطلب بیان کر دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان میں سے ایک بھی مطلب صحیح نہیں لیکن تمھاری ذہانت پر نمبر دیتا ہوں۔ حالانکہ مولانا سید احمد صاحب خود اس قدر ذہین تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح جو راس الاذکیا تھے فرمایا کرتے تھے کہ خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہو گا تو بس اتنا ہی ہو گا ان سے زیادہ نہ ہو گا۔ ریاضیات میں بدرجۂ کمال ماہر تھے باوجود اس کے کہ کسی اُستاد سے ریاضی پڑھی نہ تھی بلکہ بطور خود ہی مطالعہ کر کے اس فن کو حاصل کیا تھا۔ غرض حضرت والا کی ذہانت کے متعلق ایسے ذہین و ذکی کی شہادت بڑا پایہ رکھتی ہے۔ ان سب معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت طالب علمی بھی حضرت والا اپنے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ اُس زمانہ میں بھی حاضر جوابی و طلاقت لسانی اور ذہانت و فطانت اور منطق میں کمال مہارت کا وہ عالم تھا کہ دیوبند میں جہاں کوئی مذہب والا بغرض مناظرہ آتا۔ حضرت والا فوراً پہونچ جاتے اور اُس کو مغلوب کر دیتے۔ ایک انگریز پادری سے بھی مناظرہ کرنے پہونچ گئے جب حضرت مولانا محمود حسن صاحب رح کو معلوم ہوا تو حضرت والا کے متعلق یہ سوچ کر کہ ابھی لڑکے ہیں کہیں مرعوب نہ ہو جائیں مولانا خود بھی حضرت والا کی اعانت کے لئے پہونچ گئے اور باتوں باتوں میں اُس کو دو منٹ ہی کے اندر بند کر دیا عاجز دیکھ کر اس کی میم نے آ کر ایک پرچہ لکھا کہ تم چلے آؤ چنانچہ وہ یہ کہکر کہ میم صاحب بلاتی ہیں اُسی وقت چلا گیا اور پھر دیوبند ہی سے چلا گیا

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جتنا مجھے اُس زمانہ میں مناظرہ کا شوق تھا اب بوجہ [illegible] اُتنی ہی اس سے نفرت ہے۔ عیسائیوں۔ آریوں۔ شیعوں۔ غیر مقلدوں [illegible] مناظرہ فرما چکے ہیں۔ اور اب بھی حضرت والا کی منطقی تقریریں سن سن کر [illegible] مرتضیٰ حسن صاحب مدت فیوضہم وجد میں آ آ جاتے ہیں [illegible] کو فن مناظرہ میں اس قدر ملکہ ہے کہ بڑے سے [illegible] اب بھی آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے معرکۃ الآرا مباحث پر بڑے بڑے زبان آور مناظر آ آ کر گفتگو کرتے ہیں لیکن حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ بس تھوڑی ہی دیر میں بند فرما دیتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ نہ اصول مناظرہ سے ایک انچ ہٹتے ہیں نہ حق بات کے تسلیم

Marfat.com

کر لینے میں کسی موقع پر ذرا تامل فرماتے ہیں۔ باوجود مناظرہ سے اس درجہ مناسبت ہونے کے پھر بھی جو ایسی مجالس سے ہمیشہ اعراض فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں مناظرین کی اغراض فاسد ہوتی ہیں اسی لئے کوئی نفع مرتب نہیں ہوتا بلکہ ضرر ہوتا ہے بفحوائے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

کج بحثی اور ہٹ دھرمی کی عادت پڑ جاتی ہے حقیقت شناسی کی استعداد برباد ہو جاتی ہے حضرت والا آج کل کے مناظروں کی ان خرابیوں کو اکثر نہایت شرح وبسط کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں اور پرانے بزرگوں کے مناظروں اور اُن کی حق پسندی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات سے موازنہ فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت والا کو باوجود معقولات سے اس قدر مناسبت ہونے کے منقولات کے مقابلہ میں ہمیشہ ان فنون سے نفرت ہی رہی۔ چنانچہ فلسفہ کا جب سبق شروع کرتے تو بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے۔ اس موقع پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آیا فرمایا کہ الحمد للہ میں کبھی طبیعت کو عقل پر غالب نہیں آنے دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا اھ حضرت والا کو معقولات سے اسقدر مناسبت تھی کہ صدرا اور شمس بازغہ جیسی مشکل کتابوں کا اکثر حصہ بے ترجمہ پڑھتے پڑھے جاتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل بھی پانی نظر آتے تھے گو عموماً معقولات سے اس قدر مناسبت اور دلچسپی رکھنے والے بس معقولات ہی کے ہو رہتے ہیں لیکن باوجود اس کے الحمد للہ حضرت والا کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی سلامتی اور اسقدر اعتدال کی کیفیت رکھی ہے کہ ہر شے کو اُس کے مرتبہ پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے باوجود خاص مناسبت ہونے کے معقولات کو ہمیشہ دینیات کے لئے بطور علوم آلیہ ہی کے سمجھا۔ حضرت والا کے افعال واقوال وتصانیف کو نظر غور وانصاف سے دیکھنے والا حضرت والا میں اس وصف اعتدال وحفظ مراتب کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ کوئی آنکھوں پر عناد یا جہالت یا رسم ورواج کی پٹی باندھے ہوئے ہو تو اُس پر یہ شعر صادق آئے گا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور یہ وصف اعتدال ایک ایسا امتیازی وصف ہے جو صدیوں کے بعد کسی خاص ہی بندہ کو عطا ہوتا ہے اور یک حکیم الامت اور محی السنت ہی اُس سے مشرف فرمایا جاتا ہے۔ اور یہی وصف باعث ہو جاتا ہے عام طور پر ایسے حضرات سے مخالفت کا اور اُن کی بدنامی کا

Marfat.com

کیونکہ افراط و تفریط کا مٹانے والا رسوم و بدعات کا قلع قمع کرنے والا اور مسلمانوں کو طریق غیر معتدل سے ہٹا کر اعتدال حقیقی یا بالفاظ دیگر صراطِ مستقیم پر لانے والا کیونکر مخالفت اور بدنامی سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر وہ تو ان سے بھی زیادہ قوت منافع کے لئے آمادہ رہتا ہے بدنامی کی تو کیا پروا کرتا بمصداق ؎

گرچہ بدنامی ست نزدِ عاقلاں با منی خواہیم ننگ و نام را

مہارت فی المنطق کے متعلق خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ہے اور میں سچی بات کیوں نہ کہوں کیونکہ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر جو چیز اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے اُس کا کیوں انکار کروں۔ اللہ کی دین ہے میرا کوئی کمال نہیں اسمیں اس کو درحقیقت کوئی کمال بھی نہیں سمجھتا کیونکہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے کہ ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نیاید در سبیل شاہ

یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر میرا طریق اصلاح یہ ہے کہ جس شخص کو جس فن میں کمال کا دعویٰ ہوتا ہے پہلے میں اُس کو اُس فن میں مغلوب کر کے دکھلا دیتا ہوں بشرطیکہ وہ فن مقصود بالذات ہو پھر تو مجھے حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اصلاحی امور میں بھی اُس کو اپنا تابع بناؤں اور پھر خود اس کو بھی ایسے شخص کے تابع بن جانے میں عار نہیں آتی اور اس کو منازعت کا حق نہیں رہتا اور تعلیم پر شبہہ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت والا کی شان جامعیت علوم و فنون مختلفہ ظاہر ہوتی ہے جو موافق و مخالف سب کے نزدیک مسلم ہے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ تقریر استطراداً آ گئی اب میں پھر مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔

حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں تصوف اور کتب تصوف کا بھی خاص [illegible]

چند واقعات باب "شرف بیعت و استفاضہ باطنی" میں ملاحظہ سے گزرے

حضرت والا کی دستار بندی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

میں ہوئی۔ اُس سال دیوبند میں بہت بڑا شاندار جلسہ [illegible] حضرت والا نے جب سنا کہ دستار بندی ہونے والی ہے تو اپنے ہم سبقوں کو لیکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائیگی۔ حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس تجویز کو [illegible]

Marfat.com

ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی۔ یہ سُن کر مولانا کو جوش آگیا اور فرمایا کہ تمھارا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہاں چونکہ تمھارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے اُن کے سامنے تمھیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ باہر جاؤ گے تب تمھیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ جہاں جاؤ گے بس تمھیں تم ہو گے۔ باقی سارا میدان صاف ہے اطمینان رکھو اھ حضرت والا یہ قول نقل کر کے فرمایا کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مولانا کی پیشینگوئی کی یہ برکت ہوئی کہ الحمد للہ جہاں رہنا ہوا بڑے بڑے علماء بھی وقعت ہی کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور عوام و خواص سب مجھ ہی کو اکثر کے مقابلہ میں ترجیح دیتے رہے اھ۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک اور پیشینگوئی بھی یاد آگئی۔ مولانا نے فتویٰ نویسی کا کام بھی حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں سپرد فرما رکھا تھا۔ ایک بار ایک طویل استفتاء کا ویسا ہی طویل اور مفصّل و مدلّل جواب لکھ کر مولاناؒ کی خدمت میں پیش کیا مولانا نے اُس کو پورا دیکھ کر اُس پر دستخط تو فرما دئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم کو فرصت بہت ہے اور ہم تو اُس وقت دیکھینگے جب خطوں کا ڈھیر کا ڈھیر تمھارے سامنے رکھا ہوگا اور پھر بھی تم اتنے لمبے لمبے جواب لکھو گے اھ۔ چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ اب خطوں کے ڈھیر کے ڈھیر ہی حضرت والا کے سامنے روزانہ ہوتے ہیں اور حضرت والا بہت مختصر جوابات تحریر فرماتے ہیں مگر نہایت جامع مانع اور بالکل کافی شافی اور سب پہلوؤں کو حاوی اور العاقل تکفیہ الاشارۃ کے پورے مصداق۔ مثلاً کوئی تنبیہی سوال فرما دیا جس سے خود بخود جواب سمجھ میں آگیا اور حضرت والا کا یہ طرز جواب طالب کے لئے نہایت نافع اور اوقع فی الذہن ثابت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اُلجھے ہوئے اور طویل طویل مضامین کے جوابات نہایت سہولت اور جامعیت کے ساتھ چند لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں اور روز کی ڈاک روز ختم فرما دیتے ہیں جس کا بہت ہی زیادہ اہتمام ہے اور اس میں بفضلہ کبھی تخلّف نہیں ہوتا۔ حالانکہ ڈاک لکھنے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے بالخصوص آج کل کہ بوجہ تبدیلی اوقات ریل ڈاک بہت دیر میں موصول ہوتی ہے۔ حالات و واقعات مذکورہ باب ہذا کا خلاصہ یہ نکلا کہ جس طرح آج حضرت والا بفضلہ تعالےٰ اشرف العلماء ہیں اسی زمانۂ طالب علمی میں بھی بفضلہ تعالےٰ اشرف الطلبہ تھے۔

Marfat.com

باب ششم

"اساتذۂ کرام"

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے اساتذہ کرام بھی ایسے عطا فرمائے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ غزالی اور رازی وقت تھا ان میں سے سب سے زیادہ مقتدر ہستی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل بھی تھے۔ حضرت والا نے مولانا ممدوح سے بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں اور زیادہ تر علوم عجیبہ و غریبہ انہیں سے حاصل فرمائے ہیں اور مولانا رح کے اکثر اقوال و احوال و حقائق و معارف نہایت لطف سے لیکر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ صبح درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسوؤں جاری ہیں دیگر اساتذہ جناب مولانا سید [illegible]

جناب مولوی صاحب جناب مولانا عبدعلی صاحب حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کتب کے اساتذہ کرام کے اسماء گرامی باب سابق میں مذکور ہو چکے ہیں حضرت والا نے فرمائش کی [illegible] آخر جناب قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے مقام مکہ معظمہ فرمائی تھی جو قاری عرب [illegible] بہت جید اور مسلم ماہر فن قاری تھے۔ اس زمانہ میں قرأت کی مشق کرنے والے [illegible] فن استاد سے اسقدر مشابہت پیدا ہو گئی تھی کہ جناب قاری صاحب حضرت والا کو [illegible] کہا کہ منزل پر قرأت کی مشق کرائیے تو بیٹے جو لوگ سنتے یہ تمیز نہ کر سکتے [illegible] پڑھ رہے ہیں یا شاگرد۔ اس سے حضرت والا کی قوت آخذہ کا پتہ چلتا ہے [illegible] کے بعد اساتذہ کاملین سے بدرجہ اتم اخذ کمالات کر لینے کا [illegible] تھے۔ اور حضرت والا نے فاضل مصائل قرأت [illegible] سوائے تالہ کتب فن سے بھی مناسبت ہو [illegible] حضرت والا فرمایا کرتے ہیں [illegible] تھے کہ میں قرأت آتی ہے اس لئے قاری صاحب سے پڑھا تھا [illegible] کہ ان سے [illegible]

Marfat.com

کتنی کسر ہے پھر اُس کسر کو نکالدیجیے گا۔ حالانکہ یہ مطلب نہ تھا بلکہ نفس کی استنادی تھی چنانچہ قا
صاحب نے رکوع سنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہوا چونکہ بہت ہی شفیق تھے فرمایا کہ بس تھوڑی سی
کسر ہے انشاء اللہ بہت جلد نکل جائے گی۔ حالانکہ مشق شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ (حو
وَلَا قُوَّۃَ ہمیں کچھ بھی نہیں آتا تھا۔ پھر سوچ سوچ کر بڑی شرمندگی ہوئی کہ ناحق ہی سنایا
حضرت والا قاری صاحب کا فرمایا ہوا ایک نہایت کام کا اصول بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ لہجہ
کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں صرف کی جائے کیونکہ
تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا۔ چنانچہ گو قاری صاحب سے مشق کئے
ایک زمانہ گذر گیا اور وہ طرز بھی فراموش ہو گیا لیکن حضرت والا کا لہجہ باوجود کبھی کبھی
ہو جانے کے اب بھی اسقدر دلکش ہے کہ اس سے اہل دل بہت متاثر اور محظوظ ہوتے ہیں۔ یہاں تک
کہ ایک زندہ دل اور سلیم الفطرت فلسفی فاضل نے متاثر ہو کر یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کی
قرأت کو لے کر گراموفون میں بھر لیا جائے مگر چونکہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اس لئے ان کو منع فرما دیا گیا جب
حضرت والا پانی پت تشریف لے گئے تو وہاں کے قرآء نے بھی جن کو بجا طور پر اپنے مخارج
کی صحت پر ناز ہے حضرت والا کی صحت مخارج کی بہت تحسین فرمائی۔ لکھنؤ میں مولوی
عین القضاۃ صاحب رح نے جنھوں نے بہت اعلیٰ پیمانہ پر قرآت کا مدرسہ قائم فرمایا تھا اور
جو اب تک موجود ہے اتفاق سے فجر کی نماز میں حضرت والا کا قرآن شریف سنا اور سن کر
بہت اشتیاق کے ساتھ حضرت والا سے مستقلاً کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر فرمائی
چنانچہ حضرت والا نے خود ہی مولانا کی خدمت میں تشریف لیجا کر پورے تین رکوع سنائے
تاکہ ان کا جی بھر جائے۔ مولانا سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ ایک صاحب درد کا قول یاد آیا
خود احقر سے فرمایا کہ مولانا قرآن شریف کیا پڑھتے ہیں ذبح کرتے ہیں اور واقعی بعض مخصوص
اوقات میں تو اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً نماز فجر کی طویل قرآت میں یہاں تک کہ بعض
رقیق القلب مقتدیوں پر شدت کے ساتھ نماز میں گریہ بھی طاری ہو ہو جاتا ہے غرض اللہ تعالیٰ
نے حضرت والا کو ہر فن کے لئے ایسے اساتذہ کاملین عطا فرمائے تھے جو اپنا نظیر نہیں رکھتے
تھے اور حضرت والا پر ان کی اسقدر توجہات و عنایات تھیں کہ کسی دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں
اور حضرت والا کو بھی اپنے اساتذہ سے اتنا شدید تعلق تھا کہ دوسروں کو نہ تھا بس یوں کہا جائے
کہ عشق تھا چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا

Marfat.com

اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب و محبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا اور الحمد للہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آجکل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو۔ حضرت والا کی خدمت میں بیٹھنے والے اور ملفوظات سننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت والا سراپا ادب ہی ادب ہیں بفحوائے ع طرق العشق کلہ آداب۔ اور اس ادب بزرگان ہی کی بدولت حضرت والا کو یہ کمالات ظاہری و باطنی نصیب ہوئے ہیں۔ حسب الارشاد مولانا رومی رح ؎

از ادب پر نور است این فلک وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ط حضرت والا کے سامنے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح خاص طور پر بہت ہی زیادہ علوم و معارف بیان فرمایا کرتے تھے کیونکہ مولانا کو معلوم تھا کہ حضرت والا کو علوم سے دلچسپی بھی ہے۔ حقائق سے مناسبت بھی ہے اور غوامض کو سمجھتے بھی ہیں اور قدر بھی کرتے ہیں غرض مثنوی شریف کا یہ شعر صادق آتا تھا ؎

بالب و مساز خود گر جفتمے ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

چنانچہ ایک کم فہم شخص نے مولانا رح سے پوچھا کہ حیض کے زمانہ میں نمازوں کی تو قضا نہیں لیکن روزوں کی قضا ہے اس کی کیا وجہ۔ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کرو گے تو اتنی جوتیاں لگیں گی کہ سر پر ایک کبل بھی نہ ملے گی اس کو تو یہ جواب دیا اور پھر کسی موقع پر حضرت والا نے بھی پوچھا تو وجہ کی نہایت لطیف تقریر فرمائی۔ وہ شخص چونکہ اس تقریر کا اہل نہ تھا اس کو وہ جواب دیا کیونکہ ؎

فہم سخن نا نکند مستمع قوت سمع از متکلم بجو

حسب ارشاد حضرت مولانا رومی رح ؎

ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا بے نوا شد گرچہ دارد نے نوا

حضرت والا اکثر اپنے اساتذہ کرام کے علوم و احوال [illegible] فرماتے رہتے ہیں اور اس لطف کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ سننے والوں پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو ہو جاتی ہے اور اسلاف صالحین کا نمونہ پیش نظر ہو جاتا ہے ان کے فضائل بیان فرماتے اکثر یہ شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

اولئک ابائی فجئنی بمثلہم [illegible]

اور ان فضائل کو سننے کے وقت بس ساتھ کے ساتھ یہ مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان سب حضرات کی شانیں حضرت والا کی ذات کے اندر بین طور پر مجتمع ہیں بمصداق ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اس سے بھی حضرت والا کی قوت آخذہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے نیز حضرات اہل مدرسہ دیوبند کو دیکھ کر حضرت والا نے اپنا قدیم وضع کا غرارہ دار پائجامہ چھوڑ کر تنگ مہری کا پائجامہ پہننا اختیار کر لیا تھا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں ہی حضرت والا کی نہایت سادہ وضع اور نہایت سادہ معاشرت تھی چنانچہ ایک بار جبکہ تعطیل میں والد صاحب کی خدمت میں آئے ہوئے تھے یوں ہی سادگی کے ساتھ رضائی لپیٹ رکھی تھی باقاعدہ اوڑھے ہوئے نہ تھے کہ دونوں پلے برابر ہوں لٹکے ہوئے نہ ہوں والد صاحب نے اس ہیئت کو دیکھکر تنبیہ کی کہ میاں تمکو رضائی اوڑھنا بھی نہیں آتا گو حضرت والا اپنے والد ماجد کا بہت ہی ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی بہت تھے لیکن اسوقت ایسا اثر ہوا کہ بیساختہ منہ سے یہ نکلا کہ حضرت اگر آپ کو رضائی اوڑھنا ہی سکھانا تھا تو مجھکو مدرسہ دیوبند نہ بھیجتے وہاں تو کسی کو بھی رضائی اوڑھنا نہیں آتا سب ایسی ہی الول جلول ہیں اور گو حضرت والا کے والد ماجد بہت تیز مزاج تھے لیکن یہ سن کر خاموش رہے کچھ بولے نہیں اور اس کے بعد پھر حضرت والا کو کبھی ایسی باتوں پر نہیں ٹوکا ماشاء اللہ بہت ہی دانشمند اور فہیم تھے حقیقت سمجھ گئے۔ حضرت والا آجکل کے طالب علموں کی خوش لباسی اور بناؤ سنگار پر بہت ہی افسوس فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ یہ دلیل اس کی ہے کہ ان کی نظر عالی نہیں اور ان کو علم کا چسکا لگا نہیں ورنہ ایسی اوچھی باتوں اور ادنیٰ چیزوں کی طرف ہرگز التفات نہ ہوتا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں ایک بار جناب شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس میرٹھ کے جن کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے بھائی صاحب جناب حافظ شیخ عبدالکریم صاحب جو بزرگوں کے بہت معتقد تھے اور خود بھی حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت تھے بغرض زیارت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مدرسہ میں تشریف لائے حضرت والا کی وضع قطع اور طالب علمانہ رنگ دیکھکر حیرت ہو گئی بیساختہ مہتمم صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فنا فی الشیخ کر دیا غرض حضرت والا کو کمالات و برکات اساتذہ و اکابر کا بہت ہی شوق تھا اور ہر وقت یہی دھن رہتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا جو سب دیکھ رہے ہیں کہ حضرت والا کی ذات عالی صفات آج بحمد اللہ توجہات حضرات اکابر بینظیر

Marfat.com

کمالات کا مجموعہ ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

باب ہشتم

"درس و تدریس"

بعد فراغ درسیات حضرت والا چودہ سال تک بمقام کانپور درس و تدریس میں مشغول رہے اور اس درمیان میں اپنے مواعظ حسنہ اور تصانیف مفیدہ سے بھی وہاں کے مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ علاوہ بریں افتاء کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور فتووں کی نقل بھی مدرسہ میں محفوظ رکھی جاتی تھی جن کا ایک بڑا مجموعہ ہو گیا تھا۔

کانپور تشریف لانے کی صورت یہ ہوئی کہ مدرسہ فیض عام جو کانپور کا سب سے قدیم مدرسہ دینیہ تھا اس کے صدر مدرس جناب مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور اور جامع بالخصوص ماہر معقولات عالم تھے کسی وجہ سے ناراض ہو کر مدرسہ سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرا مدرسہ "دارالعلوم" قائم کر لیا۔ چونکہ طلبا میں ان کا بہت شہرہ تھا اس لئے ان کی جگہ بیٹھ کر درس دینے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی اور اسی وجہ سے وہاں جانے [illegible] تیار نہ ہوتا تھا لیکن چونکہ حضرت والا کو اس صورت حال کی خبر نہ تھی لہذا جب [illegible] ایک مدرس کی طلبی ہوئی تو اخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں باجازت والد ماجد [illegible] کرام [illegible] تشریف لے گئے [illegible] درس دینا شروع کر دیا [illegible] تھی جو کو اس وقت [illegible] کچھ کم نہ تھی لیکن حضرت والا [illegible] کے تمول کے [illegible] سے کچھ بھی نہ تھی [illegible] حضرت والا نے [illegible] فرماتے ہیں کہ جب کبھی طالب علمی میں سوچا کرتا تھا تو [illegible] روپیہ [illegible] مدرسی [illegible] پانچ روپیہ اپنے خرچ کے لئے [illegible] پانچ روپیہ گھر میں کے خرچ کے لئے [illegible] زیادہ [illegible] اس سے زیادہ [illegible] اپنے کو مستحق سمجھتا تھا [illegible] حضرت والا [illegible] آغاز تھے لیکن [illegible] شہرت [illegible]

Marfat.com

عام طور پر ہر دلعزیز ہو گئے حتیٰ کہ مولانا احمد حسن صاحبؒ بھی بہت محبت اور وقعت سے پیش آنے لگے جب حضرت والا کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی مدرسہ فیض عام میں بڑی بڑی کتابیں پڑھانے کو ملیں تو چونکہ اس سے قبل کبھی مدرسی کی ہی نہ تھی اور تحصیل علم بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ نہ کی تھی اس لئے بہت گھبرائے کہ یا اللہ میں ان کتابوں کو کیونکر پڑھا سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا کے بعد جو پڑھانے بیٹھے تو بفضلہ تعالیٰ کوئی دقت واقع نہ ہوئی اور بہت آسانی کے ساتھ پڑھاتے چلے گئے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً غیب سے حضرت والا کی تسلی اور ہمت افزائی ہوتی رہی چنانچہ دو خواب خود حضرت والا کے الفاظ میں اصدق الرؤیا سے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) احقر نے جب حدیث کا درس شروع کیا تو استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے اسطرح مشرف ہوا کہ میرے روبرو ایک جماعت صحیح بخاری پڑھنے والوں کی موجودہ ہے اور ایک نسخہ بخاری کا میرے سامنے ہے جس میں دیکھکر درس دیتا ہوں اور میرے برابر میں حضرت استاذی الممدوح تشریف رکھتے ہیں اور غالباً آپ کے پاس بھی ایک نسخہ بخاری شریف کا ہے اور میں جو بیان کرتا ہوں مولانا اس کی تقریر فرماتے ہیں۔ انتہی

(۲) ایک مقام ہے جیسے کانپور میں جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب بانی مدرسہ جامع العلوم کانپور کا چھوٹا مطبع وہاں کوئیں کے پاس حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہیں اور میں قریب ہوں۔ اس کے بعد سے مجھ کو مناسبت تفسیر کا ظن غالب ہو گیا اھ

اس مناسبت تفسیر کی بشارت حضرت والا کے پیر و مرشد نے بھی قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں بالتصریح دی تھی جس کا ذکر باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔

مدرسہ فیض عام میں تین چار ماہ کام کرنے کے بعد حضرت والا کا اس مدرسہ سے دل برداشتہ ہو گیا جس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ حضرت والا اپنے وعظوں میں چندہ کی تحریک نہ فرماتے تھے کیونکہ حضرت والا کو تحریک چندہ سے اس زمانہ میں بھی بوجہ غیرت کے سخت طبعی نفرت تھی جو اب تک موجود ہے بلکہ اس کو غیرت دینی کے بھی خلاف سمجھتے ہیں اور تحریک خاص کو تو بوجہ دباؤ کے جائز بھی نہیں سمجھتے غرض حضرت والا کا اسوقت بھی وہی رنگ طبیعت اور وہی طرز عمل تھا جواب ہے اراکین مدرسہ نے اس عدم تحریک چندہ کی آپس میں بیٹھکر کچھ شکایت کی۔ کسی نے اس کی اطلاع حضرت والا کو کر دی حضرت والا کو نہایت ناگوار ہوا اور جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے چندہ ہی

Marfat.com

کے لئے وعظ کہنا ہے تو میں چندہ اپنے ہی لئے کیوں نہ جمع کروں ۔ اور فرمایا کہ یہ کام میرا نہیں ہے بلکہ خود آراکین مدرسہ کا ہے میرا کام تو پڑھانا ہے ۔ اور اس پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اگر علماء سے پڑھانیکا بھی کام لیا جائے اور چندہ جمع کرنیکا بھی تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے اکبر بادشاہ نے خوش ہوکر کسی بھانڈ کو شاہی ہاتھی انعام میں دیدیا تھا ۔ اب وہ اس کو کھلائے کہاں سے ۔ بالآخر اس نے یہ ترکیب کی کہ اس کے گلے میں ایک ڈھول لٹکا کر شاہی سڑک پر چھوڑ دیا جہاں سے شاہی سواری نکلتی تھی ۔ بادشاہ نے جو دیکھا کہ شاہی ہاتھی اس طرح مارا مارا پھر رہا ہے تو بھانڈ کو بلاکر اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور میں یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا ۔ اگر اپنے گھر باندھتا تو پھر اس کو کھلاتا کہاں سے ۔ میرے پاس بھلا کیا رکھا ہے روز کمانا روز کھانا جب میں نے کوئی صورت نہ دیکھی تو گلے میں ڈھول ڈال کر اس کو چھوڑ دیا ۔ اور کہدیا کہ جا بہائی تو بھی میری طرح بس گا اور بجا مانگ اور کھا ۔ تو آپ لوگ بھی بس یہی چاہتے ہیں کہ ہم ہی پڑھائیں بھی اور ہم ہی چندہ مانگ مانگ کر اپنی تنخواہیں بھی وصول کریں ۔ گو یہ بنا بہت معقول بات تھی لیکن اراکین مدرسہ نے اس کا آپس میں چرچا کیا جو حضرت والا کو ناگوار ہوا اور استعفاء دیدیا ۔ انہوں نے بعد کو بہت معذرت بھی کی لیکن حضرت والا نے اس بناء پر کہ نا قدرے لوگ معلوم ہوتے ہیں ان سے میرا نباہ مشکل ہوگا رہنا منظور نہ فرمایا ۔

اس کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ذرا جوانی کے جوش وخروش کا بھی تھا اور اصل وجہ تو یہ تھی کہ نوکری ہی میرے مزاج کے خلاف تھی ۔ جب میں نے والد صاحب کو یہاں کی شکایت لکھی تو انہوں نے ان لوگوں کی سب باتوں کی توجیہات لکھکر بھیجیں اور لکھا کہ ابھی وہیں رہو علیحدگی اختیار کرنے میں فجلت مناسب نہیں کیونکہ میں تو نوکری مقصود ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے ۔ ہم نے تو محض اس لئے تم کو اجازت دیدی تھی کہ بچے ابھی کتابیں تازہ میں پڑھانے سے بچتہ ہوجائیں گی ۔ اگر تم نے نوکری چھوڑ دی تو پھر پڑھانے کا سلسلہ [illegible]

اور سب پڑھا لکھا نیا منیا ہوجائے گا کیونکہ بدون پابندی کے تم [illegible]

مدرسہ میں رہو گے تو پھر پابندی کرنی پڑے گی مگر چونکہ حضرت [illegible]

تھا لہذا مدرسہ فیض عام کا تعلق چھوڑ ہی دیا ۔ اور واپسی [illegible]

کہیں سے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مراد آبادی کی زیارت کرآئیں ورنہ پھر نہ جانے اس طرف کبھی آنا ہو یا نہ ہو ۔

چنانچہ حضرت والا گنج مراد آباد تشریف لے گئے ۔ ادھر تو حضرت والا روانہ ہوئے اور ادھر

جناب عبدالرحمٰن خانصاحب مرحوم و مغفور اور حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم و مغفور نے جن کو حضرت والا کے ساتھ بہت ہی محبت اور عقیدت ہوگئی تھی آپس میں مشورہ کیا کہ ایسے مولوی کہاں ملتے ہیں ان کو یہاں سے جانے نہ دیا جائے اور ان کے لئے ایک الگ مدرسہ کھولا جائے کیونکہ ہمارے شہر میں جتنے مدرسے ہیں ان میں زیادہ تر معقولات ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ ایک ایسے مدرسہ کی بھی سخت ضرورت ہے جس میں دینیات کا پورا نصاب ہو لہذا ان دونوں صاحبوں نے حضرت والا کی تنخواہ پچیس روپیہ ماہوار کا اس طرح انتظام کیا کہ بیس روپیہ ماہوار تو خانصاحب اور پانچ روپیہ ماہوار حاجی جی نے اپنے اپنے ذمہ رکھے پھر بعد کو چندہ بھی جمع کیا جانے لگا لیکن حضرت والا نے کبھی اپنی طرف سے چندہ کی تحریک نہیں کی۔ وہی دونوں صاحب اپنے طور پر تحریک کرتے رہے۔ غرض جب حضرت والا گنج مرادآباد سے واپس تشریف لائے تو ان دونوں صاحبوں نے اصرار کرکے روک لیا۔ اور حضرت والا جامع مسجد محلہ ٹپکاپور میں درس دینے لگے اور ایک نیا مدرسہ قائم ہوگیا اس مدرسہ کا نام جامع معقولات و دینیات ہونے کی بنا پر نیز جامع مسجد کی مناسبت سے حضرت والا نے "جامع العلوم" رکھا جو ابتک بفضلہ تعالیٰ اسی نام سے قائم ہے۔ شروع شروع میں طلبہ کو حضرت والا سے پڑھتے ہوئے شرم آتی تھی کیونکہ حضرت والا بالکل نوعمر اور سبزہ آغاز تھے۔ چنانچہ کئی سال تک طالب علم کم تعداد میں رہے پھر جب ڈاڑھی بڑی ہوگئی تو کثرت سے طلبہ آنے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں کانپور گیا ہوں تو گو اس وقت میری عمر بہت کم تھی مگر الحمدللہ ابتدا ہی سے وہاں کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ عمر بڑھنے سے کوئی بات بڑھی نہیں موافق اور مخالف سبھی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت ڈالدی تھی۔ جو مخالف مشرب کے تھے گو عقیدت تو تھی نہیں لیکن محبت ان کو بھی تھی اور مجھے محبت ہی کی زیادہ قدر ہوتی ہے کیونکہ محبت میں بے تکلفی اور برابر کا تعلق ہوتا ہے جس سے بڑی راحت رہتی ہے بخلاف اس کے عقیدت سے قلب پر گرانی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ بننا پڑتا ہے کہ کہیں عقیدت میں فرق نہ آجائے اور محبت تو عدم عقیدت کی حالت میں بھی نہیں جاتی۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کانپور والوں نے میرے ساتھ ایسی محبت اور تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا کہ میں اپنے وطن کو بھی بھول گیا۔ اور جتنا وہاں جی لگتا تھا اپنے وطن میں بھی نہ لگتا تھا اتنی محبت تھی کہ میں نے اپنے برتنوں پر بھی بجائے اپنے نام کے لفظ "کانپور" کھدوایا تھا اب بھی جو ان

Marfat.com

برتنوں کو دیکھ لیتا ہوں تو کانپور یاد آجاتا ہے اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا ایما نہ ہوتا تو میں تو عمر بھر بھی کانپور کو نہ چھوڑتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میری اتنی جو شہرت ہوئی تو وہ کانپور والوں ہی کی بدولت ہوئی ورنہ میں واقعی اس درجہ کا شخص ہرگز نہ تھا اور نہ اب ہوں۔ مجھے اب بھی کانپور والوں سے بہت محبت ہے اور میں اُن کا بہت ممنون ہوں۔ کچھ منجانب اللہ ان کے قلوب میں عام طور سے میرے ساتھ ایسی محبت ہوگئی تھی کہ اختلاف مشرب بھی اس سے مانع نہ رہا تھا۔ اھ۔ چنانچہ حضرت والا کو ابتداء جو ایک مولود شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا تو قیام نہ فرمایا کیونکہ اپنے حضرات کا معمول نہ تھا بس سارے مجمع میں صرف حضرت والا ہی تھے جو بیٹھے رہے باقی سب نے قیام کیا کیونکہ سب قیام کرنے والے ہی تھے حضرت والا کے ایک شاگرد نے عربی میں کہا کہ اسوقت بیٹھا رہنا مناسب نہیں لیکن حضرت والا نے نہیں مانا اور فرمایا لاطاعۃ للمخلوق بمعصیت الخالق پھر وہ شاگرد بھی بیٹھے رہے بعد کو معلوم ہوا کہ ایسے کئی موقعوں پر وہاں کے لوگ نہ کھڑے ہونے والوں کو پیٹ بھی چکے تھے کیونکہ انہیں اس امر میں بہت غلو تھا مگر حضرت والا سے کسی کو کچھ کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی کیونکہ قلوب میں عام طور سے بہت محبت وعظمت تھی البتہ کن انکھیوں سے برابر دیکھتے رہے بلکہ عبدالرحمٰن خاں صاحب کے صاحب زادے اور دیگر مقتدر صاحبان بھی باوجودیکہ اسی خیال کے تھے مگر کہنے لگے کہ اگر ہمیں یہ خبر ہوتی کہ مولانا نہیں کھڑے ہوئے تو ہم بھی نہ کھڑے ہوتے۔ اس سے حضرت والا کی محبوبیت کا اندازہ فرمالیا جائے کہ یہ حضرات اپنے مشرب کے خلاف بھی کرنے کو تیار تھے۔

حضرت والا نے کچھ دن کے بعد یہ چاہا کہ بلا اجرت تعلیم دوں کو متاخرین نے تنخواہ لیکر دینیات کی تعلیم دینے کے متعلق بضرورت دین جواز کا فتویٰ دیدیا ہے لیکن حضرت والا کو یہ پسند نہیں تھا اس لئے جامع العلوم کے تعلق کے زمانہ میں خیال پیدا ہوا کہ [illegible] عبدالمجید خاں صاحب مرحوم دہلوی کے یہاں جاکر فن طب حاصل کریں [illegible] تو بسر اوقات کریں اور محض وجہ اللہ علم دین پڑھائیں۔ چنانچہ والد [illegible] بخوشی اجازت دیدی اور چونکہ بہت محبت فرماتے تھے لکھا کہ [illegible] کی آمدنی تمہارے اخراجات کے لئے مقرر کئے دیتا ہوں [illegible] طب پڑھنی شروع کردی لیکن کانپور کے حضرات نے وہاں پہونچکر مدرسہ کے لئے حضرت والا کی بہت سخت ضرورت ظاہر کی اور بہ اصرار واپس تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا اور [illegible] جناب مولوی حکیم جمیل الدین صاحب غازیپوری نے جو [illegible] حضرت والا کے

Marfat.com

ہم سبق تھے نہایت زور دے کر یہ فرمایا کہ طب کا مشغلہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مطب کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ غرض حضرت والا نے قصد واپس فرمالیا لیکن چونکہ جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم باوجود اس کے نہایت مستغنی المزاج تھے اور حضرت والا نے صرف پندرہ دن ہی ان سے طب پڑھی تھی حضرت والا پر غایت درجہ شفقت وعنایت فرمانے لگے تھے اس لئے حضرت والا نے بطور خود ترک تحصیل طب کردینے کو خلاف تہذیب ومروت سمجھا۔ لہذا جو بلانے آئے تھے ان سے فرمایا کہ اگر حکیم صاحب اجازت دیدیں تو میں چلنے کو تیار ہوں چنانچہ حکیم صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ کہکر اجازت دیدی کہ خیر اگر اپنی ترقی کرنا نہیں چاہتے تو اختیار ہے چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت والا کانپور واپس تشریف لے آئے اور آکر پھر بدستور سابق درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حکیم مولوی جمیل الدین صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے مجکو یہ مشورہ دیکر میرے اوپر بڑا احسان کیا۔

جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم کو باوجود اتنے بڑے اور مشہور آدمی ہونے کے حضرت والا کے ساتھ اتنا تعلق ہوگیا تھا کہ جب حضرت والا تھانہ بھون آکر مقیم ہوئے تو حکیم صاحب تھانہ بھون آکر ملنے کا قصد کیا اور ایک تھانہ بھون کے صاحب سے جو دہلی میں رہتے تھے پوچھا کہ تھانہ جانے کے کیا قواعد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو آپ کے شاگرد ہیں آپ کے لئے قواعد کیسا ہونے تو فرمایا کہ نہیں بھائی استاد کی شاگردی الگ چیز ہے اور یہ راستہ الگ چیز ہے میں تو وہاں اسی طرح جاؤں گا جیسے معتقدین جاتے ہیں مگر بیچاروں کو آنے کا موقع ہی نہ مل سکا پھر کچھ ہی دن بعد انتقال ہوگیا۔ کیا انتہا ہے اس تواضع اور سلامت فطرت کی۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو حکیم صاحب کے انتقال کے بعد سنا تو بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھکو ان کے بیمار ہونے کا قبل انتقال معلوم ہوجاتا تو میں خود ہی پہونچکر ان سے عرض کرتا کہ لیجئے حضرت آپ کے لئے میرے پاس آنے کے بس یہ قواعد ہیں یعنی خود حاضر ہوگیا۔

اہل کانپور کو حضرت والا کی واپسی پر بیحد مسرت ہوئی اور گویا بزبان حال یہ شعر پڑھنے لگے

باز آمد شاہ من در کوے من باز آمد آب من در جوے من

اور حضرت والا کے پیر ومرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز نے بھی اس پر اپنے ایک مکتوب میں بہت اظہار مسرت فرمایا جس کا اقتباس باب "شرف بیعت واسترشاد

Marfat.com

باطنی" میں زیر عنوان "اقتباسات مکتوبات امدادیہ" ملاحظہ سے گذرے گا۔

حق تعالیٰ نے حضرت والا کو شروع ہی سے ایسی شان محبوبیت عطا فرمائی ہے کہ بچپن سے لیکر اب تک جہاں رہے بفضلہ تعالیٰ محبوب خلائق ہی ہو کر رہے حتیٰ کہ غیر مذہب والوں کو بھی حضرت والا کی جانب بے اختیار میلان اور کشش ہوتی رہی جس کے صدہا واقعات ہیں۔

حضرت والا نے جس کسی سے بھی ملتفت ہو کر دو باتیں فرمالیں بس گویا اس کا دل مٹھی میں آگیا۔ کانپور میں بھی محبوبیت کا وہ عالم تھا کہ بعض ثقہ لوگوں کو بھی یہ شبہ ہو گیا تھا کہ کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے۔ اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ مولانا کے پاس اور حضرت والا کے پاس ضرور کوئی تسخیر کا عمل ہے جبھی تو دونوں کی طرف ایک دنیا کھچی چلی آتی ہے اور حضرت والا کے بہت سر ہوئے کہ ہمیں بھی وہ عمل بتا دیجئے۔ حضرت والا نے ہر چند انکار کیا بلکہ قسم بھی کھائی کہ مجھکو تسخیر کا کوئی عمل نہیں آتا محض خدا کا فضل ہے کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈالدی ہے لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی اور برابر اصرار ہی کرتے رہے کہ نہیں بتا ہی دیجئے جب کسی طرح نہ مانے تو حضرت والا نے ان کو ذکر پاس انفاس بتا دیا کہ بس سب سے بڑا عمل یہ ہے۔

ایک بہت بوڑھے اور دبنگ پٹھان تھے جن کو شہر میں بڑی وجاہت حاصل تھی کیونکہ پہلے خود بھی رئیس تھے اور پھر ایک رئیس کے کارندہ ہو گئے تھے مگر آن بان وہی تھی اور سب کو ڈانٹ لیتے تھے۔ نام بھی ہزبر خاں تھا۔ ایک بار انہوں نے عشرہ محرم میں آکر حضرت والا سے کہا کہ یہاں کانپور میں شاہ سلامت اللہ صاحب کا دستور تھا کہ اس عشرہ میں شہادت نامہ پڑھا کرتے تھے آپ بھی پڑھیں اگر آپ نہ پڑھیں گے تو لوگوں کو بدگمانی ہوگی کہ یہ اس کے منکر ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ یہ تشبہ بالرافضہ میں داخل ہے ناجائز ہے۔ اس پر انہوں نے برا مانا کہ کہا [illegible]

ہم تو نفع اور مصلحت کی بات بتاتے ہیں اور اس کو بھی نہیں مانا جاتا [illegible]

کہ افسوس ہے جو بے علم ہیں وہ بھی آجکل اہل علم کو مشورہ دیتے [illegible] کے کام کیا کرو۔ اس پر وہ خفا ہو کر چلے گئے۔ تھوڑی دور جاکر پھر لوٹے اور کہا کہ بڑی مشکل سے ہماری بات بھی نہیں بنتے اور اب ہم جانا چاہتے ہیں تو بالے بھی نہیں دیتے قدم ہی نہیں اٹھتے جانے کیا کر دیا۔ پھر حضرت والا سے معافی چاہی اور جب معاف کرالیا تب ان کو اطمینان ہوا۔

Marfat.com

اسی طرح کانپور میں کاکوری کے ایک بہت معزز اور باوجاہت رئیس تھے جن کا نام منشی صفدر حسین تھا۔ ایسے آن بان کے تھے کہ کسی سے ملنے جلنے بھی نہ جاتے تھے اور ہمیشہ اپنے مکان کے سہ منزلہ حصہ پر رہتے تھے اور وہاں سے بہت کم اترتے تھے۔ بڑے دماغ دار تھے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت نعوذ باللہ بہت بدگمانی رکھتے تھے اور اپنی مجلس میں خلاف شان کلمات کہتے رہتے تھے۔ قاضی وصی الدین صاحب جو شہر میں کئی حیثیتوں سے معزز شخص تھے ایک دن حضرت والا کو ان کے پاس لیگئے اور کہا کہ آپ اپنے شبہات ان سے حل کر لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے شبہات تاریخی واقعات ہیں ان کو کون حل کر سکتا ہے پھر انہوں نے حدیث پڑھی۔ من سب اصحابی فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔ حضرت والا نے فوراً جواب دیا کہ یہ تو غیر صحابی کے لئے ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ یوں کہے کہ اگر کوئی ہمارے شہزادوں کو آنکھ بھر کر دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکلوالیں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر شہزادے بھی آپس میں لڑیں گے تو ان کی بھی یہی سزا ہوگی چاہے اور کوئی سزا ہو مگر یہ سزا ہرگز مراد نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی غیر شخص تیز نظر سے دیکھے گا تو اس کے لئے یہ سزا ہے۔ جب اس کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اپنی شرم اتارنے کے لئے ایک ہندو بنگالی بابو سے جو اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے طعن کے طور پر کہنے لگے کہ دیکھئے بابو صاحب ہمارے علماء ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا اور غالباً پکار کر فرمایا تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ غباوت سے کام لیا کریں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

چونکہ ان کو سب کے سامنے شرمندگی ہوئی اور بڑے آدمی تھے اس لئے حضرت والا نے بغایت حسن اخلاق اس کا کچھ تدارک فرمانا چاہا چونکہ وہ کچھ عملیات جانتے تھے اس لئے اون کی شرمندگی مٹانے کے لئے حضرت والا نے ان سے اپنی ایک احتیاج ظاہر کی کہ مجھے نیند بہت کم آتی ہے اس لئے کوئی عمل تجویز فرما دیجئے۔ اس فرمائش پر ان کی سب شرمندگی دھل گئی اور فوراً خوش ہو کر بولے کہ بہت اچھا میں پلیٹ پر کچھ لکھکر بھیجدیا کرونگا اس کو پی لیا کیجئے گا۔ چنانچہ کئی روز تک ان کے پاس پلیٹ بھیجی گئی اور وہ پلیٹ لکھ کر بھیجتے رہے پھر تو ان کو حضرت والا سے اتنا تعلق ہو گیا کہ گاہ گاہ اچھی اچھی چیزیں بھی پکوا کر تحفتہً بھیجا کرتے۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں کانپور میں ہمیشہ محلہ پیکا پور ہی میں رہا کیونکہ اس محلہ میں مدرسہ تھا۔ گو اس محلہ کے لوگ عموماً بہت آزاد اور بیباک مشہور تھے لیکن بہ نسبت اور محلہ کے

بہت سمجھ دار بھی تھے۔ میں ہمیشہ انہیں لوگوں میں رہا لیکن میرے ساتھ تو ان کا ہمیشہ نہایت محبت کا برتاؤ رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں بھی کسی امر میں ان کے ساتھ سختی نہ کرتا تھا اور کبھی میں نے ان سے کوئی طمع نہیں کی بلکہ خود ہی وہاں کے غرباء کی خاص خاص مواقع پر امداد کرتا رہتا تھا۔ ایک بار قحط پڑا تو حقوق جوار کی بناء پر میں نے کئی بار چندہ کر کے غرباکو اناج اور کپڑا تقسیم کیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لئے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں۔ طالب علم تو آزاد ہوتے ہی ہیں لیکر بلا نیاز دئے سب کھا پی گئے کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ناز تھا نیاز کیا دیتے۔ اس پر بڑی برہمی پھیلی۔ تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں۔ ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی کہ فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلئے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لیگئے اور اسوقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا شرعاً جائز کہاں ہے؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھکر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لیکر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا۔ پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو اس سے بھی انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں ہی کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے سب محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلہ والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب [illegible] حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی تھی۔ کانپور کے قیام کے بعض خاص خاص تعلق کانپور کی تفصیلات معلوم فرمانے کے لئے باب شرف بیعت و استفاضہ [illegible] باب کو حضرت والا کے طرز تعلیم کے متعلق کچھ مختصراً عرض کر کے ختم کر [illegible]

صفر ۱۳۰۱ھ میں حضرت والا کانپور تشریف لائے اور پورے چودہ برس تک ہر طرح کی خدمت دینی بذریعہ درس وتدریس اور مواعظ وتصانیف اور ارشاد وتلقین بجا لا کر یہ تعمیل ارشاد حضرت پیر و مرشد آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور کا تعلق قطع فرما کر اپنے وطن تھانہ بھون میں قیام پذیر ہو گئے جس کا حال باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی میں درج کیا جائے گا

Marfat.com

حضرت والا کا طرز تعلیم اس درجہ سلیس اور نفیس تھا کہ جو طالب علم دو چار سبق بھی حضرت والا سے پڑھ لیتا پھر کسی اور استاذ سے اُس کی تسلی نہ ہوتی۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں جب پڑھاتا تھا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کر کے پہلے سے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا تھا پھر پڑھاتا تھا اس لئے میری ساری تقریر نہایت سلیس اور سہل اور باترتیب ہوتی تھی جسکی وجہ سے مشکل سے مشکل مضامین بھی طالب علموں کے لئے بالکل پانی ہو جاتے تھے اور باآسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے گو مجھ کو تو سہل کر کے تقریر کرنے میں بہت تعجب ہوتا تھا لیکن طلبہ کو کسی مقام کے سمجھنے میں ذرا الجھن نہ ہوتی تھی چنانچہ صدرا میں ایک مشہور مقام ہے تناقض بالتکریر جو بہت ہی مشکل سمجھا جاتا ہے جب کتاب میں وہ مقام آیا تو میں نے قبل اس کے کہ طالب علم کو اس مقام کی اطلاع دوں اس کے مضمون کی ایک سلیس تقریر کر دی لیکن یہ نہیں معلوم ہونے دیا کہ یہ تقریر کس مشکل مقام کے متعلق ہے بلکہ یوں ہی سرسری طور پر اس مضمون کی تقریر کر دی۔ چونکہ میں نے بہت ہی سہل کر کے تقریر کی تھی طالب علم کی سمجھ میں خوب اچھی طرح آگئی۔ ان طالب علم کا نام مولوی فضل حق تھا وہ مدرسہ جامع العلوم سے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے اور بعد فراغ عرصہ تک قنوج میں مدرس بھی رہے جب انہوں نے اقرار کر لیا کہ میں خوب سمجھ گیا تب میں نے کہا کہ یہ وہی تو مقام تھا جس کو تناقض بالتکریر کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چونکے ہوئے تو میں نے کہا بس اب اب نہ ڈرو اب تو پار ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اب بتاؤ یہ بھی کوئی مشکل مقام تھا۔ انہوں نے کہا جی ہم کو تو طلبہ نے اس سے بہت ہی ڈرا رکھا تھا لیکن یہ تو کچھ بھی مشکل نہ نکلا اس پر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

مقام تو واقعی مشکل تھا لیکن میں نے اس کی تقریر ایسی بے فکری اور سلاست سے کی کہ نہایت سہولت کے ساتھ ان کی سمجھ میں آگئی۔ البتہ خود مجھ کو سہل کر کے بیان کرنے میں بہت تعب اٹھانا پڑا۔ دوسرے کا بوجھ میں نے اپنے اوپر لے لیا۔ اور میں پڑھانے میں ہمیشہ یہی کرتا تھا مگر آجکل اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت نہیں ڈالنا چاہتے۔ بات یہ ہے کہ شفقت نہیں۔ ہی محض ضابطہ پوری رہ گئی ہے۔ اتفاق سے مولوی فضل حق کے سالانہ تحریری امتحان میں تناقض بالتکریر ہی کے متعلق سوال کیا گیا۔ ممتحن مولانا عبدالغفار صاحب تھے جو کانپور کے ایک مشہور زکی اور بڑے عالم تھے چونکہ مولوی فضل حق نے اس مقام کو مجھ سے اچھی طرح سمجھ لیا تھا اس لئے انہوں نے

Marfat.com

اس کی اسقدر اچھی تقریر لکھی کہ مولانا کو بہت پسند آئی اور اس کی بڑی تحسین فرمائی نیز حضرات مدرسہ نے بھی اس کو طالب علموں کے لئے اسقدر مفید سمجھا کہ اس کو مدرسہ میں محفوظ رکھ لیا گیا اور واقعی وہ اسی قابل تھی۔ چنانچہ حال ہی میں میں نے اس کو بذریعہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی جو کچھ دن ہوئے جامع العلوم کے مدرس اول تھے کانپور میں تلاش بھی کرایا لیکن افسوس ہے وہ ملی ہی نہیں ورنہ وہ طالب علموں کے لئے بڑے کام کی چیز ہوتی اھ۔

احقر مولف نے اپنی اس موجودہ رخصت طویلہ میں حسب ایماء حضرت والا کچھ عربی پڑھنا شروع کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھکو فرصت نہیں ہے نہ قوت ورنہ میں خود آپ کو پڑھاتا اور بہت جلد چل نکلتے بالخصوص منطق کی اگر ایک کتاب بھی مجھ سے پڑھ لی جاتی تو پھر کسی دوسری کتاب کی چنداں ضرورت باقی نہ رہتی اور منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی اھ۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے پڑھاتے وقت ضرورت سے زائد کبھی تقریر نہیں کی صرف حل کتاب پر اکتفا کیا۔ زوائد سے طالب علموں کا کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔ اور میں اس کی تاکید اپنے ماتحت مدرسین پر بھی رکھتا تھا بلکہ کبھی کبھی جاکر ان کے پڑھانے کی جانچ بھی کیا کرتا تھا۔ اساتذہ زیادہ تر اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے نکات و دقائق کی تقریریں کیا کرتے ہیں جن سے کتاب کے اصل مطالب میں بھی خلط ہو جاتا ہے۔ بعض یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس قسم کی تقریریں نہ کی جائیں شائقین عبارت کے متعلق طلبہ کی تسلی نہیں ہوتی لیکن طلبہ کی یہ تسلی دیکھنی چاہیے یا ان کا نفع۔ اس کا نفع تو اتنی بات میں ہے کہ اصل کتاب کو اچھی طرح حل کر دیا جائے کیونکہ استعداد اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب استعداد پیدا ہو جائیگی تو پھر نکات و دقائق خود ہی سمجھ میں آنے لگیں گے۔ لہذا استاد کا مقصد یہی ہونا چاہئے اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جو نئے نئے طریقے مفتے و مشق تقریر و مناظرہ کے لئے نکلے ہیں ان کی ضرورت نہیں بلکہ یہ مضر ہیں۔ اس لئے کہ مفتے جب تک بجائے اس منتوجہ ہونے کے اسی کی تیاری میں رہتے ہیں۔ اول تو اس قسم کی مشق [illegible] ہو تو کہ جب کتابیں خوب اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں گی تو [illegible] ہی پیدا ہو جانے کی اور پھر کرلیں گے ہی شوق ہے تو جو طالب [illegible] اس سے تقریر کرالی جایا کرے۔ اس سے تقریر کی بھی مشق ہو جائے گی اور حل بھی ہو جائیں گی اھ۔ حضرت والا اپنے تجربہ کی بنا پر طالب علموں کو کبھی یہ ہدایت فرمایا کرتے ہیں کہ جس قدر تعین بالقوال والاستاد اور لوجہ پر [illegible]

Marfat.com

استعداد علمی حاصل ہو جائے گی اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جاہیں۔ بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے۔ پھر سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھے بلا سمجھے آگے نہ چلے اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو کسی دوسرے وقت سمجھ لے اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے بس ان تینوں التزامات کے بعد پھر بفکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے انشاءاللہ تعالیٰ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی یہ تینوں باتیں تو درجہ وجوب میں ہیں اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دوہرا لیا کرے الغرض حضرت والا فن درس وتدریس میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے بلکہ اب بھی مجلس شریف میں اکثر مضامین طلبہ کے کام کے بیان فرماتے رہتے ہیں اور ایسے ایسے نکات ودقائق علمیہ بیان ہوتے رہتے ہیں کہ بڑے بڑے اساتذہ ان سے مستفید ہو کر جاتے ہیں چنانچہ ایک بار جناب مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدت فیوضہم سے ان کے بعض احباب مدرسین نے کہا کہ تم تعطیلات میں تھانہ بھون کیوں جایا کرتے ہو یہیں رہ کر مطالعہ کتب کیوں نہیں کیا کرتے جس سے تمہاری معلومات علمیہ بڑھیں۔ مولانا محمد شفیع صاحب نے اس قول کو حضرت والا سے نقل کیا تو حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا کہ منافع باطنیہ کو تو خیر رہنے دیجئے یہ بتائیے کہ یہاں کے تعلق کے بعد کتابوں کے پڑھانے میں بھی آپ کو بہ نسبت پہلے کے کچھ اعانت ہوتی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بہت زیادہ اعانت ہوتی اور کھلا فرق محسوس ہوتا ہے فرمایا کہ بس اب اس کا جواب یہی دیدیا کیجئے کہ میں وہاں مطالعہ ہی کے لئے جایا کرتا ہوں۔ واقعات وحالات مذکورہ باب ہذا سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کو افاضہ علوم ظاہریہ میں بھی اللہ تعالیٰ مہارت تامہ حاصل ہے۔ اور گو اب عرصہ دراز سے زیادہ تر ارشاد و افاضہ باطنی میں مشغول ہیں لیکن علوم ظاہریہ سے اب تک غایت درجہ دلچسپی ہے اور قلب میں اہل علم کی اس قدر عظمت ومحبت ہے کہ اپنے چھوٹوں کا بھی بہت ادب اور احترام فرماتے ہیں اور طالب علموں پر نہایت درجہ شفقت ہے۔ جب وہ دیوبند یا سہارنپور کے مدارس سے تعطیلوں میں کثرت سے آجاتے ہیں تو اپنے قواعد کو بھی کسی قدر نرم فرما دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک یہی فرقہ تو اپنی برادری ہے ان سے کیا قواعد برتے جائیں ہاں دوسری یہ بات ہے کہ کوئی اپنی اصلاح چاہنے لگے تو اس صورت میں البتہ سیاست ہی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے اگر کوئی طبیب سے مخلص ملنے آئے تو اس کو مشربت پلایا جاتا ہے اور اگر

Marfat.com

علاج کے لیئے آئے تو پھر کڑوی کڑوی دوائیں دیجاتی ہیں۔ اور پرہیزی کھانے بتائے جاتے ہیں نیز حضرت والا ہمیشہ اپنے کو طالب علم کہہ کہکر تحدث بالنعمۃ فرمایا کرتے ہیں۔ اور رسمی درویشی کے طالبوں سے فرما دیا کرتے ہیں کہ مجھے پیر جیون والی درویشی نہیں آتی۔ میں تو ایک طالب علم ہوں مجھسے تو قرآن و حدیث کی باتیں پوچھی جائیں مجھے تو سیدھا سادھا قرآن و حدیث ہی آتا ہے۔ اور میں تو اسی کو اصل درویشی سمجھتا ہوں۔ نیز علماء کی اشد ضرورت ظاہر فرمایا کرتے ہیں۔ کہ انہیں کے وجود پر دین کا دارو مدار ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ صوفیہ سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہیں کی بدولت انتظام دین قائم ہے۔ ورنہ کسی کو احکام دین اور ان کے حدود ہی کا پتہ نہ چلے درویشی تو اس کے بعد کی چیز ہے۔ اور بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے قلب میں محبت تو درویشوں کی زیادہ ہے مگر عظمت علماء کی۔ اسی طرح حضرات فقہا کی خدمات دینی کی بے انتہا تعریفیں فرمایا کرتے ہیں۔ اور غایت درجہ عظمت و احترام کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میرے دل میں حضرات صوفیہ کا تو ادب بڑے بھائی کا سا ہے۔ اور حضرات فقہا کا ادب باپ کا سا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی حضرات صوفیہ کے ساتھ چھوٹے بچے کا سا معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرات فقہاء کے ساتھ بڑے لڑکے کا سا کہ حرکتیں تو بچے کی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس کو بہت سی باتوں میں غیر مکلف ہی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کام بڑے لڑکے ہی سے لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات فقہاء کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ دین کی بڑی ہی خدمت کی ہے اور امت کے لئے دین کا راستہ بالکل صاف فرما گئے ہیں۔ ورنہ تاریک رہتا۔ قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے ایسے ایسے اصول مقرر فرما گئے ہیں کہ قیامت تک کے لیئے کافی ہو گئے ہیں۔ اور کوئی جیسی ہی نئی صورت پیش آئے اس کا حکم انہیں اصول پر بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے [illegible] امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی رحمت ہیں۔ حضرات فقہاء [illegible] حکماء امت ہیں۔ اھ۔ اب آخر میں سند فراغ کے متعلق [illegible] ہوتا ہے تاکہ حضرت والا کا اہتمام خدمت علوم دینیہ [illegible] درس و تدریس کے لئے ایک مفید دستور العمل [illegible] درسیات ہی کو سند فراغ دی جاتی ہے لیکن حضرت والا کا یہ خیال ہوا کہ اگر کوئی طالب علم بوجہ عدم مناسبت یا عدم دلچسپی یا قلت معقولات نہ پڑھے لیکن دینیات کی سب درسی کتابیں پڑھ لے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو سند فراغ نہ دی جائے [illegible]

Marfat.com

دی جاتی تھی لیکن فارغ دینیات کے سند کے عنوان میں بجائے لفظ درسیات کے لفظ دینیات ہوتا تھا۔ دونوں کی مطبوعہ سند کیساں تھی جس میں الفاظ بالا کی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی تھی تاکہ جس کو جس قسم کی سند دینی ہو اس کے مناسب لفظ درسیات یا دینیات لکھ دیا جائے جیسا کہ منقولہ ذیل نمونۂ سند سے واضح ہوگا۔ وھوھذا۔

سند البلاغ + الی کمال الفراغ + من الدرسیات + او من الدینیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔ واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔ ولیس فیقول الفقیر الی اللہ الغنی عجل اللہ من حل المشکلات انتھانوی عفی عنہ ما صنع وما کبر ان اللہ سبحانہ وتعالی سخر لی ھذہ الامۃ یبعث المنبہین علی الطلب فیھا ویسلو معلما للکتاب والسنۃ + فضلا انتفیا + ولکی یجل التشریع المعلوم والمنفی + وان اصل العلوم ھو الکتاب والسنۃ + وما علق فی تفصیل مجمل منھما الی القیاس واجماع الامۃ + ولکونھما باللغۃ العربیۃ + افتقر الی الفنون الادبیۃ + ولجمع شتات الفصول المتشتتۃ الحاجۃ الی الاصول + ولاقامۃ الحجۃ والبرھان + علی اھل الزیغ والطغیان + اضطر الی قادر من قواعد المیزان + فھذہ العلوم التی قل اشتیاق الناس الیھا + وارتباحھم بانبائھا ونظامھا + وبعد منھا فی احیاء الدین + واقامۃ مراسم الحق والیقین + وما علا ذلک من الفنون الفلسفیۃ + والخرافات المتصوفیۃ + فشوق لنفسہ جھل وشین + وکذب ومین + وانما یقصد بالتحصیل لغرضین + استعدادھما وھو لا یتجاوز الطالب البحث عن الشر + لیجتنب الضرر کما قال حذیفۃ رضی اللہ عنہ کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسئل عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الخ فکان معناہ القائل بقولہ شعر عرفت الشر لا للشر لکن لتوقیہ + ومن لا یعرف الشر من الناس یقع فیہ + وثانیھما ھو المتحدی الی غیرہ دفع مکائد الشر وسفاسفھم + وتقوائمھم + والقلب علیھم بکفتھم وحبائلھم + وارشادھم بقسیم

Marfat.com

وشجہم بعصیہم کما قیل شعر سلوا سیوف فلاسفۃ بفلاسفۃ + رضخوا بہا ہامات ال
فلاسفا + فالاخذ منہا وان کان احکم واشد (بالمحجمۃ) لکن فیہ خطر + والتوقی عنہا
اسلم واسد (بالہملجۃ) وہو طریق المحذر + وان اخی فی اللہ تام طالب علم کا ... قد رکب
الطریق الاشد (ان کان فارغا من الدرسیات) او الاسد (ان کان فارغا من البنیات)
وسلکہا بجہدہا وبذل وسعہ حتی بلغ مفاتیح الحل + من جمیع العلوم النافعۃ + والتحق بہی
للریب (بالتحتیۃ) رافعہ + (بمعنی المزیلۃ ان کان فارغا من الدرسیات) او للرتب (بالفوقیۃ)
رافعہ + (بمعنی المعلیۃ ان کان فارغا من البنیات) التی کتبہا بین الطلاب سنۃ ہورۃ +
وفی اخر ہذہ الورقۃ مذکورۃ + مدۃ اقامۃ فی ہذہ المدرسۃ + التی ہی بحمد اللہ
تعالی مغنمۃ للفضائل ومکسبۃ + وہی من سنۃ (کذا) ہ الی السنۃ کذا ہ ولم یزل
فی اوان تحصیل العلوم یقیم وظائف المدرسۃ والرسوم + من التدریس والامتحان
والافتاء والوعظ بالسنۃ والقرآن .. فوہو بحمد اللہ تعالی شاب صالح ذو وقف الی بنیاتہ
واخلاق جمیلۃ + حری بان عمم بعمامۃ الفضیلۃ + بحضرۃ العلماء الکرام + والمشائخ
العظام + اتباعا لسنۃ خیر الانام + علیہ افضل التحیۃ والسلام + وہی ما نقل فی
درامعارف عن الطبرانی قال (الراوی) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوی
والیا حتی یعممہ ویرخی سدلہا من بین الاکتاف + وقال ان الملئکۃ یوم بدر
واوصیہ وصیۃ المحب الی الحبیب + ان یجعل لتنویہا بشعارہ + والادب دثارہ + ان
من علماء الاخرۃ + ولا یبیع الدین بالدنیا فیرجع بصفقۃ خاسرۃ + ولا یتکبر علی من
العلم وذویہ + ویترفق بالمتعلمین فیما وہم لبیبہ + وان یتخلق بالحلم فی کل
العلم فی القلب کالماء فی الشط .. اسأل اللہ ان یلحقنی بہم + ویجعلنا فی جنۃ الفردوس رفیقا
یلحق بالصلحاء + وحسبنا فی جنۃ الفردوس رفیقا + ملک نبینا وسیدنا ومحمد
والمرسلین + وصلی اللہ علیہ وعلی ابائہ الاولین والاخرین ..

ہ وبہ ہ ستہ طیبہ فی شوال المکرم ... فی قول الفقیر ... فی ... فی ... فی ...
فوقانی وثالث تحتانی جہاد ایا بصیرا ... فی ... فی ... فی ... فی ...
فارغ عن البنیات والقوس کغیرہ ... فی ... فی ... فی ... فی ...
ہ الوارد ... علی ... فی ...

Marfat.com

سنۃ کذا مقام کذا اعدد کذا - وھا قد حان انجاز الوعد فی عد الزبر + وبختمھا بختم الاسطر (اسماء الکتب)

فارغین حدیث کو بھی سند دی جاتی تھی جو بصورت رسالہ مسمی بہ بیع سیارہ طبع کرا لی گئی تھی۔ اس میں صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک کی سندیں مذکور تھیں۔ چونکہ وہ سند طویل ہے اس لئے اس کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے فارغین کو علاوہ سند کے دستار بھی دی جاتی تھی جس پر طلب علم کا تمام مع مدرسہ وسن فراغ ریشم سے لکھا ہوا ہوتا تھا پہلے حافظوں اور ناظرہ خوانوں کو دستار نہ دی جاتی تھی لیکن حضرت والا کو خیال ہوا کہ جب فارغین حدیث کو دستار دی جاتی ہے تو فارغین قرآن کو کیوں نہ دی جایا کرے چنانچہ پھر ان دونوں کو بھی دستار دی جانے لگی۔ معقولات کے اہم مسائل میں حضرت والا کی خاص رائے تھی۔ جس کو بڑے بڑے اہل علم حضرات بھی بہت تحسین اور تصویب فرماتے تھے۔ ترک مدرسی کے بعد بھی قیام تھانہ بھون میں حضرت والا کا ایک عرصہ تک یہ معمول رہا کہ اپنے خاص تعلق والوں کو منطق کی کم از کم ابتدائی کتاب خود پڑھا دیتے تھے جس سے ان کو منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی تھی۔ پھر دوسری کتابوں میں کہیں نہ رکتے تھے حضرت والا نے کم فرصت طلب کیلئے ایک خاص مختصر نصاب بھی تجویز فرما دیا جس کا نام ضمان التکمیل فی زمان التعجیل ہے اس کے لئے دس نئی کتابیں بھی تصنیف کرنا پڑیں۔ جن کے مجموعہ کا نام تلخیصات عشرہ ہے اور اپنے بعض اعزہ کو اس کے مطابق خود تعلیم دیکر اس کے کافی ہونے کا تجربہ بھی فرما لیا ہے ان سب واقعات اور حالات سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت والا کو ترک تعلیم و تعلم اور اختیار و ولایت کے بعد بھی علوم ظاہرہ سے کس قدر دلچسپی رہی اور انکو دین کے لئے ان کو کس قدر ضروری قرار دیتے ہیں۔

باب نہم

از "تلامذہ"

باب سابق کے مطالعہ سے ناظرین کو یہ اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت والا نے پورے چودہ برس تک تھانہ بھون میں قیام فرما کر حسن و خوبی کے ساتھ درس و تدریس کے فیض کو جاری رکھا۔ اس دوران میں نزدیک و دور کے صدہا طلبہ نے حضرت والا سے علوم فاضلہ حاصل کئے

Marfat.com

جن میں سے کثیر التعداد حضرات باقاعدہ فارغ التحصیل ہو کر جامع معقولات و منقولات ہوئے اور ان سے زیادہ تعداد میں اہل علم حضرات نے سند حدیث حاصل کی۔ تلامذہ کی کل تعداد تو معلوم ہو نہ سکی اور بوجہ کثرت کے معلوم بھی نہیں ہو سکتی لیکن مدرسہ جامع العلوم کانپور کے دفتر سے حضرت والا کی صدر مدرسی کے زمانے کے فارغین کے اسماء گرامی معلوم کر کے ان کی ایک فہرست[عہ] سوانح ہذا کے آخر میں ملحق کر دی گئی ہے۔ اور بعد والوں کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ان فارغین میں سے بھی بعض مخصوص حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں جنکا ذیل میں بقدر ضرورت تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) جناب مولینا مولوی محمد اسحٰق صاحب بردوانی مدت فیوضہم العالیہ۔

آپ بڑے جید عالم ہیں۔ حضرت والا نے بوقت ترک مدرسی مدرسہ جامع علوم کانپور میں آپ ہی کو اپنا جانشین اور مدرس اول بنایا تھا۔ آپ مدرسہ کو ایک عرصہ تک حضرت والا ہی کے انداز خاص پر چلاتے رہے۔ پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس دینیات ہو کر تشریف لے گئے وہاں سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں خدمات منتقل ہو گئیں۔ اور کم و بیش پانچسو روپے مشاہرہ پر پہونچکر وہیں سے پنشن یاب ہوئے۔

اب طالبان علوم دینیہ کو لوجہ اللہ درس دینے میں مشغول ہیں۔ حافظہ ماشاء اللہ ایسا قوی ہے کہ دوران قیام کانپور میں باوجود مشاغل درس و تدریس صرف چھ مہینے کے اندر پورا کلام مجید حفظ فرمالیا اور جب کتب درسیہ پڑھاتے تو جو تقریر جو حکایت جو شعر جو لطیفہ جس سبق میں جس موقع پر جس انداز سے حضرت والا کی زبان مبارک سے سنے ہوئے تھے وہی خود بھی بہت ذوق و شوق سے لطف لے لیکر اور حضرت والا کا حوالہ دے دے کر بعینہ نقل فرماتے طالب علمی کے زمانہ میں نحو کی مشہور کتاب کافیہ پوری کی پوری حفظ کر لی تھی۔ اور اس کو بعد فراغ بھی دہراتے رہتے تھے تاکہ محفوظ رہے۔ حضرت والا نے طریق باطن میں بھی ان کو اپنا خلیفہ مجاز بنا دیا ہے۔

فیضہ و عمہ و تمہ

(۲) جناب مولانا مولوی محمد رشید صاحب کانپوری رحمۃ اللہ

آپ بڑے ذہین و ذکی اور نہایت خوش فہم [illegible] جامع العلوم کانپور میں حضرت والا کے [illegible] صاحب کو مدرس اول بنایا [illegible]

[illegible]

افتاء کا کام بھی نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ کیونکہ علم فقہ سے ان کو خاص مناسبت تھی۔ جب جناب مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے گئے تو کچھ دن بعد ان کو بھی وہیں بڑے مشاہرہ پر بلا لیا۔ زیادہ عمر نہ پائی مرض طاعون میں انتقال فرما گئے۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

(۳) جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ علیہ ساکن فتحپور ضلع بارہ بنکی۔

آپ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ حضرت والا کے سب سے پہلے خلیفہ مجاز تھے۔ فقہ سے بہت ہی زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض سوالات فقہیہ دریافت کرنے پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بھی تعریف فرمائی کہ ان کو فقہ سے اچھی مناسبت ہے ان کی مہارت فقہیہ اسی سے ظاہر ہے کہ بہشتی زیور کے اول کے پانچ حصے بام حضرت والا انہیں کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں جن سے ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ہوتے رہیں گے قبل تکمیل بہشتی زیور انتقال فرما گئے بہت ہی عمر پائی ورنہ اُن سے بڑا فیض ہو سکتا۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ

(۴) جناب مولانا مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ بڑے عالم باعمل اور نہایت لطیف الطبع ذہین و ذکی تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ اور تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار حضرت والا سے عرض کیا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس پر مواخذہ نہ فرمائیں کہ تو امتیاز یاد و متقی کیوں تھا۔ گو پیرزادے تھے لیکن بدعات و رسوم سے بہت نفور تھے۔ یہاں تک کہ مولود شریف کے مسئلہ میں اپنے والد ماجد سے [illegible] ان کے والد ماجد کو ایک نہایت ہی مؤثر خط لکھا جس میں اس مسئلہ کی حقیقت نہایت مدلل عنوان اور بہت مفصل اور مدلل کر کے تحریر فرمائی۔ اور سب خلافت دور ہو گیا حضرت مولانا گنگوہی بھی اس صلح سے بہت مسرور ہوئے۔ اور حضرت والا کو اس کی داد دی۔ وہ خط مکتوب محبوب القلوب کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ یہاں بالاختصار بس قدر طوالت مقام کے بہت اہتمام تھا اسی وجہ سے بہت کچھ اختلاف ہو گئے حضرت والا کو [illegible] الغرض مجاہدات کے متحمل نہیں اس لئے ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ذوق غالب کھانے سے باز نہ آئے۔ آخر میں تپ دق ہو گیا۔ اور امراض گوناگوں لاحق ہو گئے جن سے بعض، خال المتحیہ میں

بھی خلل واقع ہونے لگا۔ تو پھر بہت پچھتاتے تھے۔ اور حضرت والا سے عرض کرتے تھے کہ اگر ایک بار صحت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بہت آرام سے رہا کروں گا۔ اور خوب کھایا پیا کروں گا لیکن افسوس ہے کہ صحت نہ ہوئے اور جوانی ہی میں انتقال فرما گئے۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ

(۵) جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن بارہ ضلع الہ آباد

آپ حضرت والا کے تلامذہ میں سب سے پہلے فارغ التحصیل تھے۔ نہایت قابل عالم تھے سالانہ امتحان میں "مثناۃ بالتکریر" کی ایسی اچھی تقریر لکھی تھی کہ ممتحن اور حضرات مدرسہ نے بہت پسند فرمائی۔ یہاں تک کہ مدرسہ میں محفوظ رکھ لی گئی۔ ایک عرصہ تک مئو ناتھ میں مدرس رہکر انتقال فرما گئے اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی الجنۃ۔

(۶) جناب مولانا مولوی شاہ لطف رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن فتحپور ضلع بارہ بنکی۔

شاہ صاحب نہایت ذہین ذکی اور فہیم و عاقل اور ذی استعداد عالم اور نہایت قوی الحال ذاکر و شاغل درویش تھے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز سے بذریعہ خط بیعت ہوئے تھے لیکن تعلیم حضرت والا ہی کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ حضرت والا سے خلیفہ مجاز بھی ہوئے ان بزرگ کا اس زمانہ غلبہ تھا کہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ایسے زیردست آثار بزرگ کسی میں نہیں دیکھے وجد و حال میں ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور چیخے چلا اٹھتے تھے۔ جب حضرت والا نے اپنے [illegible] تو شاہ صاحب [illegible] کتابیں پڑھتے تھے شریک جلسہ ہوا کرتے اور اثنا پڑھتے پڑھتے احوال [illegible] طاری ہوتے اور [illegible] ہونے لگتا تھا [illegible] حضرت والا [illegible] رسالہ قصد السبیل [illegible] تعلیم آپ ہی سے کی جس [illegible] سے ایسے [illegible] کچھ تبرکاً گفتگو ہوئی تھی [illegible] حضرت والا کی خدمت [illegible]

حضرت والا کی خدمت میں آپ سے [illegible] زیادہ نہیں ہو سکا [illegible]

(۷) جناب مولانا مولوی [illegible] صاحب بنارسی دست فیض [illegible]

آپ [illegible] بڑے [illegible] تھے [illegible] اس سے [illegible] نہایت دیندار [illegible] اپنے [illegible] تعلیم [illegible]

Marfat.com

کی استعداد علمی بہت اعلیٰ پایہ کی ہے۔ حضرت والا کے مواعظ کو تقریر کی روانی کے وقت بھی بلا تکلف قلم برداشتہ عربی عبارت میں ضبط کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ عربی الفاظ بہت جامع اور مختصر ہوتے ہیں۔ پھر بعد کو اس کی اردو کر لیتے ہیں۔ آپ نے مناجات مقبول کے عربی حصہ کا اردو ترجمہ ایسا نفیس اور معنی خیز کیا ہے کہ حضرت والا اس کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا کہ اول خود اپنے ذہن میں اس کے کسی فقرہ کا ترجمہ سوچا۔ پھر حکیم صاحب کے ترجمہ سے ملایا تو ہمیشہ حکیم ہی صاحب کے ترجمہ کو بڑھا ہوا پایا۔

سب سے پہلے حضرت والا کے مواعظ کو قلمبند کرنا آپ ہی نے شروع فرمایا تھا۔ جو امت مرحومہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ثابت ہوا۔ اور پھر صدہا مواعظ قلمبند ہو کر شائع ہوئے جس سے مسلمانوں کو اتنا نفع ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ آپ کے قلمبند کئے ہوئے مواعظ بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ نے حضرت والا کی مشہور تصنیف "الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ" کی جو نو تعلیم یافتوں کے شبہات کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔ ایک نہایت نفیس شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی قابلیت اور علوم عقلیہ میں مہارت بخوبی واضح ہے۔ آپ نے حضرت والا کے رسالہ شوق وطن کی بھی تسہیل فرمائی ہے۔ آپ فن طب کے بھی ماہر ہیں۔ اور میرٹھ کے ایک مشہور اور حاذق طبیب ہیں۔ اور بہت سے نافع اور عجیب و غریب مرکبات کے موجد ہیں۔ آپ نہایت لطیف الطبع اور ذکی الحس ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کسی کی کشش تحریر ہی سے اخلاق اور مزاج کی کیفیت معلوم فرما لیتے ہیں۔ اور فاسق و متقی کے قارورہ میں فرق محسوس فرما لیتے ہیں۔ بہشتی زیور کے حصہ نہم اور بہشتی گوہر میں سب اصناف کے امراض کے متعلق اپنے خاص خاص مجربات بے دریغ تحریر فرما کر اور نہایت مفید مفید معالجات و تدبیرات طبیہ درج فرما کر آپ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ کیونکہ ان سے صدہا مریض صحتیاب ہوئے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء۔ طبی جوہر میں بمشورہ حضرت والا ادویہ مختلفہ کی حلت و حرمت کے متعلق احکام شرعیہ لکھ کر ایک بہت بڑی کمی کو پورا فرما دیا ہے۔ آپ اور بھی بہت سی کتب مفیدہ کے مصنف ہیں۔ مثلاً معلومات اشرفیہ۔ مجالس الحکمت، امثال عبرت وغیرہ۔ آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب روحانی بھی ہیں۔ اور حضرت والا کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو تقویٰ کا بہت ہی اہتمام ہے۔ اور دقیق دقیق شوائب نفس پر نظر ہے۔ صدق و خلوص آپ کا شعار اور عبدیت و انکسار آپ کا حال ہے۔ سفر حج میں موٹر چلانے والے نے نماز کے وقت جب کسی طرح موٹر نہ روکا تو حکیم صاحب

چلتی موٹر سے کودنے کیلئے تیار ہو گئے لیکن خدا کی شان موٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور خود بخود رک گیا اور اسطرح بفضلہ تعالیٰ حکیم صاحب کی برکت سے سب سواریوں کو اطمینان سے نماز پڑھنے کا موقع مل گیا۔ آپ کارہائے خیر کے بہت حریص ہیں طلبہ اور مساکین کا نہایت توجہ کے ساتھ مفت علاج کرتے ہیں نیز اپنے شناسا عازمان حج کو سفر میں کام آنیوالی دوائیں اور بعض دیگر کارآمد اشیاء مثلاً سمت کعبہ معلوم کرنیکا نقشہ وغیرہ اکثر ہدیۃً عطا فرماتے رہتے ہیں اور حقوق جوار و احباب کا بہت لحاظ فرماتے ہیں۔ بڑی عمر میں کلام مجید حفظ فرمایا اور حافظوں کو لقمہ دینے میں خاص طور سے ماہر ہیں۔ غرض آپکی ذات والا صفات مجموعۂ کمالات جلیلہ اور مخزن اوصاف جمیلہ ہے۔ اللھم ادم فیضہ وعمم وتمم

(۸) جناب مولانا مولوی سید اسحٰق علی صاحب کانپوری مدت فیوضہم العالیہ

آپ نہایت قابل اور ذی استعداد مدرسین میں سے ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں بڑے مشاہرہ پر عربی کے پروفیسر ہیں آپ نہایت سلیم الفطرت اور متواضع صاحب نسبت بزرگ اور حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حج بیت اللہ جاتے وقت حضرت والا کو ایک ایسا عریضہ لکھا تھا جس کے لفظ لفظ سے اشتیاق اور اس کے ساتھ ہی عبدیت و انکسار مترشح ہوتا تھا اور یہ شعر بھی نہایت خجلت و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند — تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

اور لکھا تھا کہ اس حالت میں حاضری بیت اللہ کی ہمت تو نہیں پڑتی لیکن فریضہ حج کی ادائیگی بھی لازمی ہے لہذا سرنگوں جا رہا ہوں۔ اللھم ادم فیضہ وعمم وتمم

(۹) جناب مولانا مولوی مظہر الحق صاحب ساکن رامو ضلع چاٹگام رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ بڑے ادیب اور نظم و نثر عربی و فارسی پر قادر تھے بنگال میں آپکی لیاقت کا شہرہ تھا اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی [illegible]

(۱۰) جناب مولانا مولوی سعید احمد صاحب اٹاوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ریاست گوالیار میں بعہدہ حج ممتاز تھے اور آپ گھر کے بھی بڑے رئیس تھے آپنے [illegible] کاموں میں حصہ لے لے کر دین کی بڑی خدمت کی۔ اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی [illegible]

نوٹ۔ یہ دسوں حضرات کاملین گویا [illegible]

اب آخر میں جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی مدت [illegible] حضرت ممدوح نے احقر کی درخواست پر اس امر کے متعلق لکھی [illegible] جناب مولانا [illegible] علیہ نے اور حضرت والا کے چھوٹے علاقی اجانی جناب [illegible] مولوی [illegible] صاحب نے حضرت والا سے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں وہ تحریر یہ ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ [illegible]

Marfat.com

ناچیز پر فائز فرمائی ہیں ایک نعمت عظمیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن کے زمانہ میں جبکہ میری عمر ۱۲-۱۳ سال کے درمیان تھی حضرت حکیم الامت مجدد الملت دامت برکاتہم سے شرف تلمذ عطا فرمایا۔ اس زمانہ میں حضرت والا بعد نماز مغرب اور گاہے بعد نماز فجر چند طلبہ کو جن میں برادرم مرحوم مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقصود تھے تجوید قرآن کی مشق کرایا کرتے تھے۔ یہ کمترین بھی مشق تجوید میں شریک ہوتا تھا اور رسالہ منضبط الطبع سبقاً سبقاً حضرت والا سے بھائی صاحب مرحوم کے ساتھ پڑھا اور کچھ حصہ المکررہ کا بھی پڑھا ہے۔ اسی زمانہ میں مولانا استاذنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم گنگوہی اور بھائی صاحب مرحوم بعد نماز عصر کے مثنوی شریف حضرت سے پڑھتے تھے یہ ناچیز بھی بالالتزام اس درس میں شریک ہوتا تھا پھر جب مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کچھ عرصہ کیلئے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے رخصت لیکر حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی کی خدمت میں رہنے کیلئے گنگوہ چلے گئے تو بندہ کے اسباق عربی میں التلخیصات العشر کا سبق حضرت حکیم الامت دام مجدہم کے پاس ہونے لگا بقیہ اسباق بھائی صاحب مرحوم کے پاس ہوتے تھے التلخیصات العشر میں سے تلخیص المنار مع المداد اور تلخیص المفتاح و تلخیص ہدایۃ الحکمت مع درایۃ العصمۃ و تلخیص المرقاۃ و تلخیص البدایۃ للغزالی و عشرہ طرس تلخیص آہ درس کا حضرت سے پڑھنا بخوبی یاد ہے بقیہ حصہ بھی خیال ہے کہ حضرت ہی سے احقر نے پڑھا ہے۔

برادرم مرحوم مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نصاب ضمان التکمیل کی تکمیل حضرت ہی کی خدمت میں کی ہے تیسیر الوصول۔ اور توضیح و تلویح اور شرح عقائد نسفی و جلالین شریف وغیرہ اس نصاب کی بڑی کتابیں اور کچھ کتابیں درس نظامی کی میرے سامنے حضرت سے انہوں نے پڑھی ہیں اور مثنوی شریف کی چند جلدیں بھی سبقاً سبقاً پڑھی تھیں یہ یاد نہیں کہ ۶ دفتر پورے ہو گئے تھے یا نہیں۔

محترمی و مکرمی جناب ماموں مظہر علی صاحب مظہر تھانوی حال اسسٹنٹ ڈائرکٹر سی۔ آئی۔ ڈی نے بھی حضرت سے نصاب ضمان التکمیل پڑھا ہے اور بہت اچھی طرح پورا پڑھا ہے کہ سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے اور انکی خداداد ذہانت سے درس کیونکر حضرت بعض وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ خدا کرے کہ یہ زمانہ پھر اپنا رنگ دکھلائے اور ممدوح موصوف پھر علوم اسلامیہ عربیہ و احادیث نبویہ کے مشتاق ہو کر اپنے اصلی مرکز کی طرف واپس آجائیں تاکہ حضرت والا نے جو تخم لگایا ہے وہ بار آور ہو اور اسکے ثمرات دنیا اور آخرت میں نمایاں ہوں آمین والسلام ظفر احمد عفا اللہ عنہ

غرض حضرت والا کے تلامذہ میں بڑے بڑے ذی استعداد اور بڑے بڑے تنخواہ دار جامع ظاہر و باطن اہل کمال ہوئے ہیں اور ہیں حضرت والا کو اپنے شاگردوں سے اسدرجہ محبت شفقت کا تعلق ہے کہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا تعلق مجھکو اپنے معتقدین سے نہیں کیونکہ معتقدین سے اتنی طبیعت کھلی ہوئی نہیں جتنی شاگردوں سے صحبت کھلی ہوئی اور بے تکلفی ہے اسلئے حضرت والا کے شاگردوں کو بھی حضرت والا کے ساتھ اپنے طالبعلمی کے زمانہ سے محبت بدرجہ عشق ہے۔

Marfat.com

غرض بڑے خوش قسمت ہیں وہ حضرات جنکو حضرت والا سے شرف تلمذ حاصل ہے، فطوبی لھم وحسنٰی لھم

باب دہم
"مواعظ حسنہ"

یہ ظاہر ہے کہ وعظ گوئی یا بالفاظ دیگر تبلیغ احکام الٰہیہ کا کام انبیاء علیہم السلام کی اہم ترین سنت جلیلہ ہے۔ لہذا جن حضرات علماء کرام کو ورثۃ الانبیاء بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے انکے اندر بھی حق تعالیٰ کیطرف سے یہ صفت خاص بدو فطرت ہی سے ودیعت فرما دیجاتی ہو بالخصوص ایک حکیم امت اور مجدد ملت میں تو اس صفت کا بدرجہ اتم ہونا بہت ہی ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت والا میں بفضلہ تعالیٰ وعظ گوئی کا خداداد ملکہ ابتدا ہی سے موجود ہے جسکے آثار بچپن ہی سے شروع ہو گئے تھے چنانچہ حضرت والا کا یہ ایک بچپن کا کھیل تھا کہ تنہائی میں بیٹھ کر کچھ پڑھ جاتے اور خطبہ کے طور پر کچھ پڑھ پڑھا کر اتر آتے جیسا کہ باب طفولیت میں مذکور ہو چکا ہے اور اب حضرت والا کا رس الواعظین ہونا ایسا ظاہر و باہر ہے کہ اس امر پر شاہد پر دلائل قائم کرنیکی بھی قطعاً ضرورت نہیں رہی مبارق ع آفتاب ہا دلیل آفتاب کیونکہ ایک دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اور اس کی تصدیق کر چکی ہے۔

چنانچہ صدہا مواعظ آن حضرت والا کے مجموعہ صورت میں موجود ہیں جنکو دیکھکر ہر شخص جب چاہے بسہولت بآسانی تصدیق کر سکتا ہے حالانکہ ان میں حضرت والا کے پورے الفاظ بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت والا کی تقریر اس درجہ روانی ہوتی ہے کہ کوئی کتنا ہی زود نویس کیوں نہ ہو اسکو لفظ بہ لفظ قلمبند کرنا ممکن نہیں ہے تاہم خاص حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے نہایت ہی برجستہ پر معنی فقرے ہوتے ہیں جو [illegible] ہوتا ہے اس کا لطف کچھ وہی خوب جانتے ہیں جنہوں نے [illegible] ہوتا ہو کہ کسی زبردست محقق اور جید عالم سے نہایت دقیق [illegible] بفید علمی و عملی مضمون پر نہایت مبسوط و مرلوط جامع مانع تقریر سنا کر اسکو بالتفصیل [illegible] واعظوں کی طرح نہیں کہ بیہودہ مضمون بے کیف بے ربط آتا جاتا کیا اسکو بھی [illegible]

حضرت والا کے مواعظ کے قابل قدر اور [illegible]

[illegible] حضرت والا کی طرف سے [illegible] مخلصین کی طرف سے کوئی سعی کی گئی ہو [illegible] عامہ ناظرین اس انتظام [illegible] سکے ہوں اور اس کوشش کے [illegible] کی جاتی ہیں [illegible] مواعظ [illegible]

حضرت والا کے [illegible] بیان کیا جاتا ہے

Marfat.com

شوق تھا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے ہم سبق کی ایک جماعت قائم کرکے ہر شب جمعہ کو نوبت بہ نوبت وعظ گوئی کی مشق کا انتظام فرمایا تھا گو اس انجمن کا کوئی نام نہ تھا لیکن کام باقاعدہ ہوتا تھا۔ آجکل کی انجمنوں کی طرح نہیں کہ نام تو لمبا چوڑا اور کام دیکھو تو برائے نام اور بہت تھوڑا۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کے بہت سے وعظ مدرسہ دیوبند میں ہوتے رہے۔

حضرت والا کا نکاح طالب علمی ہی کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ اس تقریب میں جب تھانہ بھون تشریف لانا ہوا تو حضرت والا کے والد ماجد نے حضرت کے ماموں جناب منشی واجد علی صاحب سے جمعہ کے روز جامع مسجد میں جانے کے وقت فرمایا کہ میں تو مشغولی کے سبب حوض والی مسجد میں جمعہ پڑھونگا۔ تم آج جامع مسجد میں اس سے بعد نماز جمعہ وعظ کہلوانا۔ انہوں نے حضرت والا سے کہا تو حضرت والا نے مارے شرم کے انکار کردیا لیکن انہوں نے نہ مانا اور خود بخود وعظ کا اعلان کردیا پھر تو مجبوراً حضرت والا کو وعظ کہنا ہی پڑا لیکن فرماتے تھے کہ مجھے اتنی شرم آئی کہ ممبر پر بھی نہیں بیٹھا بلکہ نیچے بیٹھکر اور نظریں نیچی کئے ہوئے سورہ بقر کی شروع آیات کا وعظ بیان فرمایا۔

حضرت والا نے اس کے بعد ہی قریب زمانہ میں خواب دیکھا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو انتقال فرمائے تقریباً دو سال گذر گئے تھے ایک موضع دو ہیڑو جو مظفر نگر اور چرتھاول کے درمیان واقع ہے اور جہاں حضرت مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مریدین تھے وہاں مسجد کے سامنے برگد کے نیچے جو اب تک موجود ہے ایک پلنگ کے اوپر تشریف فرما ہیں۔ حضرت والا بہت اشتیاق کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور پاس جا بیٹھے اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو آپ کے انتقال کا بہت صدمہ ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ مجھکو توجہ تمہارے ساتھ حالت حیات میں تھی وہی اب بھی ہے۔ پھر مولانا نے خواب ہی میں فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ حضرت والا نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا مبارک ہو۔ اھ۔ چونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور و معروف علامہ اور شیخ کامل تھے۔ اور تھانہ بھون میں اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ بظن غالب میرے وعظ کہنے ہی کی وجہ سے مجھکو خواب میں مولانا کی زیارت ہوئی۔

علاوہ طالب علمی کے خاص مشقی وعظوں کے حضرت والا کا سب سے پہلے عام وعظ غالباً یہی تھا جو بہ فرمائش والد ماجد جامع مسجد تھانہ بھون میں بہ عمر تخمیناً اٹھارہ سال فرمایا گیا۔ پھر تو ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ جب خسرال میں بمقام گنگوہ پہونچے اور اتفاق سے وہ زمانہ حضرت شیخ

Marfat.com

عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا تھا تو وہاں بھی لوگوں نے بہ اصرار وعظ کہلوایا جس میں بڑے بڑے پیرزادے بھی شریک تھے۔ حضرت والا نے اول خوب جوش و خروش کے ساتھ حضرات اولیاء اللہ کے فضائل بیان فرمائے۔ پھر بدعات کا رد فرمایا اور سماع مروج کی مضرّت بیان فرمائی۔ چونکہ حضرت والا کو اُس زمانۂ نوعمری میں بھی سب لوگ بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ باوجود اختلاف مشرب نماز بھی حضرت والا ہی سے پڑھواتے تھے اس لئے کسی نے بُرا نہ مانا اور برابر بیٹھے سنتے رہے۔ جب حضرت والا مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اس وقت البتہ ایک پیر جی نے صف سے جدا ہو کر اپنی نماز الگ پڑھی۔ بعد نماز ایک صاحب نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگوں کو بُرا کہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ پوچھا گیا کہ کون سے بزرگ کو بُرا کہا۔ بزرگوں کے تو فضائل ہی بیان کئے گئے تھے۔ کہا کہ ڈھولکی کو بُرا کہا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا ڈھولکی تمہاری بزرگ ہے۔ کہا ہاں ڈھولکی ہماری بزرگ ہے۔ اس پر بڑا قہقہہ ہوا۔ انہوں نے جوش میں آکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام بھی آکر اس کے خلاف کہیں گے تب بھی میں نہ مانوں گا۔ یہ سب لوگوں نے بلکہ خود پیرزادوں نے بھی ان کو بہت بُرا بھلا کہا اور کہا کہ یہ حضرات علماء ہیں ان کو حق ہے کہ شریعت کے احکام ہم کو بتائیں۔ صوفیوں نے ہمیشہ شریعت کا ادب کیا ہے اور احکام شریعت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا ہے اور کبھی مزاحمت نہیں کی اھ۔ غرض پیرزادوں نے بھی حضرت ہی کی حمایت کی۔ پھر ان معترض صاحب نے بعد کو لوگوں سے پوچھا کہ حبہ شریف کی بھی زیارت کی تھی؟ معلوم ہوا کی تھی۔ تو تھانہ بھون آکر حضرت والا سے معافی چاہی۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے پیرزادے بھی بہت غنیمت تھے کیونکہ واقف اللہ کرنے والے تھے گو غلطیوں میں مبتلا تھے مگر اللہ کے نام لینے کی برکت تھی اور آجکل دوکاندار ہی ہیں۔

حضرت والا نے وعظ کہنے کا کبھی کسی قسم کا معاوضہ نہیں [illegible] معاوضہ پیدا ہوئی۔ اس سے بھی اعراض فرمایا چنانچہ [illegible] خاں صاحب کی صاحبزادی صفیہ بیگم نے حضرت والا سے وعظ کہلوایا اور بعد ختم وعظ ایک خطیر رقم پیش کی۔ حضرت والا نے صاف انکار فرما دیا انہوں نے عرض کیا کہ یہ معاوضہ نہیں ہے فرمایا کہ نہیں تو معاوضہ ہی کی سی ہے دیکھنے والوں کو تو یہی شبہ ہوگا پھر کسی کو بلایا [illegible]

کہلوانے کی ہمت نہ ہوگی۔ پھر عرض کیا کہ کھانا نوش فرما لیجئے اس پر ارشاد فرمایا کہ گھر بھیج دیجئے تاکہ اس میں بھی معاوضہ کی سی صورت نہ پیدا ہو۔ کیونکہ میں مہمان دوسری جگہ ہوں۔ اور یہ بھی ان کی خاطر تھی کیونکہ ان کا مخلص ہونا ان کے قدیم برتاؤ سے معلوم تھا۔

حضرت والا جہاں سفر فرماتے وعظ ضرور فرماتے اور فرمایا کرتے کہ بلا وعظ کہے کسی جگہ جا کر روٹیاں کھانے میں شرم آتی۔ حضرت والا نے کبھی کسی خاص شخص کا فرمائشی مضمون وعظ میں نہیں اختیار فرمایا بلکہ منجانب اللہ عین وقت پر جو مضمون قلب میں وارد ہوا اسی کو بیان فرما دیا۔ البتہ اگر دوران وعظ میں فرمائشی مضمون ہی کے بیان کی ضرورت محسوس ہوئی یا اتفاقاً وہی مضمون معرض بیان میں آگیا تو اور بات ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے یہ فرمائش کی کہ وعظ میں ذرا ہولی والوں کی بھی خبر لیجئے گا۔ فرمایا کہ میں کسی کی خبر نہیں لیتا یہ میری عادت کے خلاف ہے۔ جو میری سمجھ میں آئیگا بیان کروں گا۔ بعض جگہ دو مدرسہ والوں میں باہم کشاکشی تھی۔ وہاں بھی رفع اختلاف کے لئے وعظ کہلوانا چاہا۔ لیکن حضرت والا نے اس مضمون پر کچھ بیان نہ فرمایا کیونکہ اختلافیات کے متعلق بیان کرنے میں یہ خرابی ہے کہ جس فریق کے خلاف روئے سخن ہوگا وہ سمجھے گا کہ یہ دوسرے فریق کی طرفداری کر رہے ہیں اور یہ خیال ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنی طرف کر لیا ہے لہذا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ وعظ میں سوائے مصلحت عامہ کے اور کوئی غرض نہ ہونی چاہئے۔ اور فرمائشی مضامین اکثر اغراض خاصہ پر مبنی ہوتے ہیں لہذا ان کا برا اثر ہوتا ہے۔

حضرت والا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جیسا ہو سکتا ہے برا بھلا بیان کر لیتا ہوں پہلے سے سوچنے یا کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا جو کچھ بیان ہوتا ہے وہ وقتی واردات ہوتے ہیں اسی لئے بیان میں آمد ہے۔ ایک دفعہ مجھے خیال پیدا ہوگیا کہ مجھ میں کچھ قوت بیانیہ یا علمائے بالغین کی سی نہیں کچھ تو کہہ ہی لیتا ہوں اسکے بعد ایک دن گرمی خام میں وعظ کہنے بیٹھا تو مطلق نہ چل سکا بہتیرا سوچ سوچ کر پھیر پھیر کر بیان کرنا چاہا مگر کچھ بیان نہ ہو سکا اور بالکل تقریر نہ چل سکی۔ کوئی مضمون ہی ذہن میں نہ آیا آخر پڑھکر اس کا ترجمہ کیا بس پھر طبیعت بند مراد نات پڑھا کر ترجمہ کرتا رہا اسی سے کچھ طبیعت کھلے اور آگے کو سلسلہ چلے لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہوا مجبور ہو کر میں نے چاہا کہ لاؤ کوئی مضمون پہلے کا بیان کیا ہوا ہی بیان کر دوں کیونکہ آخر بہت سے مضامین پہلے سے بیان کئے ہوئے تھے اور پڑھے ہوئے بھی تھے ہی لیکن اس وقت کوئی ایسا مضمون کسی طرح ذہن میں نہ آتا تھا اور ذہن کچھ کام ہی نہیں دیتا تھا اب سب نے معلوم ہوگیا کہ اس وقت مجھ کو وہ اصل چیز نہ

قدرت ہی نہیں رہی لہذا مجبور ہو کر میں نے مجمع سے کہدیا کہ صاحبو! اس وقت کوئی مضمون ہی ذہن میں نہیں آتا کیا بیان کروں بس آپ دعا کیجئے۔ چنانچہ دعا کر کے بیان ختم کر دیا۔ شروع کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔ شرم بھی آئی کہ وعظ کا سامان فرش چوکی وغیرہ سب کچھ ہوا لوگ بھی وعظ سننے کے لئے بہت اشتیاق کے ساتھ جمع ہوئے لیکن مجھ سے کچھ بیان ہی نہ ہو سکا سب کو تعجب تھا کیونکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہ تھا لیکن مجھے کچھ بھی تعجب نہ تھا کیونکہ مجھ کو معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے ناز کا علاج کیا ہے اور میرے اس خطرہ کا جواب دیا ہے جو مجھکو اس واقعہ سے قبل کبھی کبھی گذرتا تھا کہ مجھے بیان پر قدرت حاصل ہے اللہ تعالےٰ نے دکھلا دیا کہ یہ سب ہماری توفیق ہے ورنہ تمہیں کچھ بھی قدرت حاصل نہیں چنانچہ میں نے اس خیال سے توبہ کی بس پھر کبھی ایسا نہیں ہوا۔ عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ یہ صورت واقع ہوئی اللہ تعالیٰ نے عمر بھر کے لئے سبق دیدیا تاکہ کبھی وسوسہ بھی نہ آوے کہ ہم جب چاہیں بیان کر سکتے ہیں اور یہ دکھلا دیا کہ جو بیان ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوئے ہیں اھ۔

حضرت والا نے ہمیشہ خطبہ ماثورہ پڑھکر کسی آیت یا حدیث سے وعظ شروع فرمایا ہے۔ لیکن بیشتر آیات سے اور گاہ گاہ احادیث سے نیز حضرت والا نے گا گا کر اشعار پڑھنے یا مقفیٰ مسجع عبارت آرائی میں مثل عام واعظین کے محض وقت گذاری تو کبھی نہیں فرمائی ہمیشہ نہایت فصیح و بلیغ اور پر مغز و متین الفاظ میں وعظ بیان فرمایا۔ پھر بھی تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی کہ سامعین محو ہو کر رہ جاتے۔ یہاں تک کہ بعض مخالفین کہتے کہ وہاں نہ جاؤ وہ تو وعظ میں کچھ عمل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ اثر ہوتا تھا وہ محض حقانیت اور خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا جو حضرت والا کے بہت نمایاں اوصاف میں سے ہیں حضرت والا دوران وعظ میں عربی فارسی اور اردو کے اشعار ایسے برمحل پڑھتے کہ مضمون میں جان پڑ جاتی۔ اور سامعین بیساختہ پھڑک اٹھتے۔ اور یہ معلوم ہوتا کہ گویا یہ شعر اسی موقع کے لئے تصنیف کیا گیا تھا۔ گو حضرت والا نے اشعار یاد کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی مگر پھر بھی اس قدر اشعار زبان [illegible] ایک ذی علم نے تصانیف اور مواعظ سے جمع کئے تو تقریباً ایک [illegible]

حضرت والا نے اشعار کو کبھی موسیقی کے طرز پر نہیں پڑھا [illegible] ایسے تو بیساختگی کے ساتھ اپنے خاص دلکش طرز پر پڑھ دیا جس [illegible] طاری ہو گئی ایک عامی شخص کا قول [illegible] ایک دفعہ [illegible] وعظ کے [illegible] بہت اچھا ہے مگر [illegible] حضرت والا [illegible]

ہیں ڈوم نہیں ڈوم کی اولاد نہیں ڈوم کا شاگرد نہیں تمثیلات وحکایات کے بامو قع لانے میں تو وہ کمال حاصل ہے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ لطیفوں بلکہ بیہودہ بیہودہ اور فحش فحش حکایتوں سے بھی وہ نتائج اور نصائح مستنبط فرما لیتے ہیں کہ سبحان اللہ اور یہ لطائف وحکایات وتمثیلات کبھی مجمع کو رلا دیتی ہیں اور کبھی ہنسا دیتی ہیں۔ حضرت والا کا وعظ جملہ علوم عالیہ مقصودہ کو حاوی ہوتا ہے مگر تصوف کا رنگ سب پر غالب رہتا ہے اور ہر وعظ اسی پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت والا جہاں تشریف لیجاتے دور دراز سے لوگ آ آ کر زیارت کرتے اور پے در پے درخواستیں کر کے اپنے یہاں حضرت والا کو وعظ کہلوانے کے لئے لیجاتے قبل وعظ سامعین کا مجمع حضرت والا کے اشتیاق وانتظار میں بیٹھا ہوا گویا یوں مترنم ہوا کرتا تھا ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں بکشائے لب کہ فریاد از مردوزن برآید

اور دوران وعظ میں سارے مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری رہتا کان علی رؤسہم الطیر۔ بعض بڑے بڑے امراء اور اہل تنعم کو بھی دیکھا گیا کہ ان پر دھوپ آ آ گئی ہے مگر پھر بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اکثر وعظوں میں سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد تک طاری ہو ہو گیا ہے چنانچہ مدرسہ دار العلوم دیوبند کے بڑے جلسۂ دستار بندی میں تو حضرت والا کے وعظ میں ایک صاحب پر اسقدر شدید کیفیت وجدیہ طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو ہی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی بالکل درہم وبرہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔ کیونکہ وہ وجد میں لوگوں پر کودنے پھاندنے لگے تھے جس سے لوگوں کے چوٹیں لگنے لگیں اس لئے سب گھبرا کر منتشر ہو گئے۔ ایک صاحب جلسۂ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب وعظ کہکر حضرت والا تخت سے نیچے اترے تو قدموں پر گر کر لوٹنے لگے اور یہ بھی ہوش نہ رہا کہ اژدحام میں کچل جاؤں گا اور اس قدر گریہ ہوئے کہ غائبانہ حضرت والا ہی کے ساتھ یا دو ایک دن بعد ترک تعلقات کی نیت کر کے تھانہ بھون ہی آ پہونچے لیکن حضرت والا نے بوجہ عدم مناسبت ان کو بیعت میں قبول نہ فرمایا اور ایسے حضرات تو صدہا ہیں جو وعظوں سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے طالب مولیٰ اور تائب وتارک معاصی ہو گئے۔ اور یہ سب اثر اس کا ہے کہ حضرت والا کا ہر وعظ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں کسی کو کچھ نصیحت کرتا ہوں تو میں دل وجان سے چاہا کرتا ہوں کہ یہ ایسا ہی ہو جائے۔ نیز اکثر مضامین خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ اور احوال عالیہ کی حکایات ہوتے ہیں اس لئے حضرت والا کا ہر وعظ حضرت مولانا رومی رح کے اس شعر کا مصداق

اہوتا ہے ؎

بشنو ایدل دوستاں ہیں داستاں فی الحقیقت نقد حال ماست آں

چنانچہ خود حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امر قابل اصلاح محسوس کرتا ہوں تو اس کے متعلق وعظ کہدیتا ہوں اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ بیان کے وقت جوش بھی ہوتا ہے۔ جس سے قلب پر اثر پڑتا ہے نیز شرم بھی آتی ہے کہ جس بات کی نصیحت اوروں کو کر رہے ہیں خود بھی تو اس پر کاربند ہونا چاہیئے" وعظ العضب" اسی مصلحت سے کہا گیا تھا اھ۔ غرض حضرت والا کی ہر تقریر پر تاثیر خود حضرت والا ہی کے تاثرات قلبیہ کی ترجمان ہوتی ہے بقولے ؎

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل نواں شناخت رسوزیکہ در سخن باشد

بڑے بڑے معزز عہدہ داروں اور انگریزی دانوں کو خود احقر نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایسے واعظ ہیں جو ہر بات کو دلائل منطقی وعقلی سے ثابت کردیں۔ اور اس کے تجربہ کا بھی احقر کو بارہا اتفاق ہوا ہے کہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ سن سنکر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ بڑے بڑے طبقہ کے نوتعلیمیافتہ ہندوؤں عیسائیوں اور شیعوں پر بھی بیحد اثر ہوا ہے، یہاں تک کہ ایک بیاڑن قوم کا ہندو ماسٹر جو عموماً اپنے مذہب میں بہت سخت ہوتے ہیں حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ لیکر پڑھتا تھا اور شیعوں کے بعض مجتہدین تک احقر سے ایک صاحب کے ذریعہ منگوا منگوا کر پڑھتے تھے اور اپنی مجلسوں کو ان کے مضامین سے رونق دیتے تھے اور گرم کرتے تھے۔ ایک بائی پتی واعظ حضرت والا کو غائبانہ بہت دعائیں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے میری تو روزی کا سامان ہوگیا ہے میں نے دو تین وعظ زبانی یاد کر لئے ہیں بس انہیں کو جگہ جگہ جاکر سنا آتا ہوں خوب نذرانے ملتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بڑا بیدار مغز واعظ ہے احقر ایک بار ریل میں وعظ راحت القلوب اپنے جناب کو پڑھ کر سنا رہا تھا جس وقت لگے کہ یہ کتاب کسی بڑے قابل کی لکھی ہوئی ہے اسی طرح سفر نکون [illegible]

جہاز والا احقر کو مصنف سمجھکر کہنے لگا کہ اگر یہ شخص انگریز [illegible]

بھوپال میں ولایت کا ایک اعلیٰ [illegible] واعظ حضرت والا کو [illegible] تھا کہ میں نے بڑے بڑے لکچرر پیشہ والوں کے لکچر سنے اور [illegible] ولایت میں سنے ہیں لیکن ایسی بات نہیں سنی جیسی آج آپ کے بیان میں سنی [illegible] طویل بیان اور [illegible] تقریر کے [illegible]

ڈیگ ریاست بھرت پور میں ایک بڑا عہدہ دار نو تعلیم یافتہ آریہ حضرت والا کے وعظ کو سن کر کہنے لگا کہ مجھے حیرت تھی کہ ایک خالص مذہبی مسئلہ پر یعنی روزہ پر تو وعظ تھا لیکن ایسے مضامین تھے کہ ان کو ہر مذہب والا اپنے مذہبی اصول پر منطبق کر سکتا تھا۔ کانپور میں ایک وعظ کے بعد ایک معزز وکیل صاحب نے حضرت والا کو مخاطب کر کے بہت ہی جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا ؎

تو مکمل از کمال کیستی　　تو منور از جمال کیستی

حضرت والا نے اس کو نقل فرما کر فرمایا کہ میرے بھی جی میں تو آیا تھا کہ اس کے جواب میں یہ کہدوں ؎

من مکمل از کمال حاجیم　　من منور از جمال حاجیم

لیکن شرم آئی کہ کیوں خواہ مخواہ کمال اور جمال کا دعویٰ کروں۔ ایک بے تکلف وکیل صاحب نے ایک وعظ کے بعد کہا کہ آپ بھی کہاں مولویوں میں جا پھنسے۔ آپ تو اگر وکالت پاس کر لیتے تو وکیلوں میں آپ کا کوئی نظیر نہ ہوتا۔

ایک بار حضرت والا گنگوہ میں وعظ فرما رہے تھے اس وقت حضرت مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا فرماتے یہاں کیوں آئے ہو وہاں جاؤ حقانی وعظ ہو رہا ہے بسیط راس المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ وعظ تو ایسا ہوتا ہے کہ کہیں کسی کو نگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ غرض اس امر کی سیکڑوں شہادتیں موجود ہیں کہ آج وعظ گوئی میں حضرت والا کا کوئی نظیر نہیں جس کو وعظ سننے کا موقع نہ ملا ہو وہ حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ ہی کا مطالعہ کر کے اس امر کی بخوبی تصدیق کر سکتا ہے۔ حضرت والا کی خدمت میں آئے دن کثرت سے لوگ بذریعہ خطوط اطلاع دیتے رہتے ہیں کہ مطبوعہ مواعظ کے مطالعہ سے بیحد نفع ہوا اور بالکل کایا پلٹ ہی ہو گئی سیکڑوں انگریزی داں جو دین سے بالکل آزاد اور فیشن کے بیحد دلدادہ تھے مطالعۂ مواعظ کی برکت سے پکے دیندار اور پورے ملا بن گئے نہ کوٹ پتلون رہا نہ تصویر دار کمرہ رہا نہ کرزن فیشن رہا۔ ایسے بہت سے حضرات کو خود احقر بھی جانتا ہے جو کسی زمانہ میں سرتاپا انگریزی فیشن میں رہتے تھے اور ملحدانہ عقائد رکھتے تھے لیکن اتفاق سے حضرت والا کا کوئی وعظ نظر سے گذر گیا تو پھر ایسا چسکا لگا کہ سیکڑوں کی تعداد میں دیکھ ڈالے اور حالت کی بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی یہاں تک کہ حضرت والا کے مجاز طریقت ہو گئے۔ وعظ روح الارواح کو دیکھکر بعض درویش جو شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھتے تھے یہاں تک کہ نماز بھی نہ پڑھتے تھے وہ اپنے اس عقیدہ سے تائب ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ مولود شریف کے متعلق جو مواعظ ہیں اور جو شلج الصدور اور بدر البدور میں ایک

Marfat.com

جگہ بھی طبع ہو گئے ہیں ان کو دیکھکر بعض متشدد دین کی بھی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور عقائد درست ہو گئے یہاں تک کہ وہ اب دوسروں کی اصلاح عقائد کرنے لگے۔ گو نہ حضرت والا کی کبھی زیارت کی نہ رجوع کیا وعظ راحت القلوب سے بہت سے پریشانوں کی جن کی بوجہ مصائب زندگی تلخ ہو رہی تھی ڈھارس بندھ گئی اور متوجہ بحق ہو گئے۔ جو وعظ کسی کی موت پر بغرض تسلی فرمائے گئے تھے ان کا مطالع ایسے مواقع کے لئے بیحد تسلی بخش ثابت ہوا ہے۔

غرض حضرت والا کے مواعظ سے ہزار ہا بندگان خدا کو دینی و دنیوی علمی و عملی منافع پہونچے ہیں اور پہونچ رہے ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ اَللّٰھُمَّ عمم و تمم

جب شملہ جانا ہوا اور حضرت والا وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حسب معمول کپڑے بالکل سادہ تھے لیکن صاف ستھرے۔ ایک نو تعلیمیافتہ نے منتظم جلسہ سے جو ایک ریاست میں کرنیل تھے اور ان کے دوست تھے چپکے سے بطور طعن کے کہا کہ تمہارے علماء کا لباس کیسا ہے جیسے ابھی پائخانہ سے نکل کر آئے ہوں انہوں نے کہا کہ ابھی تو میں اس کا کچھ جواب نہیں دیتا ہاں وعظ کے بعد کہنا جو کچھ کہنا ہو اس وقت جواب دوں گا۔ جب وعظ ختم ہوا تو کرنیل صاحب نے اُن سے پوچھا کہ ہاں اب کہئے آپ کیا کہتے تھے اب وہ چپ کہا جی میری حماقت تھی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جیسا لباس ہے ویسا ہی وعظ بھی ہوگا۔ مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہی نکلا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا بیان تھا لباس سے ہرگز نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اتنا بڑا متبحر ہے۔

کسی شریک جلسہ نے یہ واقعہ حضرت والا سے بیان کر دیا حضرت والا نے دوسرے وعظ میں اوّل صاحب کے اچھی طرح کان کھولے مگر نہایت تہذیب اور لطافت سے۔ سبحان اللہ۔ جب وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کو ہم لوگوں کا لباس پسند نہیں آیا خیر میں اس وقت اس میں کلام نہیں کرتا کہ وعظ کہنے کے لئے [illegible] ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں یہ اپنا اپنا مذاق ہے۔ خیر میں ان صاحبوں کی [illegible] کہ واعظ کو اچھا ہی لباس پہن کر وعظ کہنا چاہئے اور اس کو اچھے لباس سے محبت ہوتی ہے اور متکلم کی وقعت [illegible] ہوتی ہے میں اس کا [illegible] مگر سوال یہ ہے کہ وہ لباس آخر سے کہاں سے نکلتا ہے کہ اپنے لباس کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہوگی جس کے لئے معمولیوں کی معمولہ آمدنی تو کافی ہو نہیں سکتی۔ اس کی اصل صورت یہ ہے کہ جہاں واعظ ہو وہاں کے [illegible] واعظوں کے لئے اپنی

Marfat.com

پسند کا لباس تیار رکھا کریں اور جب کوئی واعظ آئے بس وہی لباس پہنا کر اس سے وعظ کہلوا لیا جائے اور جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو اس لباس کو اتروا لیا جائے تاکہ اسی قسم کے دوسرے موقعوں پر پھر کام دے۔ چنانچہ اب میں اسی کا منتظر ہوں کہ مجوز صاحب ہم لوگوں کے لئے اس کا کیا انتظام فرماتے ہیں اور اگر انتظام نہ کیا تو پھر اُن کو ڈوب مرنا چاہئے (کل تقریر میں بس صرف یہ ایک کلمہ تیز تھا) وہ صاحب اس وقت وعظ میں موجود تھے بہت شرمندہ ہوئے۔

شملہ ہی کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ جناب مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مع چند دیگر حضرات علماء دیوبند کے حضرت والا کے ہمراہ تھے۔ شاہ صاحب سے بھی اعجاز قرآن کے متعلق وعظ کی فرمائش ہوئی۔ اُدہر علمی مضمون ادہر شاہ صاحب کا تبحر ایسے دقیق مضامین بیان فرمائے کہ سامعین کی سمجہہ ہی میں نہ آئے جن میں سے اکثر نو تعلیمیافتہ تھے۔ بعد وعظ انہوں نے بطور اعتراض کے آپس میں کہا کہ مولانا کو یہاں تشریف لانے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ مدرسہ دیوبند ہی میں بیٹھکر علماء کے سامنے کیوں نہ وعظ کہہ لیا۔ حضرت والا کو جب اس اعتراض کی اطلاع ملی تو دوسرے وقت اپنے وعظ میں اس اعتراض کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اعتراض ہی لغو ہے آپ لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ مضمون ہی آپ نے ایسا دیا تھا جو علمی تھا اور جس کو اتنا سہل نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سب سمجہہ سکیں اور جتنا سہل کیا جا سکتا تھا اتنا بھی قصداً نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت تھی ہمیں یہ بھی دکھلانا تھا کہ جب آپ علماء کے اردو کلام کو بھی نہیں سمجہہ سکتے تو قرآن و حدیث کو کیا سمجہہ سکتے ہیں۔ اور ان سے مسائل مستنبط کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ اب تو آپ کی سمجہہ میں آگیا ہوگا کہ امور دینیہ میں رائے زنی کرنے کے آپ صاحبان ہرگز اہل نہیں۔ اھ اس پر بھی معترضین بہت شرمندہ ہوئے۔

ایک جگہ مارواڑ میں ایک پیرزادے کسی عالم کو اپنے ساتھ اس غرض سے وعظ میں لائے تھے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی بات کہیں گے تو حضرت والا کے ساتھ مناظرہ کرائیں گے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ وعظ سُن کر انکے معتقدین کہیں برگشتہ نہ ہو جائیں حضرت والا کو اس کا علم بھی نہ تھا لیکن منجانب اللہ مناسب حال مضمون ہی معرض بیان میں آگیا لہذا دوران وعظ میں فرمایا کہ بزرگوں کی اولاد کا بھی حق ہے ان کی مالی خدمت ضرور کی جائے لیکن ان سے دین کی خدمت ہرگز نہ لی جائے اور مسئلہ مسائل پوچھنے کی انکو ہرگز زحمت نہ دیجائے یہ کام علماء سے لیا جائے کیونکہ وہ واقف ہیں لیکن علماء کی مالی خدمت نہ کی جائے کیونکہ اُن کو اس کی ضرورت ہی نہیں سب بقدر حاجت تحصیل معاش کر رہے ہیں اور اُن

Marfat.com

بزرگ زادوں کا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں لہذا مالی خدمت تو ان کی کیجائے اور کام علمائے سے لیا جائے اھ
یہ سُنکر وہ پیر صاحب خوش ہو گئے اور بعد وعظ بجائے مناظرہ کرانے کے حضرت والا کے ہاتھ چومے
حضرت والا نے اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا کہ وہ اس سے فضول خوش ہوئے یہ نہ سمجھے کہ میں نے
تو ان کی جڑ ہی کاٹ دی کیونکہ جس سے لوگ دین کی خدمت لیں گے اور فائدہ حاصل کریں گے اس کی
مالی خدمت کریں گے یا اُن کی۔

حضرت والا کا معمول تھا کہ کسی کی فرمائش سے وعظ کے لئے مضمون متعین نہ فرماتے بلکہ جس
جگہ جس مضمون کی واقعی ضرورت ہوتی اور عین وقت پر جو مضمون منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتا اسی کو
اختیار فرماتے اور بالخصوص مسائل اختلافیہ کے بیان سے تو بالقصد بہت ہی محترز رہتے۔ لیکن
جہاں استطراداً ذکر آجاتا تو پھر صاف صاف مگر نرم اور خوشگوار عنوان سے فرماتے۔ حضرت والا کو
اکثر مخالفین اہل حق اور بدعتی خیال کے لوگوں میں بھی وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن بفحوائے الحق یعلو
ولا یعلیٰ بعون اللہ تعالیٰ ہمیشہ غالب اور محبوب ہی رہے اور مخالفین مرعوب و مغلوب۔

چنانچہ جونپور میں قبل وعظ ڈاک سے ایک بیہودہ خط پہونچا جس میں چار مضمون تھے
ایک تو یہ کہ تم جلاہے ہو، دوسرے یہ کہ جاہل ہو تیسرے یہ کہ کافر ہو چوتھے یہ کہ سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت والا نے قبل وعظ مجمع کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ میں آپ صاحبوں سے ایک امر میں
مشورہ چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس قسم کا ایک خط میرے پاس آیا ہے پھر وہ خط سب کے سامنے پڑھکر
سنایا اور فرمایا کہ یہ جو لکھا ہے کہ تم جلاہے ہو تو اگر میں جلاہا ہوں بھی تو [illegible] میں
یہاں کوئی رشتے ناتے کرنے تو آیا نہیں۔ احکام الٰہی سنانے کے لئے [illegible] قومیت سے
کیا علاقہ دوسرے یہ چیز اختیاری بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس قوم میں چاہا پیدا فرما دیا۔
سب قومیں اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی ہیں اور سب اچھی ہیں اگر اعمال و اخلاق [illegible]
مسئلہ کی تحقیق تھی [illegible] واقعہ کی تحقیق [illegible] مسئلہ کی تحقیق [illegible]
ہی باقی نہیں [illegible] اگر کسی کو تحقیق واقعہ کا [illegible]
عمائد کے نام اور پتے لکھوانے دیتا ہوں [illegible] کہ میں جلاہا
ہوں یا کس قوم کا اور اگر مجھ پر اطمینان [illegible] میں جلاہا نہیں ہوں [illegible]
ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اجہل ہوں لیکن جو کچھ اپنے بزرگوں سے
سنا ہے اور کتابوں میں دیکھا ہے [illegible]

Marfat.com

اس پر عمل نہ کرے اور کافر ہونے کو جو لکھا ہے تو اس میں زیادہ قیل وقال کی حاجت نہیں میں آپ صاحبوں کے سامنے پڑھتا ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اگر میں نعوذ باللہ کافر تھا بھی تو بیجئے اب نہیں رہا۔

آخر میں سنبھل کر بیان کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ وعظ گوئی کوئی میرا پیشہ نہیں ہے۔ جب کوئی بہت اصرار کرتا ہے تو جیسا کچھ مجھے بیان کرنا آتا ہے بیان کر دیتا ہوں۔ اگر آپ صاحبان نہ چاہیں گے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا۔ رہا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کے متعلق صاف صاف عرض کئے دیتا ہوں کہ میری عادت خود ہی چھیڑ چھاڑ کی نہیں ہے قصداً کبھی کوئی ایسی بات نہیں بیان کرتا جس میں کسی گروہ کی دل آزاری ہو یا فساد پیدا ہو لیکن اگر اصول شرعیہ کی تحقیق کے ضمن میں کسی ایسے مسئلہ کے ذکر کی ضرورت ہی پیش آجاتی ہے جس کا رسوم بدعیہ سے تعلق ہے تو پھر میں رکتا بھی نہیں اس لئے کہ یہ صریح دین میں خیانت ہے۔ یہ سب باتیں سننے کے بعد اب بیان کے متعلق جو آپ صاحبوں کی رائے ہو اس سے مطلع کر دیا جائے اگر اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھ سے کہدیگا کہ بیان نہ کیا جائے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا۔ لیکن اس کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ ابھی تو مجھ کو بیان کرنے دیا جائے اور جب کوئی بات کسی کے خلاف طبع بیان کرنے لگوں فوراً مجھ کو روک دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھے روک دیگا میں اپنے بیان کو فوراً منقطع کر دوں گا اور بیٹھ جاؤنگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہی صاحب روک دیں جنھوں نے یہ خط بھیجا ہے یا اگر خود کہتے ہوئے انہیں شرم آئے یا ہمت نہ ہو تو چپکے سے کسی اور ہی کو سکھلا پڑھا دیں اُن کی طرف سے وہ مجھے روک دیں۔

یہ سن کر ایک پٹھان معقولی مولوی صاحب جو بدعتی خیال کے تھے اور جن کا وہاں بہت اثر تھا کڑک کر بولے کہ یہ خط لکھنے والا کوئی حرامزادہ ہے۔ آپ وعظ کہئے آپ کیسے فاروقی ہیں؟

حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایسی جگہ کا فاروقی ہوں جہاں کے فاروقیوں کو یہاں کے لوگ جلاہے سمجھتے ہیں۔

جب سارا مجمع خط لکھنے والے کو برا بھلا کہنے لگا خصوص وہ مولوی صاحب فحش فحش گالیاں دینے لگے تو حضرت والا نے روکا کہ گالیاں نہ دیجئے مسجد کا تو احترام کیجئے۔ پھر حضرت والا کا وعظ ہوا اور بہت زور دشور کا وعظ ہوا۔ اتفاق سے دوران وعظ میں بلا قصد ضمناً کسی تحقیق علمی کے کچھ رسوم و بدعات کا بھی ذکر چھڑ گیا پھر تو حضرت والا نے بلا خوف لَوْمَةَ لَائِمٍ خوب ہی رد کیا

Marfat.com

مگر حسب معمول نہایت تہذیب کے ساتھ اور غیر دل آزارانہ طریق پر۔ گو حضرت والا روک دینے کا عام اختیار دے چکے تھے لیکن کسی کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ بفحوائے ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دق نیست
ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

وہ معقولی مولوی صاحب شروع شروع میں تو بہت تحسین کرتے رہے اور بار بار سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے بلند کرتے رہے کیونکہ اس وقت تصوف کے رنگ پر بیان ہو رہا تھا لیکن جب رد بدعات ہونے لگا تو پھر چپ ہو گئے مگر بیٹھے سنتے رہے۔ یہ بھی خدا کا بڑا فضل تھا کیونکہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ ایسے کٹر اور سخت ہیں کہ جہاں کسی واعظ نے کوئی بات خلاف طبع کہی اور انہوں نے وہیں ہاتھ پکڑ کر منبر پر سے اتار دیا لیکن اس وقت دم نہیں مارا چپکے بیٹھے سنتے رہے۔ کچھ تو حضرت والا کا خدا داد رعب کچھ اپنے کہے کی پیچ۔ لیکن جب وعظ ختم ہوا اور مجمع رخصت ہونے کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس وقت ان مولوی صاحب نے حضرت والا سے کہا کہ ان مسائل کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر ایک دوسرے ذی اثر مولوی صاحب اور وہابی بدعتی ہی خیال کے تھے بڑھے اور جواب دینا چاہا لیکن حضرت والا نے انہیں روک دیا کہ خطاب مجھ سے ہے آپ جواب نہ دیں مجھے عرض کرنے دیں پھر حضرت والا نے ان معقولی مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے یہ بات پہلے مجھ سے نہ فرمائی ورنہ میں احتیاط کرتا اور میں نے تو جو کچھ بیان کیا ضروری ہی سمجھ کر بیان کیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو بیان ہو چکا لیکن ہاں ایک صورت اب بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ ابھی تو مجمع موجود ہے آپ پکار کر کہہ دیجئے کہ صاحبو اس بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر میں آپکی تکذیب نہ کروں گا اور آپ ہی کی بات اخیر رہیگی۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے۔ مولوی صاحب کو مجمع کے انداز سے اپنی اہانت کا اندیشہ ہوا اور وہ فوراً یہ کہکر رخصت ہوتے تسلیمات عرض

ان کے چلے جانے کے بعد سب لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے جب [illegible]
والا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ صاحبو ایک پردیسی کی وجہ سے آپ [illegible]
آج مچھلی شہر جا رہا ہوں اب آپ صاحبان یہ کریں۔ اور میں ان صاحب کو باقاعدہ خطاب کرتا ہوں جنہوں نے خط بھیجا ہے کہ وہ میرے بیان کا ذکر اور پھر دونوں راہیں سب کے سامنے ہوں گی۔ جو جس کو چاہے اختیار کرے فساد کی ہرگز ضرورت نہیں پھر ان دوسرے مولوی صاحب سے جو باوجود بدعتی خیال ہونے کے نہایت کیسلئے بڑھے تھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ صاحب آپ جانتے ہیں کہ [illegible]

Marfat.com

مولودیہ بھی ہوں قیامیہ بھی ہوں مگر انصاف اور حق یہ ہے کہ جو تحقیق آج مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے صحیح وہی ہے۔ غرض اس طرح وہ جلسہ ختم ہوا اور حضرت والا پہلی شہر تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے روز حضرت والا کے بیان کا ذکر آیا گیا مگر کسی پر اثر نہ ہوا سننے والے کہتے تھے کہ کل کے بیان کے سامنے یہ بیان ایسا ہے جیسے کوئی سنہ چڑھ ہا رہا ہو۔ ان واقعات کو بیان فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ بڑے بڑے مخالفین میں وعظ کہنے کا اتفاق ہوا لیکن کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا نہ کہیں کوئی بے آبروئی ہوئی یعنے ایسی جس کو عادۃً بے آبروئی سمجھا جاتا ہے۔ مختلف مقامات پر جانا ہوا اور مختلف الخیال لوگوں سے سابقہ رہا اور کہیں اپنے مشرب اور مسلک کو چھپایا نہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے سب جگہ عزت اور آرام ہی کے ساتھ عمر بھر رکھا البتہ صرف دو بار قدرے خلجان پیش آیا جو حد کلفت تک نہ پہونچا تھا۔ ایکبار جودھپور میں۔ ایک بار بمبئی میں (جس کا ذکر آگے آتا ہے مؤلف) اور وہ بھی غلط فہمیوں کی بنا پر ورنہ میں تو ایسے مقامات پر جہاں مخالفین کا غلبہ ہے اکثر مخالفین ہی کا مہمان ہوتا تھا اور وہ بہت خوشی کے ساتھ خود اصرار کر کر کے مہمان رکھتے تھے اور میری طرف سے بھی کبھی کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو ان کی دل آزاری کا باعث ہو۔

بمبئی میں بہت مخالفین ہیں مگر وہاں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ بیان کیجئے۔ میں نے وہاں بھی خوب کھل کر بیان کیا اور میں ہر جگہ کھلے بندوں آزادی کے ساتھ ادھر ادھر آتا جاتا تھا۔ تنہا بھی مجمع کے ساتھ بھی۔ بعض احباب نے بریلی میں منع بھی کیا کہ یہاں معاندین اور مخالفین کی بہت کثرت ہے حفاظت کا کچھ انتظام کر کے کہیں آنا جانا چاہئے۔ اس طرح ادھر ادھر نہ پھرنا چاہئے لیکن میں نے کہدیا کہ یہ سب فضول اوہام ہیں لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ۔ بلا حکم خدا کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر خدا ہی کو منظور ہو تو پھر لاکھ حفاظت کیجئے کیا ہو سکتا ہے اھ۔ اب جودھپور اور بمبئی میں جو خلجان پیش آیا تھا اس کا حال لکھا جاتا ہے۔

اول جودھپور کا واقعہ خود حضرت والا کی عبارت میں "خوان خلیل" (یعنی تذکرہ بعض حالات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ) مصنفہ حضرت والا مطبوعہ النور ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے نقل کیا جاتا ہے۔

ایک سفر میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح) کی معیت میں ایک ہموطن دوست کی طلب پر جودھپور جانا ہوا اور لوگوں کی درخواست پر احقر کے متعدد بیانات ہوئے جن سے بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور اہل بدعت کے خیالات میں بھی ایک درجہ میں نرمی اور حسن ظن پیدا ہو گیا۔ ہر بیان کے

ختم پر آیندہ بیان کے لئے لوگوں کی درخواست پر وقت اور موقع کا اعلان کر دیا جاتا تھا ایک شب میں ختم وعظ پر ان دوست صاحب نے ایسے موقع کے لئے اعلان کر دیا جہاں وعظ کی درخواست نہ تھی اور وہ محلہ تمامتر اہل فساد و اہل عناد کا تھا اپنے نزدیک اُنھوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ صبح کو جمعہ تھا اور اس محلہ کی مسجد میں جمعہ بھی ہوتا تھا تو ان کو خیال یہ ہوا کہ اس طرح سے اہل محلہ کے کان میں حق پہونچ جاوے گا مگر اس میں خرابی یہ ہوگئی کہ اوّل تو محلہ کے اکثر لوگ سخت مبتدع اور متعصّب تھے پھر خصوصیت کے ساتھ ان کو اُن دوست صاحب سے پہلے سے کچھ رنج بھی تھا۔ جس کا سبب جس طرح اہل محلہ کی کج فہمی تھی کسی قدر اُن دوست صاحب کی تیز زبانی بھی تھی ان لوگوں کو یہ اعلان نہایت ناگوار ہوا اور وہ یوں سمجھے کہ انھوں نے ہم کو زک دینے کے لئے یہ کارروائی کی ہے اور تہیّہ کر لیا کہ وعظ نہ ہونے دیں گے۔ ان دوست صاحب کو بھی قرائن سے اس کا خطرہ ضرور تھا انھوں نے یہ انتظام کیا کہ مجسٹریٹ صاحب کو جو کہ گلاڈھٹی کے رہنے والے اور خوش عقیدہ شخص تھے ایک درخواست دیدی کہ عین وقت پر پولیس کا انتظام کر دیا جاوے تاکہ کوئی فتنہ و فساد نہ ہو چنانچہ درخواست منظور ہو کر ایک سب انسپکٹر مع چند جوانوں کے حاضر رہنے کے لئے مامور ہوگئے ہم لوگوں کو اس کی اطلاع عین وقت پر ہوئی جبکہ جمعہ میں جانے کی تیاری کر رہے تھے میں نے اپنی طبیعت اور مذاق کے موافق یہ رائے قایم کی کہ ایسی تشویش کی جگہ جانا نہ چاہیئے اور تہیّہ وعظ کا دل سے نکال دیا اور اس رائے کو مجمع میں ظاہر کر دیا ان دوست صاحب نے تو یہ جواب دیا کہ سب لغو روایتیں ہیں اور یہ راوی جنھوں نے یہ حکایت کی تھی بزدل اور کم ہمت ہیں یہ ہر زبون سے ڈر جاتے ہیں ضرور چلنا چاہیئے اور مولانا نے فرمایا اگر ایسا ہو بھی تب بھی تبلیغ حق میں ایسے امور کی پروا نہ کرنا چاہیئے ان دوست کی رائے کی تو مجھکو کچھ وقعت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا منشا یہ ہے خیال میں دنیا تھی مگر مولانا کے ارشاد پر میں خاموش ہوگیا گو میری رائے اب بھی وہی تھی کہ یہ نامناسب وجہ سے موافقت کر لی ایک اس وجہ سے کہ منشار اس رائے کا دین ہے گو [illegible] میں موافقت واجب نہیں مگر ناجائز بھی نہیں دوسرے اس وجہ سے [illegible] تو میں کیا چیز ہوں کہ اپنی جان بچاؤں۔

غرض سارا مجمع وہاں پہونچا مگر رنگ بدلا ہوا پایا۔ کسی نے سلام کیا نہ کلام کیا اور امامت کیلئے تو کیا پوچھتے نماز سے فراغت ہوئی ان دوست صاحب نے اعلان کیا کہ وعظ ہوگا فوراً محلہ کے ایک شخص نے نہایت تند آواز سے کہا کہ وعظ نہ ہوگا پھر کیا تھا دونوں طرف سے آویزش ہوگئی اور اس قدر

Marfat.com

شور وغل ہوا کہ خدا کی پناہ ۔ جمعہ کی سنتیں بھی بھول گئے اور اس فرض میں مشغول ہو گئے میں ا
مولانا ایک کنارہ پر سنتیں پڑھنے لگے مگر مولانا تو مطمئن اور میں متفکر کہ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے او
پولیس کا کہیں نام و نشان نہیں یہاں تک اختلاف کی نوبت پہونچی کہ ایک شخص جاکر ممبر پر
بیٹھ گیا یہ سمجھا کہ جب ممبر پر میرا قبضہ ہو گا پھر وعظ کیسے ہوگا اسی سے جہل کا اندا
کرلیا جاوے ۔

ایک خاں صاحب ہمارے مجلین میں اسی مزاج کے تھے وہ خنجر لیکر اس ممبر نشین پر
حملہ آور ہوئے ایک خاں صاحب ٹونک کے جو سنجیدہ مزاج تھے اس وقت موجود تھے انہوں
نے حملہ آور صاحب کا پیچھے سے ہاتھ پکڑ لیا کہ یہ کیا کرتے ہو ابھی سب پھنس جاویں گے وہ
خفا ہو کر اس مجمع سے چلے گئے اور یہاں شور وغل کی وہی حالت ۔

جب میں سنتیں پڑھ چکا اور معلوم کرلیا کہ یہ سارا غیظ اس احتمال پر ہے کہ کہیں وعظ نہ ہونے
لگے تو میں نے اس فتنہ کے سرغنہ کو اپنے پاس بلایا ۔ غنیمت ہے کہ وہ آبیٹھے اور نہایت عفت
سے کہ کہیئے ۔ میں نے کہا کیا تم کو یہ شبہہ ہے کہ وعظ ہوگا ۔ سو سن لو وہ واعظ میں ہوں ا
میرا وعظ ایسا ارزاں نہیں ہے کہ کسی کے سر ہو کر کہوں ۔ میں تو بہت خوشامد کر اکر وعظ کہ
ہوں اور اس حالت میں تو میں کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتا تم اطمینان رکھو میں ہرگز وعظ نہ
کہوں گا بلکہ اتنا اگر تمام اہل مجلس بھی درخواست کریں تب بھی نہ کہوں اس پر احقر مؤلف کو حضرت
حافظ رح کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز ۔۔۔ دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد ۔ ۱۲

تم لڑنے مستعد اور یہ اعلان میرے مشورہ سے نہیں ہوا بلکہ خلاف مزاج ہوا ۔ یہ سنتے ہی وہ شخص ٹھنڈا ہو گیا
اور اس کے ٹھنڈے ہونے سے سب خاموش ہو گئے ۔ میں نے بواسطہ دوسرے شخص کے اس کے بعد
یہ قول سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی کیا بات ہے ان کی تو جوتیاں ہم اپنے سر پر رکھ لیں یہ سارا فساد
فلاں شخص کا ہے جس نے اپنی رائے سے اعلان کر دیا اور یہ بھی مسموع ہوا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم
کو وعظ ہونا ناگوار نہ تھا بلکہ یہ متغلبانہ تصرف ناگوار ہوا ہم کو خاص طور پر اطلاع کیجاتی تو ہم خود حاضر ہو کر وعظ
کی درخواست کرتے پھر آنے والوں کے لئے خاص طور پر فرش کا برف کا شربت کا انتظام کرتے اس
طرح سے ہماری سخت اہانت تھی جو ہم کو گوارا نہیں ہوا ۔

جب فضا میں سکون ہوا ہم لوگ مسجد سے واپس آرہے تھے کہ اسسٹنٹ کلکٹر صاحب مع گارد کے راستہ میں ملے کہنے

Marfat.com

لگے چلئے وعظ کہیئے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا موقع پر پہونچے ہیں یہاں تو خون ہو جاتا آپ کا آنا کس مصرف کا ہوا اور اب وعظ نہیں ہو سکتا۔ وعظ کیا ہوا کھیل ہوا یہ وہی بات ہوئی ع

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

اور وہ بات ہوئی ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

اس وقت مولانا مدظلہٗ فرما رہے تھے کہ راہ حق میں ایسی کلفت بھی کیسی لذت بخش ہے۔

یہ تو جودھپور کا واقعہ ہوا۔ اور بمبئی کا واقعہ بھی حضرت والا نے احقر کی درخواست پر اپنے قلم مبارک سے تحریر فرما کر احقر کو دیا اس کو بلفظہ نقل کرتا ہوں۔

بمبئی کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب چھوٹے گھر میں سے حج کر کے واپس ہوئیں اور مجھ کو تار سے بمبئی آنے کی تاریخ کی اطلاع ہوئی تو میں اور میرے ہمراہ ایک رئیس کہ ان کے گھر میں سے بھی حج سے آرہی تھیں لینے کے لئے بمبئی گئے۔ بمبئی میں میرا قیام حکیم محمد سعید صاحب کے مکان پر ہوتا تھا مگر وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ بمبئی کے ایک رہنے والے صاحب نے محبت سے اپنے مکان پر قیام کی درخواست کی جس کو میں نے منظور کر لیا۔ ساحل پر پہونچ کر دیکھا کہ وہ جہاز تو آگیا ہے مگر شام ہونے کے سبب مسافروں کو اترنے کی اجازت نہیں ہوئی واپس آکر اسی مکان میں شب گذارنے کے لئے آگئے۔ مغرب کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھی۔ اس زمانہ میں وہاں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا جس کے اشتہارات جا بجا چسپاں تھے اور اسی سلسلہ میں کچھ لوگ باہر سے آنے والے تھے بعض مفسدوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ اسی سلسلہ میں میں بھی آیا ہوں مفسدوں کا مذہب ہمیشہ سے یہ ہے ؎

چو حجت نماند جفائے را ۔۔۔ بہ پرخاموش درہم کشد روئے را

اسی قانون سے ایک مسلح جماعت بعد عشاء اس مکان میں آگئی اور آتے [illegible] حملہ کر دیا جس کو ان ہمراہی رئیس کے ملازم نے آگے بڑھ کر روکا [illegible] طرف ایک برآمدہ تھا اس میں ہو گیا اور صاحب مکان نے اسی برآمدہ میں آکر پولیس کو پکارا جس کے ساتھ فوراً ہی مفسدین فرار ہو گئے اور حق تعالیٰ نے سب کو محفوظ رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو شرکت مناظرہ کا دھوکا ہوا۔ صبح کو محبین نے کمشنر پولیس کو اطلاع کی اس نے کہا صاحب معاملہ کو ٹھہرنا پڑے گا اگر یہ گوارا ہو تو میں ان مفسدوں کا پورا انتظام کروں مجھ کو یہ [illegible]

وجہ سے منظور نہ ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ میں حجاج کو جلد گھر پہونچانا چاہتا تھا۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کا یہ فعل عمداً نہ تھا قتل خطا کی طرح قابل قصاص نہ تھا پھر ایسے مواخذات اپنے بزرگوں کی وضع کے بھی خلاف سمجھے۔ البتہ میں نے صبح کو مکان بدل دیا یعنی حکیم محمد سعید صاحب ہی کے مکان پر ہم لوگ اٹھ آئے نیز وہاں حجاج کو بھی ہر طرح کا آرام آسانی سے مل سکتا تھا۔ پھر حجاج کو جہاز سے اتار کر حکیم صاحب کے مکان میں ٹھہرا دیا اور ایک دو روز جتنا بھی وہاں قیام ہوا آزادانہ منظر عام پر پھرتا رہا اور اس لئے بھی کوئی خاص اندیشہ نہ تھا کیونکہ انکو دھوکا ہونا محقق ہو گیا تھا پھر امن و امان کے ساتھ اپنے وطن واپسی ہو گئی۔ یہ قصہ اتنا غلط مشہور ہوا کہ قتل تک کی روائیتیں پھیل گئیں تحقیق کے لئے دوستوں کے خطوط آئے واقعیت معلوم کر کے سب مطمئن ہو گئے۔ غرض بفضلہ تعالےٰ کسی سفر میں میرے کسی فعل سے کسی کو کوئی ناگواری یا برہمی نہیں ہوئی اور ان دو مقام (یعنی بمبئی اور جودھپور) میں جو ہوا غیروں کے سبب ہوا اور ان کے اثر سے بھی اللہ تعالےٰ کی حفاظت رہی۔

حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت پر مبنی ہوتا تھا۔ چنانچہ جودھپور میں چونکہ دیوبندیوں کو لوگ عموماً وہابی کہتے تھے اس لئے اپنے موافقین میں سے ایک خیر خواہ نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ یہاں وعظ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کئے جائیں۔ حضرت والا نے صاف انکار فرما دیا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں اپنی مصلحت کے لئے وعظ کہوں کہ لوگ مجھے حنفی سمجھیں حالانکہ وعظ ہونا چاہیئے سامعین کی مصلحت کے لئے۔ اسی طرح دار العلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہہ ہے وہ دور ہو یہ موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔ حضرت والا نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھکو مستحضر نہیں۔ اس پر حضرت والا سے فرمائش ہوئی کہ اگر وقت پر کچھ روایات یاد آجائیں تو ان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے ورنہ خیر چونکہ اکابر کی طرف سے اختیار ملگیا اس لئے حضرت والا نے حبِّ دنیا کے متعلق وعظ بیان فرمایا جس کی بوجہ ابتلاءِ عام سخت ضرورت تھی۔ اور عام مصلحت اسی کے بیان کو مقتضی تھی اور خاص بیان میں اپنے مجمع کی مصلحت تھی یعنی ان کو بدنامی سے بچانا اور ظاہر ہے کہ مصلحت عام مقدم ہوتی ہے مصلحت خاص پر نیز اس مضمون کے اختیار کرنے کا ایک اور بھی محرک تھا وہ یہ کہ اس جلسہ کے قریب ہی زمانہ میں حضرت والا سخت بیمار ہو گئے تھے یہانتک کہ شرکت جلسہ سے مایوسی ہو گئی تھی اور بظاہر کوئی صورت نہ تھی اسی حالت میں حضرت والا نے

Marfat.com

خواب دیکھا کہ میں جلسہ میں اس حدیث کا وعظ کہہ رہا ہوں حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ چنانچہ بالکل خلاف توقع عین وقت پر صحت بھی ہوگئی اور قوت بھی بقدر ضرورت آگئی اور اسی حدیث کا وعظ بیان فرمایا۔ غرض حضرت والا کا ہر وعظ اخلاص اور ضرورت واقعیہ پر مبنی ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ غیب سے اعانت ہوتی تھی اور سامعین بے حد متأثر و مستفید ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ امر تواتر کی حد تک پہونچ چکا ہے کہ حضرت والا کے مواعظ و ملفوظات سامعین کے اس قدر حسب حال ہوتے ہیں کہ گویا اس شعر کے مصداق ہیں ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

یہاں تک کہ اکثر طالبین کو حضرت والا پر کشف کا گمان ہوتا ہے جس کی حضرت والا بقسم نفی فرما کر اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو تو سب کے قلوب کا حال معلوم ہے جو جس کے دل میں ہوتا ہے اسی کے مناسب مضامین میرے قلب میں ڈال دیتے ہیں اور میری زبان سے ادا کرا دیتے ہیں جس سے ان کی تشفی ہو جاتی ہے۔ احقر کو خود اپنا واقعہ یاد آیا۔ الہ آباد کے وعظ میں وساوس کا ذکر تھا۔ یہ فرما رہے تھے کہ شیطان وساوس کو قلب میں اوپر سے ڈالتا ہے قلب کے اندر سے وساوس پیدا نہیں ہوتے جیسے غلّہ کسی کوٹھری میں لاکر بھر دیا جائے تو وہ غلہ کوٹھری کے اندر نہیں پیدا ہوا۔ پیدا تو کھیت میں ہوا ہے لیکن وہاں سے لاکر اس کوٹھری میں بھر دیا گیا ہے۔ اس مقام پر احقر کے دل میں یہ خیال آیا کہ معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ وساوس قلب کے اندر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں بس فوراً فرمایا کہ گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وساوس قلب کے اندر گھسے ہوئے ہیں لیکن یہ بات نہیں ہوتی بلکہ قلب کے اندر جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ محض انعکاس ہوتا ہے جیسے کسی آئینہ پر مکھی بیٹھی ہو تو دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ کے اندر سے اندر محض اس کا عکس ہوتا ہے دراصل وہ آئینہ کے اوپر ہی اوپر رہتی ہے پوری تسلی ہوگئی۔

حضرت والا کے وعظ کے مبنی بر اخلاص ہونے پر یاد آیا کہ الہ آباد کے وعظ کا الہ آباد میں اشتہار ہوا اشتیاق میں بہت مجمع جمع ہو گیا لیکن مولوی سلیمان صاحب پہلواروی نے حضرت والا سے اجازت لیکر قبل حضرت والا کے وعظ کے کچھ بیان کرنا شروع کیا اور انکی تقریر بہت مفصل و مطول ہوگئی اس کے بعد حضرت والا نے باوجود سامعین کے بے حد اصرار کے بیان فرمانے سے اس بنا پر انکار فرما دیا کہ مولانا نے ضروری باتیں تو سب بیان فرما دی ہیں اب

Marfat.com

بیان کی کیا ضرورت ہے اب جو مجھ سے اصرار ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میں ڈھونڈ کر ایسے مضامین بیان کروں جو مولانا کے بیان سے رہ گئے ہوں اور ان سے اچھے ہوں یہ تو ایک معارضہ اور مقابلہ کی سی صورت ہے لہذا اب میں بیان نہ کرونگا۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا اخلاص ہے اور دوسرے علماء کی کسقدر رعایت ہے۔ یہ واقعہ جناب شیخ محمد عمر صاحب الہ آبادی نے جو مولانا محمد حسین صاحبؒ الہ آبادی کے خادم خاص ہیں۔ احقر سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت والا نے ضرورت کے موقعوں پر بڑے بڑے معرکۃ الآرا مباحث اور مختلف فیہ مسائل پر بھی وعظ فرمائے لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ نہ اظہار و احقاق حق میں کچھ تامل فرمایا نہ تردید ابطال باطل میں کوئی کسر رکھی نہ کسی کی ذرا دل آزادی کی نہ تہذیب کو کبھی اپنے ہاتھ سے جانے دیا خود فرمایا کرتے ہیں کہ کریلا تو کہلاتا ہوں لیکن چٹ پٹے مسالوں سے مزیدار بنا کر اور کونین کی گولی دیتا ہوں لیکن شکر میں لپیٹ کر تاکہ بجائے ناگواری کے خوشگواری کے ساتھ بہ سہولت حلق سے اتر جائے اکثر دیکھا گیا کہ حضرت والا نے تو تعلیم یافتوں کو خوب کھری کھری سنائیں لیکن ایسے دل آویز عنوان سے کہ وہ لوگ ہنس ہنس کر سنتے رہے اور اثر نیک لیتے رہے۔

مؤتمر الانصار کے جلسہ میں جو بمقام میرٹھ ہوا تھا ایک واعظ صاحب نے جو بہت متشددھے انگریزی دانوں کو بہت برا بھلا کہا اور ان کو ملعون تک کہہ ڈالا جو اُن لوگوں کو بہت ناگوار ہوا اگلے روز حضرت والا کا بیان تھا۔ حضرت والا نے اس تمہید کے بعد کہ مولانا نے بوجہ وقت کی کمی کے جو کچھ فرمایا تھا مجمل فرمایا تھا چونکہ وہ مضمون ضروری ہے اس لئے میں آج اسی کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔ پھر نو تعلیما فتوں کے عقائد ملحدانہ اور کفریہ کو بہ تفصیل و تشریح بیان فرما کر فرمایا کہ اب میں خود آپ صاحبوں ہی پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ جس کے ایسے ایسے عقائد اور اعمال ہوں اس کے بارے میں شریعت مقدسہ کو سامنے رکھکر آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ غرض حضرت والا نے بھی اُن لوگوں کو وہی کہا بلکہ اس سے بڑھکر جو ان واعظ صاحب نے کہا تھا لیکن اس لطافت کے ساتھ کہ ذرا ناگوار نہ ہوا بلکہ انھوں نے بزبان حال خود تسلیم کرلیا کہ واقعی ہم لوگ ایسے ہی ہیں۔ کہا سب کچھ لیکن کوئی موحش لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ پھر ان صاحبوں کو دفع شبہات و درستی عقائد و اعمال کا نہایت سہل اور معقول طریق عمل بھی بتایا اور فرمایا۔ کہ اگر آپ واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو آپ جس کو محقق سمجھتے ہوں اس کے پاس جاکر کم از کم چالیس روز اس کے مہمان رہیں لیکن خاموشی کے ساتھ۔ ہاں ایک بار تو آپ اپنے کل شبہات کی تقریر لکھ کر دیدیں پھر وقتاً فوقتاً جو باتیں مجلس میں ہوتی رہیں انکو بلا رد و کد

سنتے رہیں اور بعد کو تنہائی میں غور کرتے رہیں ۔ میں اللہ کے بھروسے وعدہ بلکہ دعوے کرتا ہوں کہ اس مدت میں بایں تدبیر انشاء اللہ تعالےٰ شبہات دور ہو کر کم از کم عقائد تو بالکل درست ہو جائیں گے پھر جب عقائد درست ہو گئے تو ان کی برکت سے رفتہ رفتہ اعمال بھی انشاء اللہ تعالیٰ درست ہو جائیں گے ۔

یہ سنکر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ یہ شخص تو مشاہدہ کرا دینے کا دعوےٰ کر رہا ہے اسکی تردید کی تو کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی ۔ جب تک کہ اس کے کہنے کے مطابق تجربہ نہ کر لیا جائے ۔ اور سچ یہ ہے کہ انکا قول جی کو تو لگتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہو جائے گا ۔ جیسا یہ دعوے کر رہے ہیں ۔ بلا تجربہ کئے ہمارے پاس ابھی کوئی دلیل بھی تو تردید کی نہیں ۔

لاہور میں کوئی خاص جلسہ تھا جس میں بڑے بڑے علماء مدعو کئے گئے تھے ۔ وہاں جواز و عدم جواز سود کی بحث چھڑ گئی جب حضرت والا پہونچے تو مولٰنا سلیمان صاحب پہلواردی نے علماء کی مجلس میں بے ساختہ فرمایا کہ بس اب جو بات حق ہو گی وہ معلوم ہو جائے گی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا ۔ اھ ۔ واقعی بالکل ٹھیک فرمایا حضرت والا کی شان تحقیق بالکل ایسی ہی ہے

کانپور کے قیام کے زمانہ میں جب حضرت والا نے یہ دیکھا کہ اہل سنت والجماعت بھی اہل تشیع کی مجالس عزا میں جا جا کر شہادت کے واقعات سننے کے عادی ہو رہے ہیں تو حضرت والا نے محرم کے عشرۂ اوّل میں روزانہ بالترتیب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات وفات بیان فرمانا شروع کر دئے ۔ تاکہ اس ہیئت میں اہل عزا کے ساتھ تشبہ نہ رہے ۔ پھر تو ایسی دلچسپی بڑھی کہ شیعوں کی مجلسیں بھی پھیکی پڑ گئیں اور لوگ بجائے وہاں جانے کے یہاں آنے لگے اور نہ صرف سنی بلکہ شیعہ بھی کثرت سے آنے اور بہت متاثر ہوتے یہاں تک کہ اول تینوں خلفاء کے واقعات وفات سنکر بھی خوب روئے لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت بیان فرمایا تو قصداً ایسے سیدھے سادے اور متین الفاظ استعمال فرمائے کہ باوجود نہایت درد انگیز واقعہ ہونے کے [illegible] سے نہ نکلا ۔ لوگ حیرت کرتے تھے ۔ حضرت والا اپنے ان بیانات [illegible] اہل تشیع کے عقائد کا رد بھی فرماتے تھے لیکن ان کو ناگوار نہ ہوتا تھا [illegible] سنتے تھے البتہ بعد بیان کے یہ کہتے کہ مولانا چٹکیاں لیتے ہیں ۔

چنانچہ ایک بار خلافت کے ذمہ داریوں اور دشواریوں کا بیان کرتے فرمایا کہ شیعہ صاحبوں کو حضرات خلفائے ثلثہ کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو [illegible] سال تک

Marfat.com

راحت میں رکھا ورنہ بجائے ۶ سال کے ۳۰ سال تک مصیبت بھگتنی پڑتی کیونکہ شروع خلافت سے تیس ۳۰ سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ جس میں صرف چھ ۶ سال خود خلیفہ رہے حضرت والا کے اس قسم کے بیانات کو سُن سُن کر کئی شیعہ تو قریب قریب سنی ہوگئے۔ کانپور کے قیام کے زمانہ میں بھی حضرت والا نے بڑے بڑے معرکۃ الآرا اور چھ ۶ چھ ۶ سات سات گھنٹہ کے وعظ کھڑے ہوکر فرمائے۔ اور ایک بار مسلسل دو ۲ ماہ تک محلہ محلہ صرف نماز ہی کے متعلق بیانات ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کا اتنا شوق بڑھا کہ یکہ والے اپنی سواریوں سے پوچھ پوچھ کر نماز یاد کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے وعظوں میں بہت دقیق دقیق مسائل علمیہ کی نہایت بلیغ بلیغ تقریریں بھی ہوتی تھیں جن کا سمجھنا بھی مشکل ہوتا تھا۔

آمد مضامین کی کیفیت یہ بھی کہ جناب مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے خود ایک حدیث کا بیان کم از کم پچاس دفعہ سنا ہوگا لیکن کبھی مضامین مکرر نہیں ہوئے۔ افسوس ہے کہ اس وقت تک مواعظ کے قلمبند کئے جانے کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا ورنہ وہ بھی بہت نایاب ذخیرہ ہوتا۔

حضرت والا کے بعض وعظ تو سلیس ہوتے ہیں اور بعض دقیق اور دونوں اپنی اپنی شان میں بے نظیر اور دلپذیر اور کیا بلحاظ الفاظ اور کیا بلحاظ معانی لاجواب اور اس شعر کے پورے پورے مصداق ؎

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنی را

ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ حضرت والا کے وعظ میں ہر مذاق کے لوگ شریک ہوتے اور نہایت دلچسپی کے ساتھ گھنٹوں بیٹھے سنتے رہتے۔ بڑے بڑے زباندانوں کو بھی جن میں ایک بڑے شاعر اور غالب کے شاگرد بھی تھے بہ حیرت کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ الفاظ مولانا کو نہ جانے کہاں سے مل جاتے ہیں۔ اور ایک پرانے بزرگ شاعر نے حضرت والا کی مطبوعہ مواعظ کے لطیف مضامین کو سن کر خود احقر سے فرمایا کہ مولانا تو نثر میں نظم کا لطف پیدا کر دیتے ہیں اور گویا نثر میں شعر فرماتے ہیں۔ الفاظ کی جامعیت برجستگی وشستگی اور حسن کو دیکھکر ایک صاحب کو فن مختصر نویسی کی تعلیم بھی دلائی گئی تاکہ مواعظ بالفاظہا ضبط کئے جا سکیں لیکن افسوس ہے کہ ان کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک صاحب دل عاقل نے حضرت والا کے وعظ کا خوب ہی نقشہ کھینچا۔ فرمایا کہ حضرت کا وعظ کیا ہوتا ہے حلقۂ مشائخ ہوتا ہے۔

غرض حضرت والا کا وعظ بالکل اس ارشاد خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ چنانچہ سلسلہ مواعظ ملقب بہ دعوات عبدیت اسی آیت کے تین اجزاء پر مشتمل ہے یعنی خطبات موعظت و مقالات حکمت و مجادلات معدلت کہ یہی تین طریق ہیں وعظ بالمعنی الاعم یعنی تبلیغ کے ایک وعظ بالمعنی الاخص بطریق متعارف دوسرا طریق خطابات خاصہ یعنی ملفوظات تیسرا حل اشکالات و دفع شبہات۔

اب حضرت والا نے وعظ قریب قریب ترک ہی فرما دیا ہے اور اگر کبھی اتفاق ہوتا ہے تو ہاتھ میں کوئی کتاب لیکر بیان فرماتے ہیں اور کبھی کبھی اس کو دیکھتے جاتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ اب وہ امنگ ہی نہیں رہی جس کا سبب یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ساری ضروری باتیں بیان کی جا چکی ہیں اور بوجہ زیادت سن ضعف بھی عارض ہو گیا ہے۔ اھ۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اب لمبی تقریر سے جی الجھتا ہے۔ بس اب تو ضرورت کے موافق خطاب خاص ہی پر اکتفاء کرنا پسند کرتا ہوں اور درحقیقت خطاب خاص ہی زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس میں سب ضرورت ہی کی باتیں ہوتی ہیں۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ آخر عمر میں اکثر بزرگوں کا یہی حال ہو جاتا ہے بفحوائے من عرف ربہ کل لسانہ اعلی اللہ تعالیٰ درجات عرفانہ اس کی بہت سی نظیریں بزرگوں کے تذکروں میں پائی جاتی ہیں چنانچہ حضرت والا نے اپنے رسالہ "اماثل الاقوال والاحوال لافاضل الرجال" طبقات کبریٰ للشعرانی سے تحت عنوان مطلوبیۃ السکوت اذا لم یبق حاجۃ الی الکلام [illegible] ابی حمزہ بغدادی رح کے تذکرہ میں نقل فرمایا ہے۔ روی انہ کان حسن الکلام [illegible] تکلمت فاحسنت بقی علیک ان تسکت فتحسن فما تکلم بعد ذالک حتی مات [illegible]

یہ وعظ تو ہزاروں کی تعداد میں فرمائے لیکن افسوس سب قلمبند نہ ہوئے اور جو قلمبند ہوئے ان میں سے بھی جو اب تک طبع ہو چکے ہیں صرف ۳۱۱ ہیں اور بہت سے ابھی [illegible] میں ہیں چونکہ وعظ کہنا اب تقریباً بند ہی فرما دیا ہے اس لئے [illegible] صاف کر لیا جائے اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو توفیق دے۔

باب یازدہم

"سفر"

حضرت والا کی طبع مبارک فطری طور پر خلوت پسند واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا ہجوم سے بہت گھبراتے ہیں۔ اور سفر میں علاوہ عمل معمولات بہ جگہ ہجوم مشتاقان زیارت محل یکسوئی ہوتا تھا اس لئے طبع والا ہمیشہ حضر کی طرف مائل اور سفر سے نفور رہی لیکن شرعی ضروریات مثل حج بیت اللہ تبلیغ احکام دین، اصلاح امت، عیادت مرضیٰ وغیرہ کی غرض سے اپنے اوپر تعب جسمانی اور روحانی برداشت فرما کر اور ہر قسم کی زحمتیں اٹھا کر نزدیک و دور کے بہت سے سفر فرمائے جس سے بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو نفع عظیم پہونچا۔ اور مختلف ممالک کے مسلمان جو بوجہ دوری و مجبوری آستانہ مبارک تک نہ پہونچ سکتے تھے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک سچے وارث اور سلف صالحین کے ایک صحیح نمونے کی زیارت سے مشرف ملفوظات و مواعظ نافعہ سے مستفیض فیض صحبت سے مستفید اور اسوۂ حسنہ سے بہرہ اندوز ہوئے۔ علاوہ بریں حضرت والا کا ہر سفر ہمراہیوں کے لئے (جو ہر مقام پر کثرت کے ساتھ ہو لیتے تھے) خصوصاً اور دیگر اشخاص کے لئے عموماً متعدد امور احکام و آداب سفر ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والا نے خالی الذہن ہو کر کبھی سفر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ ہر موقع پر شریعت مقدسہ کے احکام اور حسن معاشرت کے اصول پر نہ صرف خود نہایت سختی کے ساتھ کاربند رہے بلکہ اپنے سب ہمراہیوں اور ملاقات کرنے والوں کو بھی بڑے اہتمام سے پابند رکھا۔ اور یہ ایک حکیم امت اور مجدد ملت ہی کی امتیازی شان ہو سکتی تھی ورنہ اس دور آزادی اور ابتذار میں ایسے امور اور ایسے دقائق کون توجہ کرتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ان سے سفر کی صعوبتوں میں بھی اضافہ ہو جائے۔ سفر کے صدہا سبق آموز واقعات اور ان کے متعلق اصلاحات کی تفصیل لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں اس غرض کے لئے حضرت والا کے مطبوعہ **سفر نامجات** اور **ملفوظات حسن العزیز** وغیرہ ملاحظہ ہوں جو ایسے مضامین سے لبریز ہیں۔ ان سب کے ملنے کا پتہ اور ضروری تفصیل مضامین "تالیفات اشرفیہ" میں مذکور ہے جو سوانح ہذا کے حصہ دوم کے آخر میں ملحق ہے۔ اطراف و جوانب

Marfat.com

سے شائقین وطالبین اس کثرت کے ساتھ حضرت والا کی طلبی کی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے کہ اگر ان میں سے فی صدی دس بھی منظور فرمالی جایا کرتیں تو سال کے ۳۶۰ دنوں میں سے ایک دن بھی وطن مالوف میں قیام فرمانے کا موقع نہ ملا کرتا۔ بہت ہی اصرار کے بعد اور بہت سے ضروری قیود وشرائط کے ساتھ صرف خاص ہی خاص ضرورت کے موقعوں پر حضرت والا سفر کے لئے آمادہ ہوتے تھے۔ مثلاً نواب صاحب ڈھاکہ جناب معلی القاب سلیم اللہ خاں صاحب مرحوم ومغفور کے بیحد اشتیاق اور اصرار پر بشرائط ذیل سفر ڈھاکہ منظور فرمایا تھا۔

۱۔ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے۔

۲۔ قیام کا انتظام ایوان خاص سے جدا ایسی جگہ ہو جہاں عام مسلمان بے تکلف آجا سکیں۔

۳۔ خود اپنی ملاقات کے لئے کوئی خاص وقت متعین کرلیں جس میں کوئی اور شخص شریک نہ ہو تاکہ جانبین سے بے تکلف افادہ واستفادہ ہو سکے۔

۴۔ کسی خاص مضمون پر وعظ کہنے کی فرمائش نہ کیجائے۔

چونکہ اشتیاق غالب تھا اور فطرت نہایت سلیم تھی۔ اسم بامسمیٰ تھے اس لئے انہوں نے ان سب شرائط کو منظور فرمالیا۔

نواب صاحب نے حضرت والا کا نہایت شاندار استقبال اس [illegible] پردہ والسرائے کا کیا کرتے تھے۔ مثلاً پلیٹ فارم پر مخملی فرش۔ [illegible] جب حضرت والا کو نواب صاحب کے چچا صاحب سے یہ معلوم [illegible] روک دیا کہ یہ خلاف شریعت ہے [illegible] کے ساتھ استقبال کیا جائے جس میں ان کی ریاست کے عمال [illegible] حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ "یہ خلاف طبیعت ہے" [illegible] صاحب نے حضرت والا کو [illegible] خاص گاڑی پر سوار کیا اور [illegible] جب حضرت والا نے ساتھ بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا [illegible] خلاف ادب تھا۔ نہایت ادب سے کبھی [illegible] اپنی بیگمات سے [illegible] لاتے اور چونکہ حضرت والا سے بوجہ مناسبت باہمی طبیعت [illegible] کہ دیکھئے [illegible] میری چھوٹی بیگم نے آپ کے لئے پکایا [illegible]

بھی بے تکلف ہو کر فرماتے کہ کیا کھانے کے لئے پہچاننا بھی شرط ہے؟ جو اس کا مزہ ہے وہ تو پہچاننے پر موقوف نہیں کھانے سے خود حاصل ہو جائے گا۔ اور یہی مقصود ہے لیکن اگر آپ کے نزدیک پہچاننا بھی کھانے کی شرط ہے تو مجھے اس کے کھانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ہم تو قصباتی ہیں ہم کیا جانیں آپ کے نوابی کھانے۔ پھر وہ ہر چیز کو خود ہی کہ یہ فلاں چیز ہے اس طرح پکائی جاتی ہے۔

حضرت والا نواب صاحب مرحوم کی تہذیب اور فہم سلیم کی اکثر تعریف فرمایا کرتے ہیں اور ان کی دانشمندی کی تواضع اور دینداری کے بہت سے دلچسپ واقعات بیان فرمایا کرتے ہیں انھوں نے بیعت کی بھی درخواست کی لیکن حضرت والا نے انکار فرما دیا کیونکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ایسوں کو مرید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جنکا نباہنا کرنا پڑے۔ مرید ایسے کو کرے جس کو بضرورت اصلاح اگر یہ نہ کہہ سکے کہ تم نالائق ہو تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ یہ تمہاری حرکت بڑی نالائق ہے باوجود انکار کے بھی نواب صاحب خط و طپس تادم تک یہ لکھتے رہے آپ کا مرید سلیم اللہ حضرت والا کے بیعت ہی معتقد ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما کے آمین۔ گو حضرت والا کو سفر سے طبعی انقباض رہتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جعلہ اللہ فی الارض بنا کر دنیا میں بھیجا تھا جس کا خود حضرت والا کو بھی علم ضروری کے درجہ میں احساس تھا اس لئے جب متفاقان وعظ و زیارت کے تقاضے حد سے گذر جاتے تو مجبور ہو کر منظور فرماتے اور لمبے لمبے سفر اختیار فرماتے اور جب ایک مرتبہ سفر میں نکلنا ہوتا تو پھر مسلسل درخواستوں کی وجہ سے جگہ جگہ جانا ہوتا اور مہینوں سفر ہی میں گذر جاتے غرض مشیت خداوندی یہی تھی کہ حضرت والا سے دور دور کے سفر کرائے جائیں۔ اور تبلیغ احکام دینیہ کرا کر اہل بلاد پر اتمام حجت کرایا جائے چنانچہ ایک بار دوران سفر میں حضرت والا نے سفر کے متعلق احقر کے کسی استفسار کے جواب میں عجب کیف کے ساتھ یہ شعر فرمایا تھا

رفتہ و گردنکم افتادہ و دستے

یعنی بروید ہر کہ خاطر خواہ اوست

بعد فراغ درسیات حضرت والا کا سب سے پہلا سفر صفر ۱۳۱۰ھ میں ہوا جبکہ آپ مدرس ہو کر کانپور تشریف لیگئے تھے اور سب سے آخری سفر بروایت جناب مولانا عبد الکریم صاحب مستفتی غالباً شوال ۱۳۳۹ھ میں گنگوہ کا ہوا اس درمیان میں بفضلہ تعالیٰ و بجز ہندوستان کا کوئی ایسا خطہ باقی نہیں رہا جو حضرت والا کے اقدام میمنت التزام سے مشرف نہ ہو گیا ہو اور جہاں حضرت والا

Marfat.com

بہ حیثیت حجۃ اللہ فی الارض ہونے کے تبلیغ احکام الٰہیہ فرماکر اتمام حجت نہ فرما چکے ہوں۔ کیا کراچی کیا بمبئی کیا کلکتہ کیا رنگون کیا ڈھاکہ کیا شملہ کیا گجرات کیا مارواڑ کیا لاہور کیا بھاولپور کیا حیدرآباد دکن کیا سندھ کیا گورکھپور کیا اعظم گڑھ کیا غازی پور کیا بنارس وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد حضرت والا کا اصل رنگ طبیعت جس کو برنہار ضرورت بہ جبر دبا رکھا تھا ظہور پذیر ہوا اور حضرت والا نے سفر بالکلیہ ترک فرمادیا عرصہ سے اس کی تمنا اور فکر تھی کہ سفر منقطع کردیا جائے چنانچہ اپنے سات عذر بھی ایک ورق پر چھپوا کر شائع کردئے تھے لیکن پھر بھی مشتاقوں پر اس کا بھی معتدبہ اثر نہ ہوا کیونکہ وہ ایسے مسکت نہ تھے کہ مشتاقوں کے اشتیاق پر غالب آسکیں۔ یہ تو ضرور ہوا کہ سفر کم ہوگئے لیکن بالکل منقطع نہ کئے جاسکے اور حضرت والا برابر اس فکر میں رہے کہ کوئی عذر ایسا سمجھ میں آجائے جو سب کے لئے مسکت ہو مگر کوئی ایسا عذر سمجھ میں نہ آتا تھا جو ان پر حجت ہوسکے۔

بالآخر حق تعالیٰ ہی کو حضرت والا کا ایک مدت تک ایک جگہ بٹھانا منظور ہوا جیسا کہ اکثر بزرگوں کے ساتھ اخیر میں یہی معاملہ ہوتا ہے بالخصوص اقطاب وقت کے ساتھ تو غیب سے حضرت والا کو ایک ایسا عذر لاحق ہوگیا جس میں بفضلہ تعالیٰ کوئی تکلیف بھی نہیں اور دوسروں پر حجت قائم کرنے کے درجہ میں نہایت معقول اور قابل قبول ہو۔ وہ یہ کہ حضرت والا کی اڑی ہوئی آنت میں جو سالہا سال سے بلا کسی قسم کی تکلیف کے اتری ہوئی حالت میں رہتی تھی یکایک سخت تکلیف پیدا ہوئی جب کسی تدبیر سے تکلیف رفع نہ ہوئی تو خود بخود حضرت والا کے دل میں یہ آیا کہ آپریشن کرانا چاہیئے چنانچہ اس کو چڑھایا تو باوجود اتنے عرصہ تک اتری ہوئی حالت میں رہنے کے بسہولت چڑھ گئی۔ اور تکلیف فوراً رفع ہوگئی۔ بس اس کے بعد سے ہمیشہ چڑھی ہوئی حالت میں رہنے سے تو راحت رہتی اور اتر جانے کی حالت میں وہی تکلیف پھر عود کر آتی [illegible] لیکن چھینک لینے یا کھانسنے سے یا سخت حرکت سے کبھی بھی ہٹ جاتی اور [illegible] ہوتی کہ لیٹ کر اس کو چڑھایا جائے۔ بس یہ عذر خوب حضرت [illegible] میں سفر کیسے کرسکتا ہوں کیونکہ اگر سفر میں ایسا اتفاق [illegible] دست کرنا پڑا کرے گا جس کو حیا ہے کہ [illegible] شائع فرمادیا جس کی نقل آگے کیجاتی ہے۔

Marfat.com

عذرِ سفر

جو مصرع ذیل کا مصداق ہے

از ضعف بہر جا کہ نشستیم وطن شد

اکثر احباب کو معلوم ہے کہ آنت اترنے کا عارضہ مجھ کو تیس برس سے زائد عرصہ کا ہے مگر جب تک بدن میں کافی قوت رہی تکلیف کم تھی اب قوت کم ہو جانے سے تین برس سے زیادہ زمانہ ہوا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ باوجودیکہ ایک سخت کمانی (جس کی سختی بعض اوقات بہت ناگوار ہوتی ہے اور جس کے نیچے ہوا نہ لگنے سے یا پسینہ آجانے سے کھال میں دانے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سوزش ہونے لگتی ہے تو ایسی سخت کمانی) ہر وقت لگی رہتی ہے مگر پھر بھی بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ (۱) کھانسنے سے (۲) دھسک اٹھنے سے (۳) چھینکنے سے (۴) پکار کر بولنے سے (۵) مسلسل بولنے (۶) دیر تک کھڑے رہنے سے (۷) دور تک چلنے سے آنت اتر آتی ہے۔ بعض دفعہ تو ایک گھنٹہ میں دو دو تین تین بار اترنے کی نوبت آجاتی ہے جس کو اگر فوراً ٹھیک نہ کیا جائے تو تکلیف اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سہار نہیں ہو سکتی اور بعض دفعہ اترتے ہی پیٹ اور سینہ کی رگیں کھنچنے لگتی ہیں جن سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور ٹھیک کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے پردہ کے مکان میں لیٹ کر کپڑا اٹھا کر کمانی اتار کر ہاتھ کے دباؤ سے آنت کو چڑھا کر پھر کمانی لگائی جاوے اور ظاہر بات ہے کہ اس مجموعی حالت میں کسی طرح بھی سفر ممکن نہیں اسی بنا پر اطبار ڈاکٹروں نے زیادہ چلنے پھرنے کو بلکہ زیادہ دیر کھڑے رہنے کو بھی مضر تبلار کھا ہے اور خود مجھ کو مضر ہونے کا شب و روز مشاہدہ و تجربہ ہو رہا ہے اسی لئے تین سال سے زائد زمانہ ہوا کہ میں کوئی چھوٹا یا بڑا سفر نہیں کیا بلکہ اگر کوئی عزیز دوسرے محلہ میں مر گیا تو بذریعہ رقعہ اس کا پرسہ خود نہیں جا سکا اور چونکہ سبب اس کا جھلی کا پھٹ جانا ہے اور قاعدہ کی رو سے اب اس کا عادتاً غیر ممکن ہے اس لئے اس عارضہ کے جانے کی آئندہ بھی کوئی امید نہیں۔ چنانچہ متعدد ہندوستانی و بنگالی و یورپین ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز اپریشن کے اس کا کوئی علاج نہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اپریشن اس عمر میں خطرناک ہے یہ سب مجموعی واقعات سفر سے

Marfat.com

عذوری کو صاف ظاہر کر رہی ہیں۔ چونکہ بعض بعض احباب جنھوں نے اس حالت کا مشاہدہ نہیں کیا اب
ی اپنی تقریبات وغیرہا میں میرے بلانے کی تحریک کیا کرتے ہیں انکی اطلاع کے لئے یہ اعلان شائع
رتا ہوں تاکہ میرے اس قوی عذر پر نظر فرما کر ایسی تحریک نہ فرماویں والسّلام کتبہ اشرف علی تھانہ بھون
ن الیوم العاشر من الشھر الخامس من السنۃ السابعۃ من العشرۃ الخامسۃ من المائۃ
لثالثۃ من الالف الثانی من ھجرۃ من خصہ اللہ تعالی بنزول الثانی (یعنی ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ)

گو شائقین نے پھر بھی بڑے بڑے زور لگائے لیکن چونکہ حضرت والا قطع سفر کا تہیّہ فرما چکے تھے
س لئے ایک پیش نہ گئی اور اب تقریباً دس سال سے سفر بالکل بند ہے اور اب حضرت والا بفضلہ تعالیٰ
طب وقت ہو کر اپنے مرکز ہی پر بیٹھے خلق خدا کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز کرنے میں پیشتر سے
ی زیادہ مشغول ہیں۔ متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائہ

حضرت والا جب سفر کا قصد فرماتے تو اوّل سفر کی مقدار۔ اور غرض اور مدّت سب میں غور
کے تہیہ فرماتے اور تمام سفر میں ان کی پابندی فرماتے اور کئی دن پہلے سے دن رات مشغول رہ کر
ناسب معاملات کو اتنی مدّت کے لئے طے فرما کر روانہ ہوتے تاکہ عین وقت پر عجلت میں کوئی کام
ہ نہ جائے۔ یا کوئی ضروری چیز چھوٹ نہ جائے۔

اسی طرح سامان کا بڑا انتظام رکھتے اسٹیشن پر اتر ہی مصافحہ وغیرہ چھوڑ کر سب سے پہلے سامان
دگنواتے اور جب تک ایک معین شخص کے سپرد نہ کر دیتے بے فکر نہ ہوتے۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز
سی نے اٹھالی کوئی چیز کسی نے لے لی۔ ذمّہ دار صرف ایک یا دو شخص کو کیا جاتا تھا جائے قیام پر پہونچ کر
ی سب سے پہلے اپنے اسباب کا جائزہ لیتے اور اس کو ٹھکانے لگوا دیتے اور بیت الخلا بھی پہلے سے
علوم فرما لیتے تاکہ عین وقت پر بالخصوص شب میں دقّت واقع نہ ہو۔ سواری وغیرہ کا وقت
لے انتظام فرماتے اور اگر سواری میں توقف ہوتا تو پاپیادہ چل کھڑے ہوتے ا
تے اور راستہ سے حضرت والا کو بٹھا لیتے یہی مصلحت چل کھڑے ہونے
جتنے دن سفر کے لئے تجویز فرماتے اتنے دن کے لئے ڈاک کا انتظام پہلے فرما لیتے۔ جگہ سے مکان
و برابر خطوط روانہ فرماتے رہتے تاکہ گھر پر کسی کو تشویش نہ ہو نیز ان مہمانوں کو اطلاع ہوتی رہے
حضرت والا کی عدم موجودگی میں تشریف لائے ہوں۔ خطوط کے جوابات اور تصنیف کا کام بھی
فر میں برابر جاری رہتا حتیٰ کہ چلتی ریل میں بھی تصنیف کا کام جاری رکھتے۔ اگر ضرورت ہوتی

Marfat.com

توضادم اور کاتب وغیرہ بھی ساتھ لے لیتے۔

سادگی اس قدر کہ جس درجہ میں ریل کے بیٹھ گئے کچھ پرواہ نہیں کی بلکہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بیسہ درجہ میں جو لطف اور آرام ہے وہ بڑے درجوں میں نہیں کیونکہ تیسرے درجہ والے تو خود ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور بڑے درجہ والے اپنی ایٹھ ہڑوڑھی میں رہتے ہیں وہ تو کیا لحاظ کرتے الٹا ہمیں ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ بے تکلف ہنس بول بھی نہیں سکتے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے ریاست رامپور تشریف لیجا رہے تھے۔ وہاں قادیانیوں سے علما اہل حق کا مناظرہ تھا تحشی اپنے مجمع کی رعایت سے اور صرف شرکت کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کی معیت میں تھے۔ ٹکٹ درمیانہ درجہ کا تھا لیکن ریل میں ایک خالی درجہ پر نظر پڑی تو سب اسی میں بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ یہ تو تیسرا درجہ ہے تو حضرت والا نے فرمایا اجی مقصود تو آسائش ہے اور یہ درجہ خالی مل گیا ہے ڈیوڑھے میں اس سے زیادہ کیا آسائش ہوتی چنانچہ اسی میں سفر فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے کرایہ کافی بھیجا تھا جس سے بڑے درجہ میں سفر ممکن تھا لیکن تیسرے درجہ میں سفر فرما کر بقیہ رقم گھر پہونچکر حسب مقصد واپس فرمادی۔ مگر واپسی کی صورت میں نواب صاحب کے احترام کا لحاظ کرکے یہ تغیر کیا کہ بقیہ رقم سے ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں وضوخانہ کا سائبان بنوا کر نواب صاحب کو اطلاع کردی کیونکہ روپیہ واپس کرنا ان کے احترام کے خلاف تھا۔ اور واپس نہ کرنا اپنی وضع کے خلاف تھا۔

سفر کے متعلق جو نظام اوقات قرار پاجاتا اس کی پوری پابندی فرماتے۔ ایک مرتبہ کانپور سے تھانہ بھون تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک خادم نے بالحاح عرض کیا کہ ایک دن کیواسطے خود جیل جانے دیں۔ فرمایا کہ میں مظفر نگر سہارنپور کو لکھ چکا ہوں اگر وقت پر نہ پہونچوں گا تو وہاں ہی تشویش ہوگی کیونکہ بغیر کہے آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں حسب اطلاع وعدہ نہ پہونچا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں تار دیدوں فرمایا نہیں۔ بدنظمی پھر بھی باقی رہیگی کیونکہ گاڑی کرایہ کی آئی ہوگی نہ معلوم وہ ٹھہرسکے یا نہ ٹھہرسکے پھر دوسری گاڑی مل سکے یا نہ مل سکے غرض بڑا خلل واقع ہوگا پھر اطلاع کے بعد وقت پر نہ پہونچنے میں کچھ نہ کچھ مایوسی اور حسرت تو ضرور ہی ہوتی ہے ہاں اس شرط کے ساتھ کہ پہلے سے کہدیا جائے تو مضائقہ نہ تھا۔

حضرت والا اپنے ساتھ صرف ضروری سامان لیتے تھے اور ایک دن پہلے سب سامان درست فرمالیتے تھے تاکہ عین وقت پر دقت نہ ہو۔ یا کوئی چیز ضرورت کی بھول نہ جائے قلیوں سے اجرت

Marfat.com

طے کر کے پھر اسباب اٹھواتے کیونکہ ریلوے کی مقرر کردہ اجرت پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ اگر سامان کے وزن کی زیادتی کا احتمال ہوتا تو فوراً تلواتے اور زیادتی کا محصول ادا کرتے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور تشریف لئے جا رہے تھے۔ کچھ گنے ساتھ تھے۔ بغرض ادائے گی محصول اُن کو اسٹیشن پر تلوانا چاہا تو کسی نے تولنے نہیں بلکہ ازراہ عقیدت غیر مسلم ملازمین ریلوے نے بھی یہ کہدیا کہ آپ یوں ہی لے جائیے تلوانے کی ضرورت نہیں ہم گارڈ سے کہدیں گے حضرت والا نے فرمایا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا۔ کہا گیا کہ غازی آباد تک فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہدے گا۔ حضرت والا نے پھر فرمایا پھر آگے کیا ہوگا کہا بس وہ کانپور تک پہونچا دیگا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ حضرت والا نے اس پر فرمایا کہ نہیں وہاں سفر ختم نہ ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر آخرت کا بھی ہے۔ وہاں کا انتظام کیا ہوگا؟ یہ سنکر سب دنگ رہ گئے اور بے حد متاثر ہوئے۔ بہت سے اور بھی تعلیم یافتہ ہندو بابو وغیرہ کھڑے تھے سب آپس میں کہنے لگے کہ ایسے بھی خدا کے ایمان دار بندے موجود ہیں۔ جو اس قدر احتیاط کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت والا کے منتسبین پر قریب کے ریل والوں کو اتنا اعتماد ہو گیا ہے کہ جب کوئی صاحب لٹھ یورت تھانہ بھون آتے ہوئے ملتے ہیں تو اُن کے اسباب کو تلوانے کے لئے رد کتے ٹوکتے نہیں اور سب خود کے ساتھ کہدیتے ہیں کہ یہ تھانہ بھون والے مولانا صاحب کے پاس جا رہے ہیں۔ وہاں جانے والے بلا اسباب تلوائے سفر نہیں کیا کرتے۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم حضرت والا کی زیارت کے لئے تھانہ بھون آئے تھے۔ گرفت والا سفر میں تشریف لئے جا رہے تھے۔ لہذا اسٹیشن پر ملاقات ہو گئی۔ چونکہ وقت بہت تنگ تھا اس لئے وہ طالب علم گارڈ سے کہہ کر بلا ٹکٹ سوار ہوئے دوسرے اسٹیشن [illegible] جب وہ نانوتہ تک گاڑی یہ گارڈ کو دینے لگے تو اس نے کہا کہ تم [illegible]

ٹکٹ کی ضرورت نہیں جاؤ۔ جب حضرت والا سے آکر اصول [illegible]

لیتی کا ملازم ہے۔ ریل کا مالک نہیں۔ اس سے یہاں تک کا کرایہ [illegible]

ہے۔ اب یہ کرایہ اسی واسطے وصول کا کوئی صحیح [illegible]

جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ العباد سے بری الذمہ [illegible]

ایک [illegible] (ایک) ای [illegible] ہوا [illegible] آپ نے اپنے دل کی ایک چوری ظاہر کرتا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ جب انھوں نے [illegible]

Marfat.com

نے ان کو یہاں تک کا کرایہ معاف کر دیا تو مجھے خوشی ہوئی کہ اچھا ہے ایک غریب آدمی کا بھلا ہوگا لیکن اب آپ کی تقریر سن کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری وہ خوشی بے ایمانی کی خوشی تھی۔

اُس آریہ کے اور بھی کچھ ہندو ساتھی تھے اُن میں سے ایک بولا کہ ان لوگوں کی باتوں کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ دوسرا بولا کہ یہ حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ یہ سچے لوگ ہیں اسی لئے انکی باتوں میں بھی اثر ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس آریہ مبلغ نے حضرت والا سے عرض کیا کہ کیا میں ایک بات دریافت کر سکتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جی ہاں فرمایئے۔ اس نے کہا کہ دو شخص ہیں ان میں ایک مسلم ہے اور ایک غیر مسلم دونوں نے کوئی نیک عمل کیا اور دونوں نے اچھی ہی نیت سے کیا تو اس عمل کا اجر دونوں کو یکساں ملے گا یا کچھ تفاوت ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سوال آپ کی دانشمندی اور تہذیب سے نہایت بعید ہے کیونکہ یہ آپ نے ایسا سوال کیا ہے کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے اس نے کہا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا جواب میرے ذہن میں موجود ہے۔ فرمایا کہ جب اُس جواب کے سب مقدمات آپ کے ذہن میں موجود ہیں تو وہ جواب بھی موجود ہے۔ کیونکہ جب ملزوم موجود ہے تو لازم کا وجود بھی ضروری ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مقدمات میرے ذہن میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ لیجئے میں آپ ہی کے مُنہ سے اُن مقدمات کے موجود فی الذہن ہونے کا اقرار کرائے لیتا ہوں کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ مختلف مذاہب میں حق مذہب تو ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور اس وقت اس کی بحث نہیں کہ حق مذہب کونسا ہے اُس نے کہا کہ بیشک حق تو ایک ہی مذہب ہو سکتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ جو آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔ دوسری بات میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا مذہب حق والے کی مثال مطیع سلطنت کی سی اور باطل والے کی مثال باغی سلطنت کی سی نہیں۔ اس کا بھی اس آریہ نے اقرار کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ دوسرا مقدمہ ہوا جس کو آپ نے تسلیم کر لیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا باغی کے سارے کمالات محض اس وجہ سے کہ وہ باغی ہے نظر انداز نہیں کر دیئے جاتے اور کیا باوجود صاحب کمالات ہونے کے اُس کو عدالت سے سزا نہیں دیدی جاتی اور کیا وہ سزا عقل و انصاف کے خلاف ہوتی ہے؟ اس نے ان سب باتوں کا بھی اقرار کیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ بس جب یہ تینوں مقدمات آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہیں تو ان کا نتیجہ بھی ضرور آپ کے ذہن میں ہے اور وہی جواب ہے آپ کے سوال کا۔ تو ایسی حالت میں آپ کے سوال کا صاف یہ مطلب ہوا کہ میں اپنے

Marfat.com

منھ سے آپ کو کافر کہوں؟ سو ہمیں ہماری شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ بلا ضرورت ہم کسی کو کافر کہیں۔ اُس آریہ نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی مجھے اسی کا شوق تھا کہ میں اپنے بارہ میں آپ کے منھ سے یہ لفظ سنوں۔ ایسے مُنھ سے اپنے بارہ میں کافر کا لفظ سننے میں بھی مزہ ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خیر یہ آپ کے لئے تو خوبی ہے۔ لیکن میرے لئے سخت بدنمابات ہے اھ۔

غرض وہ حضرت والا کی اس مہذب اور معقول گفتگو سے بہت ہی مسرور ہوا اور نام اور وطن پوچھا اور معلوم ہونے کے بعد کہا کہ میں تو تھانہ بھون کے آریہ سماج میں لیکچر دینے کے لئے اکثر آیا کرتا ہوں اب کی مرتبہ آؤں گا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔

چونکہ حضرت والا کو سفر میں ہر خیال کے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا اس لئے اس قسم کے چھوٹے چھوٹے مناظرے اکثر ہوتے رہتے تھے اور حضرت والا ہمیشہ دو چار باتوں ہی میں بند فرما دیتے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم سے جو ریاضی کے پروفیسر تھے اور مشہور اہل قلم تھے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ انھوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کے مدرسوں میں طلبہ کو کچھ لیاقت بھی پیدا ہوتی ہے؟ حضرت والا نے پوچھا کہ پہلے مجھے لیاقت کا مفہوم معلوم ہو جائے تو جواب دوں۔ بس۔ یہ سنکر وہ چپ ہو گئے کیونکہ سمجھے کہ اگر جواب دوں گا تو لیاقت کے مفہوم کا مدعی بن کر ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بولوں گا تو جھگڑا ہوگا اور پھر جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی

ایک بار ریل کے سفر میں ایک ہندو سے جو بڑا آدمی معلوم ہوتا تھا اور حضرت والا کے ڈبہ میں بیٹھا تھا بہت محبت سے پوچھا کہ تمھاری آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کام کرتے (یعنی ذکر و شغل)۔ ایک بار حضرت والا رفقاء کے کہنے سے ریل کے اس ڈبہ سے تھے کسی اور ڈبہ میں تشریف لیجانے لگے۔ جہاں غالباً جگہ زیادہ [illegible] ہندو بیٹھے ہوئے تھے۔ افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ [illegible] سے تو یہاں نور ہی نور تھا آپ اپنے ساتھ نور کو بھی لیچلے۔

قادیانیوں کے مناظرہ میں جس کو نواب صاحب رامپور نے منعقد کیا تھا بہت سے اکابر علماء تشریف لے گئے تھے۔ اپنے حضرات کے اصرار سے حضرت والا نے بھی بادل ناخواستہ شرکت

فرمائی تھی۔ روزانہ ایک بار نواب صاحب کے پاس بھی سب علمار کو جانا پڑتا حضرت والا بھی تشریف لے جاتے۔ لیکن بہت فاصلہ پر نظریں نیچی کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہتے۔ نواب صاحب نے بعد کو اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے جو گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہتے تھے یہ کوئی صاحب اثر شخص معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی طرف خواہ مخواہ قلب کو کشش ہوتی تھی۔ نواب صاحب کا یہ قول خود اُن کے مصاحب نے حضرت والا سے نقل کیا تھا کیونکہ وہ حضرت والا کے بھی ملنے والے تھے

اُسی رامپور میں جب بوقت واپسی نواب صاحب نے کرایہ میں کچھ زیادہ رقم دینی چاہی تو حضرت والا نے بواسطہ پیام کے یہ کہہ کر واپس فرمادی کہ ریاست کو بیت المال میں سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار حاصل نہیں ہے۔

دیوبند کے بڑے جلسہ میں وعظ میں بیٹھا ایک شخص جو غالباً سرحدی تھا اور خود احقر کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا بڑے مزے لے لے کر یہ کہہ رہا تھا کہ ارے مولوی تجھے اللہ سلامت رکھے ہم تو بس اتنی دور سے یہ تیری صورت ہی دیکھنے آئے تھے۔" اس قسم کے صدہا واقعات حضرت والا کی محبوبیت عامہ کے ہیں۔ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ حضرت والا سفر میں جس طرف نکل جاتے تھے۔ سب کی نظریں بے اختیار اٹھ جاتی تھیں۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو انگریز ہوں یا پارسی۔ متقی ہوں یا فسّاق و فجّار

حضرت والا کا شاندار سراپا دیکھ کر بعض کابلیوں نے اپنی ولایتی اُردو میں کہا کہ مولانا صاحب آپ تو کابلی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں خود تو کابلی نہیں مگر ہاں میرے اجداد ضرور کابلی تھے اھ۔ اور یہ ایک ناقابل انکار مشاہدہ ہے کہ حضرت والا کا شاہانہ چہرۂ مبارک اور نورانی صورت مقدس ہزاروں کے مجمع میں بھی حضرت والا ہی کو ممتاز بنا کر رکھتی ہے۔ میرے ایک خواجہ تاش دوست نے حضرت والا کی شان میں بحالت خواب ایک شعر تصنیف کیا تھا اور وہ اُن کو بعد بیداری بھی یاد رہا۔ میں تو اس شعر کو الہامی شعر سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت والا پر حرف بحرف صادق آتا ہے وہ شعر یہ ہے ؎

کب کوئی ثانی ہے تیرا لاجواب ایسا تو ہو چن لیا لاکھوں میں تجھکو انتخاب ایسا تو ہو

ایک مشہور صاحب فضل و کمال نو تعلیم یافتہ فلسفی نے بھی ایک بار حضرت والا کی شان میں حالی مرحوم کا یہ مصرع لکھا ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

Marfat.com

اب اس داستان جمال وکمال کو حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر پر ختم کر کے اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت والا جہاں قیام فرماتے۔ میزبان پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہ فرماتے نہ کبھی کوئی فرمائش کرتے۔ بلکہ پُر تکلف دعوت سے اس قدر خوش نہ ہوتے جس قدر سادہ اور معمولی کھانوں سے خوش ہوتے۔ اعظم گڈھ میں یہ دستور تھا کہ حضرت والا کے ساتھ ایک جم غفیر کی دعوت کرتے جس سے میزبان پر بہت بار پڑتا اس کا انسداد اس طرح فرمایا کہ جو شخص دعوت کرتا یہ قید لگا دیتے کہ میں تنہا کھاؤں گا اور محض خشکہ اور ارہر کی دال کھاؤں گا کیونکہ یہاں بلین کی روٹیوں کا دستور ہے جو ذرا سخت ہوتی ہیں اور مجھے موافق نہیں آتیں۔ اسی طرح سفر بنگال میں وہاں کے اس دستور کو کہ لوگ آ آ کر پالوؤں چھوتے تھے۔ اس ترکیب سے بند کیا کہ اول منع فرما دیتے جو اس کے بعد بھی حضرت والا کے پالوؤں پکڑتا حضرت والا بھی فوراً اس کے پالوؤں پکڑ لیتے اور جب وہ شرمندہ ہو کر رکتا تو فرماتے کہ اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو مجھے اس سے کیوں روکتے ہو اور اگر بُری بات ہے تو تم ایسی حرکت کیوں کرتے ہو۔ جہاں دو چار مرتبہ ایسا کیا بس اس کی شہرت ہو گئی اور لوگوں نے اس بیہودہ رسم کو ترک کر دیا۔ ضلع اعظم گڈھ میں یہ دستور تھا کہ چند لوگ آگے آگے ہٹو بچو کہتے ہوئے چلتے جو کوئی آگے آتا ہوا ہوتا اس کو سامنے سے ہٹا دیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ راستہ کسی کی ملک نہیں سب کو چلنے کا برابر حق حاصل ہے۔ یہ حرکت خلاف شرع ہے۔ اس کو چھوڑنا چاہیئے۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ رسم بھی موقوف ہو گئی ایک انگریزی اسکول کے پاس سے ہو کر گذرے تو سب ہندو طلباء اور مدرسین تعظیم کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھکر حضرت والا اسکول کے اندر تشریف لے گئے۔ اور نہایت سادگی اور ملاطفت کیساتھ سب سے ملے اور باتیں کرتے رہے وہ لوگ بہت مسرور ہوئے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ دستور تھا کہ علماء ہندوؤں سے بات بھی نہ کرتے تھے اور اگر کوئی ملنے آتا تو اس کی اہانت کرتے۔ یہ بھی دستور تھا کہ لوگ پالکی سے ہوئے چلتے حضرت والا نے منع فرمایا کہ تجھ کو اس [illegible] ہو۔ دایں بایں نہ پالوؤں کے پیچھے چلو جہاں سے تجھ کو نظر نہ آؤں۔ تھوڑی دیر کے بعد جو حضرت والا نے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ محض دکھلانا ہی مقصود تھا۔ مگر وہ بیچارے کیا کرتے کسی متقدم نے کبھی تو کہا ہی تھا

Marfat.com

بلکہ اس سے اور خوش ہوتے تھے۔

ایک مقام پر رخصت کے وقت گانوں کے چودھری نے دو سو روپیہ چندہ جمع کرکے حضرت والا کو نذرانہ دیا لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ رقم سب گانوں والوں سے جمع کی گئی ہے۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ اکیلے چودھری صاحب تو اتنی بڑی رقم دینے کی حیثیت نہیں رکھتے ضرور لوگوں سے چندہ جمع کیا گیا ہے لہذا حضرت والا نے سوال کیا کہ یہ اکیلے آپ ہی کی طرف سے ہے یا اس میں اور بھی شریک ہیں۔ جواب ملا کہ اوروں سے بھی لیا گیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ تو محبت کے لئے ہوتا ہے جب دینے والے کو میں نہیں جانتا تو مجھ کو اُن کی محبت کیسے ہوگی اس لئے ہر ایک کی رقم اس کو واپس کردو پھر جس کو دینا ہو ہر ایک خود آکر الگ الگ اپنے ہاتھ سے مجھے دے تاکہ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ یہ میرا محسن ہے اور مجھے اُس سے محبت ہو۔ چودھری جی نے عذر کیا کہ آپ تو اب جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں بہت قریب مقام پر جا رہا ہوں۔ جہاں پہونچنا سب کو آسان ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں آکر ہدیہ دے مگر کسی نے آکر ایک روپیہ بھی تو نہ دیا۔ محض رسم تھی اور کچھ نہیں پھر معلوم ہوا کہ بعضے علماء جو یہاں آتے ہیں اگر ان کی خدمت نہیں کی جاتی یا نذرانہ کم دیا جاتا ہے تو وہ بُرا مانتے ہیں۔

حضرت والا اعظم گڈھ کے ان واقعات کو بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے وہاں کی اور رسموں کو تو مٹایا لیکن ایک رسم کے مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا وہ یہ کہ جب کوئی عالم آتا ہے تو موضع کے اکثر لوگ یہاں تک کہ چھوٹے لڑکے بھی استقبال کے لئے دور تک آتے ہیں۔ اور یہی صورت رخصت کے وقت ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اُس ضلع کے لوگوں میں بہت ہی صلاحیت اور دینداری ہے۔ وہاں کے انگریزی خوان بھی خوش عقیدہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے ضرورت معاش ہی کے لئے انگریزی پڑھتے ہیں۔

حضرت والا بہت ہی اصرار کے بعد کہیں کا سفر اختیار فرماتے تھے اور بہت کم درخواستیں شرف قبولیت حاصل کرتی تھیں۔ لیکن اگر کوئی مریض درخواست کرتا تو اس کی درخواست بجز کسی خاص مجبوری کے کبھی مسترد نہ ہوتی۔ ایسے مواقع پر حضرت والا کا قلب مبارک بالکل پگھل جاتا اور شعر پڑھتے ؎

خستگاں را چو طلب باشد و قوت بنود گر تو بیداد کنی شرط مروت بنود

بہت سے مریضوں کی تو یہ آرزو پوری ہوتی کہ حضرت والا کی موجودگی ہی میں دم نکلے بعض مرتبہ بعذر

تاخیر سے جانا ہوتا۔ تو اُس میں یہی مصلحتِ خداوندی ظاہر ہوتی کہ حضرت والا کی موجودگی ہی میں قبل واپسی مریض کا انتقال ہوجاتا اور اس کی یہ دلی آرزو پوری ہوجاتی۔

بریلی میں ایک معزز ذی علم رئیس کی درخواست پر جن کو مرض الموت میں اس درجہ وساوس کا ہجوم تھا کہ اُنھیں سوء خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا تھا۔ حضرت والا فوراً تھانہ بھون سے تکالیف سفر گوارا فرما کر تشریف لے گئے اور ایسی تسلی بخش تقریر فرمائی کہ وساوس کافور ہو گئے اور نہایت ہشّاش بشّاش دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس واقعہ کا مفصل حال باب "شرف بیعت واستفاضۂ باطنی" میں بعد تنبیہ متعلق مضمون مسمّٰی بہ الغیبہ فی الہیبہ آیندہ آئے گا۔

غرض جس نے حضرت والا کو بنظر انصاف دیکھا ہے اس پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جتنا حضرت والا کے اندر شفقت اور دلسوزی کا مادہ ہے شاید ہی کسی کے اندر ہو۔ لیکن جہاں واقعی اس کی ضرورت اور حاجت ہو وہاں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جہاں بغرض اصلاح سیاست کی ضرورت ہو وہاں سیاست ہی شفقت ہے۔ اگر وہاں بھی ظاہری شفقت کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صورۃً شفقت ہوگی۔ لیکن معناً عداوت ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است چو رگ زن کہ جرّاح و مرہم نہ است

بعض مواقع پر مریض کی تمنّائے زیارت کا اُس کے انتقال کے بعد علم ہوتا تو حضرت والا کو نہایت قلق ہوتا اور فرماتے کہ اگر مجھکو اطلاع ہوجاتی تو ضرور جاکر اُن کی اس تمنا کو پوری کرتا۔

حضرت والا کی دلسوزی اور شفقت پر خود حضرت والا کا ارشاد یاد آیا فرمایا کہ میں ویسے بہت آزاد مزاج ہوں لیکن تکلیف کسی دشمن کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں کسی کو ذرا سی بھی تکلیف میں دیکھتا ہوں بس یہ جی چاہتا ہے کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھدوں۔

حضرت والا کا سفر میں کوئی خاص لباس نہ ہوتا تھا بلکہ وہی معمولی سادہ لباس [illegible] استعمال فرماتے وہی پہنے ہوئے سفر میں تشریف لیجاتے یعنی نہ عبا نہ قبا [illegible] ٹوپی۔ چنانچہ ایک بار حضرت والا معمولی لباس پہنے ہوئے سفر میں [illegible] اس وقت زیر استعمال تھا۔ جناب بڑی پیرانی صاحبہ [illegible] دیا کہ نیا جوڑا پہن لیا جائے حضرت والا نے فرمایا کیوں کیا کسی کو دکھلانا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ یہ میرا مطلب نہیں۔ بلکہ مصلحت یہی ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے لباس میں سفر کیا کریں کہ معتقدین آپ کو دیکھکر مطمئن ہوجائیں کہ انشاء اللہ فراخی ہے تنگدستی نہیں ورنہ اگر شکستہ حال دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ آجکل ناداری معلوم ہوتی ہے

لہذا خواہ مخواہ بدایا دینکا خیال پیدا ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ نیت تو واقعی بہت اچھی ہے اور اُن کے اس قول کو اکثر نہایت تحسین کے ساتھ نقل بھی فرمایا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس مصلحت پر ہمیشہ مذاق فطری ہی غالب رہا اور سفر میں بھی حضر کی طرح اپنا وہی سادہ طرز رکھا۔ چنانچہ ایک بار تھانہ بھون آتے ہوئے سہارنپور کے اسٹیشن پر حضرت والا ریل گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے ایک ڈلیا رکھی ہوئی تھی جس میں کھیرے تھے۔ سہارن پور کے کھیرے مشہور ہیں کسی نے ہدیتہً دئے تھے۔ ایک دیہاتی اُدھر سے گزرا تو کیا پوچھتا ہے کہ یہ کھیرے کس بھاؤ دئے۔ حضرت والا نے نہایت سادگی کے ساتھ جواب دیدیا کہ یہ بکری کے نہیں ہیں۔

اسی طرح ایک بار جب پانی پت سے واپس ہو رہے تھے۔ تو چھوٹی لین پر سوار ہونے کے لئے دہلی سے شاہدرہ جانے والی ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ چونکہ دہلی اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لئے کوئی دہلی کا ملنے والا بھی موجود نہ تھا۔ صرف ایک شخص تھے جو پانی پت سے پہونچانے آئے تھے۔ ایک پنجابی صاحب بھی اسی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جس میں حضرت والا سوار ہوئے تھے انھوں نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں حضرت والا نے فرمایا تھانہ بھون یہ سن کر انھوں نے بہت اشتیاق سے پوچھا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو بھی جانتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرا ہی نام اشرف علی ہے۔ انھوں نے استعجاب کے ساتھ حضرت والا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور مکرر پوچھا کہ کیا آپ ہی مولانا اشرف علی صاحب ہیں حضرت نے فرمایا کہ کیا اس کا کوئی خاص حلیہ ہے۔ جس کو آپ مجھ پر منطبق نہیں پاتے اس پر وہ خاموش تو ہوگئے لیکن پھر بھی انھیں تسلی نہ ہوئی تردد ہی رہا۔ کیونکہ حضرت والا کی شہرت سامہ سن کر اور تصانیف عالیہ دیکھکر انھوں نے اپنے ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہوگا کہ جب اتنے بڑے عالم ہیں تو بڑی شان سے اور مولویانہ لباس عبا و قبا جبہ و دستار میں رہتے ہوں گے۔ بالخصوص سفر کی حالت کے متعلق تو اُن کا یہ خیال ہوگا کہ اگر مولانا ہوتے تو اُن کے ساتھ بڑا مجمع ہوتا اور بہت سے خادم ہوتے لیکن ان کیساتھ تو ایک بھی خادم نہیں۔ گو عموماً سفر میں حضرت والا کے ہمراہ بطور خود بہت سے خدام مختلف مقامات سے ساتھ ہو لیتے تھے اور واقعی بہت حشم و خدم ہوتا تھا۔ لیکن اتفاقاً اس روز بوجہ عدم اطلاع کوئی ساتھ نہ تھا اور لباس بھی حسب معمول بالکل سادہ تھا۔ غرضکہ حضرت والا کو اس حال میں دیکھ کر اُن پنجابی صاحب کو یقین نہ آیا کہ یہ حضرت مولانا ہی ہیں۔ لہذا انھوں نے امتحاناً ایک علمی سوال کیا جس کا حضرت والا نے نہایت معقول اور مدلل و مفصل جواب دیا جب انھوں نے حضرت والا کی

جامع مانع اور فصیح و بلیغ علمی تقریر سنی تب انہیں یقین آیا کہ ہاں یہی حضرت مولانا اشرف علی صاحب ہیں پھر تو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے اور حضرت والا کی زیارت سے بہت مسرور و محظوظ ہوئے جب حضرت والا شاہدرہ کے اسٹیشن پر اترے تو حضرت والا کا اسباب انھیں نے اتارا اور بہت عقیدتمندی کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت کیا۔

حضرت والا کا یہ بھی دستور تھا کہ بلا میزبان کی اجازت کے کبھی کسی دوسرے کی دعوت منظور نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی معمول تھا کہ اگر حضرت والا کے ساتھ کوئی شخص خواہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو جانے کو تیار ہوتا تو فرماتے کہ اپنے کرایہ اور کھانے کا انتظام کر کے چلو بلا درخواست میزبان اس پر کرایہ کا بار ڈالنا یا اسکا کھانا کھانا جائز نہیں۔ بلکہ کچھ رقم اپنے پاس محض اس غرض کے لیے رکھتے کہ اگر کسی مقام سے کوئی نادار معتقد غایت اشتیاق سے حضرت والا کے ہمراہ سفر کرنا چاہے تو اس کی اعانت فرما کر اس کی اس خواہش کو پورا کر سکیں چنانچہ احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ چند شائقین رنگون تک کے لمبے سفر میں حضرت والا کے ذاتی کرایہ سے گئے تھے۔

سب ہمراہیوں سے اپنے کھانے کا خود انتظام کر لینے کے لیے فرماتے اور اگر میزبان اپنی طرف سے کرنا چاہتا تو میزبان سے فرما دیتے کہ ان سے خود درخواست کیجئے اگر وہ مجھ سے عادت لیں گے تو پھر ان کی خاطر [illegible] ہر طرح حضرت والا اپنے ہمراہیوں کو ذلت سے بچاتے مگر کسی ساتھی کو بطور خود بلا حضرت والا سے [illegible] پر بھی دعوت قبول کرنے کی اجازت نہ تھی۔ باقی بے تکلف موقعوں پر حضرت والا بھی تنگی نہ فرماتے [illegible]

اگر کوئی صاحب بلا میزبان کی درخواست کے محض ہمراہی [illegible] پر بیٹھ جاتے تو سخت زجر و توبیخ کے ساتھ دسترخوان پر سے اٹھا دیتے [illegible] ہوئی سفر میں ساتھ رہنے سے بھی روک دیئے جاتے۔ اگر کوئی میزبان حضرت والا [illegible] بھی ہدیہ دینا چاہتا تو ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے تاکہ نیت خراب نہ ہو اور [illegible] بچیں اور ایسے مال سے بچیں جو طیب خاطر سے نہ دیا گیا ہو بلکہ محض شرما [illegible] تو ہمراہی کو کسی چیز کے قبول کر لینے کی مجال ہی نہ تھی۔

ایک بار [illegible] ایک اور رفیق سفر بزرگ کے ہمراہ [illegible] حضرت والا سے معلوم ہونے پر بذریعہ ڈاک [illegible] اس لئے بعد کو خود اپنا علاحدہ جوڑا [illegible] حضرت والا کا [illegible]

Marfat.com

ہوئی۔ تقریباً ہمیشہ ریل کے ڈبّہ کے اندر بھی لمبی لمبی جماعتوں کے ساتھ نمازیں برابر ادا ہوتی رہیں اور اللہ تعالےٰ کا ایسا فضل شامل حال دیکھا کہ مسافروں کے بڑے بڑے ہجوموں میں بھی حضرت والا کے ڈبّہ کے اندر اکثر و بیشتر جگہ خوب فراغت ہی سے رہی اور ہر سفر نہایت اطمینان ہی سے طے ہوا۔

حضرت والا کو صدہا سفر کرنے پڑے مگر حق تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ نہایت راحت اور اطمینان ہی سے سفر طے ہوئے۔ یوں کبھی خفیف سی تھوڑی دیر کی دقتی کلفت ہوئی تو اُس کا جلدی ہی ایسا تدارک ہوگیا کہ پہلے سے بھی زیادہ راحت مل گئی۔ کسی رفیق سفر سے احقر نے سُنا ہے کہ جب حضرت چھوٹی بیرانی صاحبہ مدظلہا کو حضرت والا واپسی حج پر بمبئی سے لا رہے تھے تو حضرت والا کی ربیبہ سلمہا جو اُس وقت بچی تھیں شدّت تشنگی سے بیتاب تھیں اور پانی کا اسٹیشن بہت دور تھا۔ سخت پریشانی تھی کہ کیا تدبیر کی جائے کہ یکایک ریل راستہ پر ایسی جگہ رک گئی جہاں نیچے دریا تھا۔ وہاں سے بالٹی میں پانی کھینچکر بچی کو پلا دیا گیا۔ یہ انعام الٰہی تھا۔

ایک بار ایک مقام پر حضرت والا بلائے ہوئے تشریف لے گئے اسٹیشن پر اتفاق سے کوئی شخص لینے کے لئے وقت پر نہ پہونچا حضرت والا اسٹیشن ہی سے واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد سے بلانے والوں کے ذمہ یہ بھی کر دیا گیا کہ اپنا ایک آدمی معیّت کے لئے بھیجدیں جو برابر ساتھ رہے تاکہ کسی مقام پر کوئی دقت نہ ہو۔ مگر وہ آدمی ایسا معزز نہ ہو جس سے بوقت ضرورت کوئی کام لینے میں حجاب معلوم ہو۔ مخدوم نہ ہو بلکہ خادم ہو یا کوئی بے تکلف دوست ہو چنانچہ پھر ہمیشہ یہی معمول رہا جس سے سفر میں ہر طرح کا اطمینان رہتا۔

یہ بھی حضرت والا کا معمول تھا کہ خواہ زائد خرچ برداشت کرنا پڑتا لیکن کسی سے یہ قرار داد نہ کرتے کہ تم فلاں اسٹیشن پر مل جانا وہاں سے ساتھ ہو جائے گا بلکہ یا تو خود اس کو اپنے مقام روانگی پر بلاتے یا خود اس کے مقام پر پہنچ جاتے۔ اور دونوں ایک جگہ سے ساتھ سفر شروع کرتے اور برابر ساتھ رہتے تاکہ دونوں ایک حال میں رہیں ورنہ اگر قرار داد کی صورت میں کسی کو کوئی عذر پیش آگیا اور وقت مقررہ پر پہنچ نہ ہوا تو دونوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

ڈیک ریاست بھرت پور کے سفر میں زنانی سواریاں ساتھ تھیں۔ ریلوے اسٹیشن متھرا سے گھوڑا گاڑیوں میں جانا تھا۔ زیادہ فاصلہ تھا دیر سے روانہ ہونے میں رات ہو جانے کا اندیشہ تھا حضرت والا نے ظہر کی نماز میں صرف دو رکعت فرض قصر پر اکتفا کیا اور روانہ ہو گئے۔ سنتیں چھوڑ دیں اور فرمایا کہ سفر میں سنت کا درجہ نفل کا ہو جاتا ہے ضرورت کی حالت میں بالکل حذف کر دینا بھی جائز ہے

Marfat.com

اور ضرورت کے موقع پر بھی شرعی رخصتوں پر عمل نہ کرنا اپنے اوپر بلا ضرورت تعب ڈالنا ہے جو ایک درجہ میں حق تعالےٰ کی ناشکری ہے۔

حضرت والا نے کبھی کوئی سفر کسی کی وجاہت ظاہری سے متأثر ہو کر نہیں کیا۔ نہ اپنے کسی اصول میں فرق آنے دیا۔ چنانچہ ایک نواب صاحب نے جو ایک نہایت ذی وجاہت اور مقتدر خاندانی رئیس ہیں حضرت والا کی خدمت میں دو سو روپے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے لئے بھیجے جو زیر سرپرستی و نگرانی حضرت والا خاص خانقاہ ہی کے اندر بلا ادنیٰ تحریک چندہ محض توکل پر قائم ہے اس کے ساتھ ہی انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں تشریف آوری کی درخواست بھی پیش کی حضرت والا نے وہ روپے واپس فرما دیئے اور لکھ دیا کہ اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کا مضمون نہ ہوتا تو مدرسہ کے لئے روپیہ لے لیا جاتا۔ اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھکو متأثر کرنیکے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہو۔ اور آپ کی یہ غرض نہ سہی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا کہ میں آزادی کے ساتھ اپنے آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم نہ کرسکوں گا کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ اس پر نواب صاحب کا معذرت نامہ آیا اور لکھا کہ آپ کے متنبہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقعی یہ مجھسے سخت بدتہذیبی ہوئی میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں۔ اور روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں براہ کرم مدرسہ کے لئے قبول فرما لیا جائے حضرت والا نے پھر نہایت خوشی سے قبول فرما لیا اور تحریر فرمایا کہ ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھکو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنا دیا ہے چنانچہ بعد چندے انھوں نے پھر تحریک کی اور حضرت والا تشریف لے گئے لیکن پھر بھی اس شرط پر کہ کسی قسم کا ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔ جب حضرت والا وہاں سے واپس تشریف لانے لگے تو ان کی والدہ صاحبہ نے حضرت والا کی پیر بہن ہیں تقریباً سو روپیہ خدمت میں پیش کرنا چاہا [illegible] شرط ہونے کا عذر پیش کیا۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو والدہ [illegible] فرمایا والدہ اور ولد میں کیا فرق ہے [illegible] جی ہی خدمت کرنے کو چاہے تو آخر وہ کیا کرے [illegible] ہوں نہیں کہ میرا کوئی ٹھکانا نہ ہو میرے [illegible] چونکہ نواب صاحب ماشاء اللہ نہایت عاقل اور مہذب و مؤدب ہیں اور [illegible] کے ایک پرانے دیندار خاندان کے [illegible] ہیں انھوں نے اصرار نہیں فرمایا ان کی اکثر حضرت والا تعریف فرمایا کرتے ہیں [illegible]

گذر جانے کے بعد تھانہ بھون خود حاضر ہو کر تین گنیاں پیش کیں جو حضرت والا نے نہایت مسرت اور احترام کے ساتھ قبول فرمالیں اور نواب صاحب کی یہ کمال دانشمندی تھی کہ پہلی رقم کی مقدار بھی بدلدی تاکہ محض وضع داری نہ سمجھی جائے اور حضرت والا کے قلب پر بار بھی نہ ہو اور ذہن بھی پچھلے واقعات کی طرف منتقل نہ ہو اور یہ ایک مستقل ہدیہ سمجھا جائے پھر تو نواب صاحب کی اہلیت اور عقیدت کی بناء پر حضرت والا سے ان کے خصوصی تعلقات قائم ہو گئے

اسی قسم کے دو واقعے اور یاد آئے۔ ڈھاکہ کے پہلے سفر کے بہت بعد جس کا کچھ اجمالی ذکر اوپر آچکا ہے کانفرنس کے موقع پر حضرات علماء دیوبند کا وفد بھی ڈھاکہ گیا تھا۔ نواب صاحب نے اس موقع پر بھی حضرت والا کو نہایت اشتیاق کے ساتھ دعوت دی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت والا اس قسم کے جلسوں کی شرکت سے بالکلیہ محترز رہتے تھے حضرت والا نے عذر فرما دیا تھا۔ مگر حضرات دیوبند کے اصرار پر حضرت والا کو سفر کرنا ہی پڑا۔ لیکن اس احتمال پر کہ اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آیا تو آزادی کے ساتھ واپس آسکوں۔ اپنے ذاتی کرایہ سے تشریف لے گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کلکتہ میں نواب صاحب کی طرف سے سب حضرات کے قیام و طعام کا انتظام تھا کیونکہ وہاں ہو کر ڈھاکہ جانا ہوتا۔ ایک رئیس صاحب جو نواب صاحب کے دوست تھے۔ مہمانداری کے منتظم تھے۔ انھوں نے حضرت والا سے حضرت والا کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ نواب صاحب کو آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرت ہوئی کیونکہ انکار کے بعد مایوسی ہو گئی تھی۔ حضرت والا نے اُن سے پوچھا کہ نواب صاحب نے میرے انکار کی کوئی وجہ بھی آپ سے ظاہر کی۔ کہا یہ فرماتے تھے کہ اُن کی شرطیں بہت سخت ہیں۔ جن کو قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت والا نے پوچھا وہ کونسی شرطیں تھیں۔ کہا ایک تو یہی تھی کہ کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے (حضرت والا فرماتے تھے کہ اُن کو غلط ہو گیا یہ شرط پہلے سفر میں لگائی گئی تھی لیکن اس سے قطع نظر کر کے) فرمایا کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے دینا تو دشوار ہو بھی سکتا ہے نہ دینا کیا مشکل ہے۔ اس پر دو رئیس صاحب بولے کہ صاحب جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیہ دینے کے لئے جی چاہتا ہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ محبوب کو اپنے گھر ہی بلا بلا کر ہدیہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو اُس کے گھر جا کر یا گھر بھیجکر بھی تو ہدیہ دیا جا سکتا ہے۔ اس پر دو صاحب بولے کہ جناب معاف فرمایئے۔ پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔ اس بیہودگی اور بدتمیزی پر حضرت والا کو سخت ناگواری ہوئی۔ فرمایا اچھا آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ لوگ کنواں ہیں اور ہم پیاسے اور ہمارے دماغ میں

Marfat.com

یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ لوگ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے۔ وہ یہ کہ دو چیزیں حاجت کی ہیں دین اور دنیا۔ ان میں سے ایک ہماری حاجت کی چیز تو آپ کے پاس ہے اور ایک آپ کی حاجت کی چیز ہمارے پاس۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جو چیز ہماری حاجت کی آپ کے پاس ہے یعنی دنیا وہ تو اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے۔ لیکن جو چیز آپ کی حاجت کی ہمارے پاس ہے یعنی دین وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں لہٰذا آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے اور آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے یا ہم پیاسے اور آپ کنواں۔ اس پر وہ چپ ہو گئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ حضرت والا کو ان کی یہ بیہودگی نہایت ناگوار ہوئی اور اپنے رفقاء سے ایک لطیف خندہ کر کے وہاں سے چلے آئے اور ایک مسجد میں تشریف لے جا کر وہاں کے امام کے پاس مقیم ہو گئے۔ جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے مسجد میں تشریف لا کر ڈھاکہ ساتھ چلنے کے لئے بہت اصرار فرمایا لیکن حضرت والا نے عرض کیا کہ میں تو اب واپسی کا قطعی ارادہ کر چکا ہوں اور پہلی ریل گاڑی میں سوار ہو کر الہ آباد پہونچ گئے۔ کیونکہ واپسی پر وہاں ٹھہرنے کا وعدہ تھا۔ اول تو یہ ہی ڈھاکہ کا سفر حضرت والا کے خلاف طبیعت تھا۔ پھر اوپر سے یہ ناگوار واقعہ راستہ میں پیش آیا اس لئے واپسی کا عذر اور بھی قوی ہو گیا اور سچ ہے ہمادہ یزداں ممد متقی۔ کا ظہور ہوا اس وقت حضرت والا کا اپنے کرایہ سے سفر کرنا بہت کام آیا ورنہ بڑی تنگی پیش آتی اور ایسی آزادی کے ساتھ واپس نہ آ سکتے۔ یہی وہ فراست ہے جس کی فضیلت حدیث میں آئی ہے اور جس کے سامنے یہ کشف کا درجہ بہت متاخر ہے۔ جب نواب صاحب کو خبر پہنچی تو ان کو بہت ہی ناگوار ہوا حضرت والا واپسی کا عزم فرما چکے تھے۔ اس لئے نہ روک سکے پھر الہ آباد پہنچ کر [illegible]

جواب بھیجدیا۔

جناب اکبر حسین صاحب نے [illegible]

تھے اس واپسی پر بہت اظہار مسرت فرمایا۔ کیونکہ ان کو [illegible]

کے یہاں جانا بہت گراں تھا۔

اس قسم کا دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ [illegible]

قدم و کمال ایک دیندار رئیس نے اپنی ہی [illegible]

افغانان کے مدرسہ میں ایک جلسہ منعقد کیا [illegible]

Marfat.com

مدرسہ کے سرپرستوں اور دیگر اراکین کو اطلاع کردیں کہ اس تاریخ پر مدرسہ میں آجائیں۔ مہتمم صاحب نے اس اطلاع کے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ حضرت والا نے شرکت سے انکار فرمادیا اور مہتمم صاحب کو لکھ بھیجا کہ اُن کو اس حاکمانہ لہجہ میں بلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح حکم نامہ بھیجکر بلانا خلاف تہذیب ہے یہ بھی کوئی بلانے کا طریقہ ہے میں نہیں آؤں گا۔ کیا وہ کسی رئیس کو ایسے طریقہ سے دعوت دے سکتی تھیں۔ جناب مہتمم صاحب نے مدرسہ کی مصالح کی بنا پر اصرار فرمایا اور کہا کہ یہ اُن رئیسہ صاحبہ کا فعل نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے میر منشی کا ہے۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ پھر بھی یہ شکایت ہے کہ اس معاملہ کو بالکل میر منشی ہی پر کیوں چھوڑ دیا گیا۔ مسودہ خود دیکھ کر منظوری دیتیں۔ جس طرح حکام کے دعوت ناموں میں اہتمام کیا جاتا ہے اس کے بعد لکھا کہ ان کے بلانے پر تو میں اب نہیں آؤں گا۔ البتہ اگر آپ حکم دیں گے تو جوتیاں چٹخاتا ہوا سر کے بل حاضر ہوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر تشریف لے گئے کہ رئیسہ سے نہ ملوں گا نہ اُن سے کوئی گفتگو بلاواسطہ یا بواسطہ کروں گا۔ جناب مہتمم صاحب نے اسی کو بسا غنیمت سمجھا اور تشریف لانے کی درخواست کی حضرت والا تشریف لے گئے اور مدرسہ کے مہمان ہوئے اور بہت پُر اثر وعظ ہوا جس میں وہ رئیسہ بھی شریک تھیں۔ اس کے بعد فوراً اسٹیشن پر تشریف لے گئے تاکہ مہتمم صاحب کو یا اپنے حضرات میں سے کسی کو کچھ کہنے سننے اور اصرار کا موقع ہی نہ مل سکے۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بے ملے ہی تشریف لے آئے۔ پھر اُن رئیسہ صاحبہ نے حضرت والا کے لئے مٹھائی کا حصہ جو انھوں نے تقسیم کی تھی اسٹیشن پر بھیجا اور احتیاطاً یہ کہلا بھیجا کہ یہ مٹھائی عام تقسیم کی نہیں ہے بلکہ خود میرے حصہ کی ہے قبول فرمانے میں پس و پیش نہ فرمائیں۔ بوجہ مزاج شناس نہ ہونے کے انھیں اندیشہ ہوا کہ دماغ دار ہیں کہیں عام تقسیم کی مٹھائی لینے میں بھی تامل ہو۔ بہرحال انھیں یہ تو احساس ہوگیا کہ ملانوں میں بھی دماغدار ہو سکتے ہیں۔ غرض حضرت والا کو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ اہل علم کی ذات نہ ہو جن کو آجکل لوگ عموماً خصوص امرار نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں حالانکہ اس کا ان کو کوئی حق نہیں اور یہ خلاف تہذیب حرکت اُن کو ہرگز زیبا نہیں بالخصوص اس حیثیت سے کہ حضرات علماء کو اللہ تعالیٰ نے حاملان دین اور محافظان اسلام اور ورثۃ الانبیاء بنا کر بڑے رتبے عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا حضرت والا نے نظر برحال زمانہ اور بمقتضائے ضرورت وقت اپنا یہ نصب العین قرار دے رکھا ہے کہ متکبروں کو اچھی طرح محسوس کرا دیا جائے کہ ؎

مبین حقیر گدایان عشق را کایں قوم شہان بے کمر و خسروان بے کلہند

Marfat.com

گو بعضے کوڑھ مغز اس کو تکبّر پر محمول کریں لیکن بقول حضرت والا تکبّر کی بدنامی بہ نسبت تملق کی بدنامی کے لذیذ بدنامی ہے اور آجکل تو بفحوائے التکبر مع المتکبرین عبادۃٌ۔ اس کی سخت ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ اس تمرّد اور فرعونیت کے زمانہ میں جبکہ اہل دین کو عموماً نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی ایک مجدّد وقت کے ذمّہ ضروری تھی اور بمصداق ہر فرعونے راموسیٰ۔ اس چودھویں صدی کے لئے ایسا ہی مصلح درکار تھا۔ جس نے بڑے بڑے سرکشوں سے حق کے سامنے سر تسلیم خم کروا دیا۔ اور اُن کو صحیح معنوں میں مسلم بنا کر سچے دل سے دین اور اہل دین کی عظمت کو اُن سے منوا دیا۔ جب اصلاح ہی کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے تو پھر بدنامی کا خیال کر کے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنا خیانت تھا۔ لیکن چونکہ حفظ مراتب بھی مقاصد شرعیہ میں سے تھے لہذا حضرت والا اپنی طرف سے کبھی تہذیب کو ذرا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ دنیوی ذی وجاہت صاحبان کا بھی اُن کے مرتبہ کے مطابق بہت لحاظ فرماتے ہیں اور نہایت تہذیب سے پیش آتے ہیں بشرطیکہ اُن کی طرف سے کوئی بے عنوانی نہ ہو اور جس سے جو معاملہ فرماتے ہیں یا گرفت فرماتے ہیں بالکل اصول صحیحہ کے موافق حتیٰ کہ دوسرے کو اپنی غلطی کے اقرار کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت والا بہ آواز بلند فرمایا کرتے ہیں کہ جس کو اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں تہذیب کا دعوی ہو کچھ دن میرے پاس رہ کر دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالےٰ خود اُسی کے مُنھ سے کہلوا دوں گا کہ واقعی ہم بدتہذیب ہیں اور حقیقی تہذیب وہی ہے جس کی شریعت مقدسہ نے تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ جناب حفیظ مرحوم جونپوری جو ایک مشہور شاعر اور شروع میں بہت ہی آزاد تھے۔ حضرت والا سے رجوع کرنے کے بعد اپنے رسالہ موسومہ "مآل" میں لکھتے ہیں کہ جس تہذیب کو ہم نے مدّت العمر اُمراء اور بڑے بڑے مہذبین کی صحبتوں میں رہ کر حاصل کیا تھا۔ تھانہ بھون آکر معلوم ہوا کہ وہ سراسر بدتہذیبی تھی۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے مدعیان تہذیب جدید کے منھ سے بدتہذیبی کا اقرار کرانے [illegible] کیونکہ یہ اپنے مقابلہ میں ہم ملانوں کو بالکل وحشی بدتہذیب ہی سمجھتے [illegible] دعویٰ شکست ہوتا ہے۔

حضرت والا نے جب بعض اسلامی ریاستوں میں سفر فرمایا تو سب سے اول مطالعہ الحیل سے اس کی تدبیر فرمائی کہ والیان ریاست سے ملاقات کی نوبت نہ آنے پائے۔ کیونکہ حضرت والا اُمراء سے از خود تو ملتے نہیں لیکن جب وہ خود ملنے آتے ہیں تو حضرت والا باوجود انتہائی شان استغنا کے

Marfat.com

بہ تعمیل ارشاد نبویؐ نزلوا الناس منازلھم نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ نیز دیگر معاملات میں بھی اُن کے مراتب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم نواب صاحب ڈھاکہ نے حضرت والا سے اپنی بچیوں کو بسم اللہ پڑھوائی تو چونکہ حضرت والا نے قبل سفر یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ کسی قسم کا ہدیہ نقد یا غیر نقد نہ دیا جائے گا اور نواب صاحب کا جی چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے کچھ خدمت کریں۔ اس لئے نواب صاحب نے تقریب بسم اللہ سے پہلے بذریعہ رقعہ عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ بسم اللہ پڑھوانے کی کچھ نقد سے خدمت کی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو میری سخت سبکی ہوگی امید ہے کہ آپ میری سبکی کو گوارا نہ فرمائیں گے اور کچھ ہدیہ پیش کرنے کی ضرور اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ سبکی سے بچنے کی تو ایک بہت سہل صورت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ مجمع میں تو میں آپ سے لے لوں اور خلوت میں آپ کو واپس کر دوں۔ اس طرح آپ کی وضع بھی قائم رہے گی اور میری مصلحت بھی محفوظ رہے گی۔ اور یہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس واپسی کی کبھی عمر بھر بھی کسی کو اطلاع نہ کروں گا۔ اس کو نواب صاحب نے ہرگز گوارا نہ فرمایا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی مصلحت پر اپنی وضع کو قربان کرتا ہوں۔

اسی طرح ریاست بہاولپور کی طرف سے حضرات علماء کو جو وہاں مدعو کئے گئے تھے جن میں حضرت والا بھی تھے۔ ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپے بعنوان خلعت اور پچیس پچیس روپے بنام دعوت عطا کئے گئے تھے۔ اس وقت تو حضرت والا نے اس رقم کو دیگر حضرات علماء کے ساتھ بخیال احترام رئیس سب کے سامنے قبول فرمالیا۔ لیکن بعد کو خلوت میں وزیر صاحب سے عذر کیا کہ اس کو مجھ سے واپس لے لیا جائے۔ کیونکہ بیت المال سے دیا گیا ہے۔ جس کا میں مصرف نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اب تو کاغذات میں بھی اندراج ہو چکا اب اس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا خیر اگر خزانہ میں واپسی نہیں ہو سکتی تو اس رقم کو مقامی علماء اور طلباء میں صرف کر دیا جائے کیونکہ شرعاً بیت المال کے وہی مصرف قریب ہیں غرض جو کچھ ملا تھا وہ سب حضرت والا نے واپس فرما دیا لیکن نہایت سلیقہ اور بہت خوبصورتی کے ساتھ۔ یہی صورت ریاست خیرپور سندھ میں واقع ہوئی تھی۔ وہاں پر یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ نواب صاحب کو واپسی خلعت ناگوار ہوگی۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر یہ اندیشہ ہے تو اُن کو معلوم ہی کیوں کرایا جائے بلکہ جو نقد بہ عنوان خلعت ملا ہے اُس کو مساکین میں تقسیم کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ اس کا مصرف صحیح ہیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ چونکہ بفضلہ تعالیٰ نیت نیک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے موقعوں پر کوئی ایسی معقول بات

سوجھا دیتے ہیں کہ دوسرے کو ماننی ہی پڑتی ہے۔ اور الحمد للہ مجھے کہیں خلاف شریعت یا خلاف طبیعت کرنے پر مجبور نہیں ہونا پڑتا۔

اس پر حضرت والا کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ حیدرآباد کے سفر میں ایک معمر صاحب علم نے اپنی مستورات کو حضرت والا سے مرید کرانا چاہا۔ انہوں نے اس کی کوشش کی کہ بے پردہ سامنے آنیکی اجازت دیدی جائے لیکن حضرت والا نے منظور نہ فرمایا۔ بالآخر انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ان کو برقع میں بٹھلادیا۔ جب مرید کرنے کے لئے حضرت والا اُس مجلس میں بیٹھے تو بڑے میاں بولے کہ منہ کھولدو ان سے کیا پردہ۔ اب حضرت والا بہت تنگ ہوئے لیکن بجائے اس کے کہ حضرت والا بڑے میاں سے قیل وقال کرتے جس میں کامیابی بھی نہ ہوسکتی تھی۔ اور اتنے میں وہ اپنا منھ کھول بھی دیتیں حضرت والا نے فوراً خود برقع والیوں ہی سے للکار کر کہا کہ خبردار جو منھ کھولا۔ اب بڑے میاں تو کہہ رہے ہیں کہ نہیں جی منہ کھول دو ان سے کیا پردہ اور حضرت والا ڈانٹ رہے ہیں۔ کہ خبردار میں حکم دیتا ہوں کہ ہرگز منہ نہ کھولنا۔ چونکہ مرید ہونے کے لئے بیٹھی تھیں ان کو حضرت والا ہی کا حکم ماننا پڑا۔ اور منھ نہ کھولا۔ غرض حضرت والا ہی اپنی تجویز میں کامیاب رہے۔

اسی طرح ایک بڑی ریاست کی وزیرزادی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ خود تھانہ بھون حاضر خدمت ہوئیں انہوں نے بھی بے پردہ سامنے آنا چاہا۔ اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ذریعہ سے اس کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے صریح انکار کرنا تو مصلحت کے خلاف سمجھا کیونکہ آزاد لوگوں کے سامنے اگر حکم شرعی بتایا جاتا ہے تو وہ اس کی بیقدری کرتے ہیں۔ اور ان کے جی کو نہیں لگتا۔ بلکہ شریعت کا نام سن کر عجب نہیں کہ شریعت کے متعلق کچھ طعن یا استخفاف کا کلمہ کہہ بیٹھیں اس لئے نہایت لطیف تدبیر کی فرمایا کہ اگر ان کو کچھ کہنا سننا نہ ہو تو خیر اجازت ہے۔ کیونکہ حضرت والا کو قرائن سے معلوم تھا کہ کہنا سننا ضرور ہے۔ اس لئے سامنے نہ آویں گی۔ نیز اس [illegible] میں خود اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا پھر میرا کیا حرج ہے۔ لیکن انہوں نے کہا [illegible] بھی کرنا ہے۔ اس پر فرمایا کہ میری طبعی بات ہے کہ میں کسی عورت سے [illegible] ہوں۔ اگر تم مجھ سے چہرہ کھول کر گفتگو کروگی تو میں گفتگو کر [illegible] اپنی طبیعت سے مجبور ہوں لہذا اگر گفتگو کرنی ہے تو پردہ کی آڑ سے کرو۔ چنانچہ [illegible] انہیں اسی پر راضی ہونا پڑا۔ اور واقعی حضرت والا نہایت غیرت وحیا کی وجہ سے کسی عورت کے ساتھ دوبدو ہوکر بے تکلف گفتگو نہیں فرما سکتے حضرت والا جب سفر میں کسی سواری پر بیٹھتے تو حتی الامکان ایسی جگہ [illegible]

اور مہیا ہوا نہ ہوتا کیونکہ اس سے حضرت والا کو طبعاً الجھن ہوتی ہے۔ نیز حضرت والا ریل گاڑی کے گذرتے وقت نظر اٹھا کر مسافروں کی طرف نہیں دیکھتے جیسا کہ عام دستور ہے کہ جب کوئی ریل گاڑی گذرتی ہے تو لوگ تماشہ کے طور پر ضرور ایسا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے حجاب آتا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ ایک فضول حرکت ہونے کے یہ بھی تو اس میں احتمال ہے کہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔

حضرت والا جب سفر میں تشریف لیجاتے تو مشتاقان زیارت کا ہر جگہ ایک انبوہ عظیم ہو جاتا استقبال اور رخصت کے وقت اسٹیشنوں پر اتنا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ مسافروں کو چلنے کے لئے جگہ ملنی دشوار ہو جاتی۔ مصافحہ کرنے والوں کی اتنی کثرت ہوتی کہ اکثر حضرت والا اپنے دونوں ہاتھ جدا جدا دونوں طرف بڑھا دیتے اور لوگ بڑھ بڑھ کر والہانہ انداز سے دو طرفہ ہاتھ چومتے رہتے۔ اور حضرت والا ہر شخص پر نظر توجہ ڈالتے جاتے۔ بوقت رخصت جب تک ریل تیز نہ ہو جاتی مصافحوں کی بھرمار اور یہی کیفیت رہتی۔

حضرت والا کو حق تعالیٰ نے ایسی محبوبیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ بعض ضعیف الخیال لوگوں کو گمان ہو گیا کہ حضرت والا کو کوئی تسخیر کا عمل آتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت والا کے ایک متوسل سے ایک صاحب نے کہا کہ اگر تم نے حضرت والا سے عمل تسخیر ہی نہ حاصل کیا تو کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ اور کہا کہ حضرت کے پاس اس کا تیر بہدف عمل ہے۔ حضرت والا نے ان کے اس قول کو بہ تبسم نقل فرما کر فرمایا یہی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ کے بارہ میں بھی بعض لوگوں کا خیال تھا چنانچہ ان صاحب نے اسی خیال کو لئے ہوئے مجلس میں بیٹھے کہتے حضرت شاہ صاحب کو کشف ہوا فرمایا توبہ توبہ نعوذ باللہ استغفر اللہ عملیات کرنے سے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اھ۔ بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہ حضرت والا کو لمبے لمبے سفروں میں بھی ایسا گمان نہیں ہوا کہ ضروری کاموں میں خلل انداز ہو جائے اکثر دیکھا گیا کہ رات رات بھر سفر کیا اور نیند تقریباً آئی ہی نہیں لیکن صبح کو گھنٹوں کھڑے ہو کر نہایت جوش کے ساتھ وعظ فرمایا۔ اور پھر جمع شدہ ڈاک کو بھی ختم کیا۔ ایک بار شب کو آدھی رات وعظ فرما کر ڈاک لکھنے بیٹھ گئے اور برائے نام ہی آرام فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سفر میں قلت آرام کی وجہ سے میرے حواس مختل ہو ہو جاتے تھے لیکن ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا پر کوئی معتد بہ اثر نہ ہوتا۔ اور برابر وعظ و ملفوظات و تحریر خطوط میں مشغول رہتے۔ اس پر یاد آیا کہ ایک مولوی صاحب نے خود احقر سے کہا کہ مولانا کو کوئی بوٹی معلوم ہے۔ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی

رہتی ہے۔ ان سے وہ بوٹی معلوم کرنی چاہئے۔ حضرت والا سے جب اس قول کو نقل کیا گیا تو ہنسے اور فرمایا کہ خبطی ہیں۔ پھر فرمایا لیجئے میں اس بوٹی کو بتلائے ہی دیتا ہوں۔ وہ بوٹی ہے تعلق مع اللہ جس سے قلب میں نہایت قوت اور طمانیت اور طبیعت میں ہر وقت فرحت و بشاشت رہتی ہے۔ جو جڑ ہے صحت کی۔ واقعی حضرت والا کی صحت بفضلہ تعالیٰ ماشاء اللہ نہایت اچھی رہتی ہے۔ بحمد اللہ ہمیشہ تندرست ہشاش بشاش اور آواز میں انتہا درجہ کی قوت اور جمہوریت اور کلام میں نہایت شوکت و صولت ہی دیکھی۔ حالانکہ حضرت والا کو بعض رنج وہ حادثات کے بعد بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا اللہ تعالیٰ حضرت والا کی صحت و قوت ظاہری و باطنی میں روز افزوں ترقی بخشے۔ اور بایں فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے آمین

الحمد للہ حضرت والا بفضلہ تعالیٰ شاذ و نادر ہی کبھی بیمار پڑتے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی بیماری بھی جلد سے جلد جاتی رہتی ہے۔ جس بیماری سے لوگ مہینوں میں اچھے ہوتے ہیں حضرت والا بفضلہ تعالیٰ بس دو تین ہی دن میں صحت یاب ہو جاتے ہیں اور کبھی کام میں ہرج واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر بیماری میں بھی کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اسواسطے حضرت والا کے ساتھ یہ معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی معاملہ رکھے اور حضرت والا کو غیر معمولی طویل عمر صحت و عافیت و خیر و برکت کے ساتھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

اور احادیث میں جو امراض کی فضیلت اور اجر وارد ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عطا فرمایا کہ دو عارضے مثل لازم کے ہو گئے ہیں ایک آنت اترنا دوسرا دماغ میں تبخیر سے ایسا دھواں سا بھر جانا جس سے نیند اکثر مختل رہتی ہے۔ اور بعض اوقات کئی کئی روز اسی حالت میں گذر جاتے ہیں پھر سیری سے نیند آجاتی ہے۔ اگر حق تعالیٰ امداد نہ فرماتے تو تحمل دشوار تھا چند روز سے [illegible] عارض اول میں خفت ہے۔ گو سفر کے قابل نہیں ثانی کی بھی تدابیر جاری ہیں۔ امید ہے [illegible] تعالیٰ اس کو بھی سکون ہو جاوے گا۔ لیکن اس سے بفضلہ تعالیٰ کسی کام میں [illegible] بلکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ نیند نہ آنے کی حالت میں دماغ کی [illegible] وقت اور بھی تیزی سی محسوس ہونے لگتی ہے [illegible] حال [illegible] مرض کا اجر بھی عطا ہو جاتا ہے اور حرج بھی واقع نہیں ہوتا۔

چونکہ حضرت والا [illegible] غایت [illegible] عقیدت [illegible] لکھتے ہیں [illegible]

[illegible]

میں کیا جائیگا۔ چند سفر ہر دو پیرانی صاحبان کے معالجہ کے سلسلہ میں بھی فرمائے اور زنانہ شفاخانوں میں بھی قیام فرمانا پڑا جہاں کی عیسائی ڈاکٹرنیاں بھی حضرت والا کا نہایت ادب و احترام کرتیں اور باوجود بے پردہ اور بیباک ہونے کے حضرت والا کے سامنے سے گذرتے ہوئے جھجکتیں اور اپنے قلبی ادب و احترام کا اظہار اور لوگوں سے کرتیں۔

حسب روایت حافظ صغیر احمد صاحب منٹگمری کے سفر میں ایک معزز رئیس نے جو بہت بیباک اور زبان آور اور بڑے بڑے حکام کے سامنے نہ جھکنے والے تھے۔ حضرت والا سے کوئی بے ڈھنگی بات پوچھی حضرت والا نے حسب معمول انہیں ڈانٹا اور یہاں تک ناگواری بڑھی کہ مجلس سے اُٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ وہ پھر بھی بیٹھے رہے۔ تو حضرت والا خود اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اگر آپ نہیں اُٹھتے تو میں خود اُٹھا جاتا ہوں۔ میں ایسے شخص کے ساتھ ہمنشینی بھی گوارا نہیں کرسکتا اس پر انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت آپ بیٹھے رہیں میں خود ہی جاتا ہوں۔ بہر وہ اُٹھے اور چلے گئے۔ بعد کو انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میرا تو عمر بھر کے لئے علاج ہوگیا۔ میں علماء اور ملانوں کو بہت ذلیل سمجھا کرتا تھا۔ اب ہر ایک مولوی اور ملّا سے کہیں ادب اور لحاظ کرتا ہوں کیونکہ خیال ہے کہ کہیں یہ بھی ایسا ہی نہ ہو۔ میں بڑے بڑے حکام سے بھی مرعوب نہیں ہوتا۔ مگر اس روز مولانا اتنا مرعوب ہوا کہ ڈانٹ پڑنیکے بعد ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا واہ سچ ہے ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

بہرحال سفر خواہ علاج کی غرض سے ہوتا یا کسی اور ذاتی ضرورت سے بہر صورت حضرت والا سے مسلمانوں کو دینی فیوض ضرور پہونچتے۔ کیونکہ جہاں تشریف لیجاتے جوق جوق مشتاقین حاضر خدمت ہو کر استماع کلمات طیبات حکمت آیات سے مستفید ہوتے اور اصرار کرکے پر وعظ سے بھی بہرہ اندوز ہوتے۔

حضرت والا دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے ان دونوں مبارک سفروں کا مفصل حال انشاء اللہ تعالیٰ باب "شرف بیعت و استفاضۂ باطنی" میں ملاحظہ سے گذرے گا۔

دوسرے سفر حج سے واپسی پر جب جہاز بمبئی پہونچا تو حسب معمول وہاں کے ایک سیٹھ نے حاجیوں کو کھانا تقسیم کیا۔ اور مسافر خانہ ہی میں بھیجا۔ حضرت والا کے بعض ہمراہیوں نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے تو کہا گیا کہ اللہ واسطے کا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ کہ ہم محتاج نہیں اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی اوھر لاؤ۔ ہم تو اللہ واسطے کا ضرور لیں گے اور مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ شیطان کے واسطے کا لیں گے اللہ واسطے کا نہیں لیتے۔ جب حضرت والا سے

لے لیا تو پھر ہمراہیوں نے بھی لے لیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ واسطے کا یہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ محتاج سمجھ کر دیتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بلا عوض اور بلا غرض ہے ورنہ کیا تقسیم کرنیوالے یہ نہیں جانتے کہ حجاج میں اکثر غنی بھی ہوتے ہیں۔

غرض حضرت والا کا ہر سفر سر بسر فیوض و برکات گوناگوں کا ایک دریائے رواں ہوتا تھا جس سے بلاد و امصار سیراب ہوتے چلے جاتے تھے۔ اور اب حضر کی بھی ماشاء اللہ وہ حالت ہے جو سمندر کی ہوتی ہے کہ وہیں سے بارش کی ہوائیں اُٹھ اُٹھ تمام عالم کو سیراب کرتی رہتی ہیں۔ اور وہ اپنی جگہ بدستور موجزن رہتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت والا نے مدت مدید تک اطراف و جوانب میں سفرہائے دور دراز فرماکر تبلیغ احکام الٰہیہ کی خدمات انجام دی اور اب ایک عرصہ سے سفر کو بالکلیہ ترک فرماکر اپنے مرکز یعنی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قطب ارشاد بنکر بیٹھ گئے ہیں۔ اور خدمت اصلاح خلق میں نہایت جاہ و جلال کے ساتھ مشغول ہیں بمصداق شعر حضرت حافظؒ ؎

روزگارے شد کہ در میخانہ خدمت میکنم — در لباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم

اَللّٰھُمَّ اَدِمْ فَیْضَہٗ وَعَمِّمْ وَتَمِّمْ

باب دوازدہم

"لقائے بزرگاں و دعائے بزرگاں"

تمہید

حضرت والا کو لڑکپن ہی سے اہل اللہ کے ساتھ بے حد [illegible] ہے کہ بزرگوں کے تذکرے اکثر و بیشتر نہایت لطف لے لے کر [illegible] مجلس شریف میں بیان فرماتے رہتے ہیں اور اس قدر جوش و خروش کے ساتھ کہ بیان کرتے کرتے خود بھی متاثر ہو جاتے ہیں اور سننے والوں کو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ اور ایسے موقعوں پر فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حضرات اہل سکر تھے ان کے تذکروں میں بھی یہ اثر ہے کہ سکر کی [illegible]

ایسے تذکروں میں صبح کی مجلس وقت مقررہ سے بہت زیادہ دیر دیر تک منعقد رہی۔ اور حضرت والا نے بہت تاخیر کے ساتھ صبح کا کھانا تناول فرمایا۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پر احقر کو حضرت حافظؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

نام من رفتہ است رونے بر لب جاناں بسہو اہل دل را بوئے جاں می آید از نام ہنوز

حضرت والا کو کتب بینی سے عموماً دلچسپی نہیں لیکن طبقات کبریٰ کو جس میں بزرگوں کے اقوال و احوال درج ہیں باوجود ہجوم مشاغل اس عمر میں بھی نہایت دلچسپی سے مطالعہ فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ قلت فرصت قبل مغرب ہی جب کہ حروف بھی مشکل سے نظر آتے ہیں خاص طور پر وقت نکالکر مطالعہ فرماتے رہتے ہیں۔ اور حسب فرصت خاص خاص اقوال و احوال کا اس میں سے انتخاب بھی فرما رہے ہیں بفحوائے قول پیر ہرات رح از ہر پیر سخنے یاد گیرید و اگر نتوانید نام ایشاں یاد دارید اس انتخاب کا نام یہ رکھا ہے "اماثل الاقوال والاحوال لافاضل الرجال"۔ بزرگوں کے تذکروں کو اس قدر نافع سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار حکایات کا مجموعہ مرتب کرا کر شائع کرا دیا ہے۔ جس کا نام "نزہۃ البساطین" ہے۔ اور بہت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حضرات عشاق تھے۔ ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ۔ غرض حضرت والا کو ابتدا ہی سے بزرگان دین اور اکابر صالحین سے بیحد عقیدت و محبت رہی ہے۔ اور ان حضرات کی بھی حضرت والا پر خاص عنایات و توجہات تھیں چنانچہ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی نہ اس طریق میں کبھی مجاہدات و ریاضات کئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے نہایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی بزرگ کو ایک منٹ کیلئے بھی مکدر نہیں کیا۔

بزرگوں کے ساتھ نہایت درجہ عقیدت و محبت کا یہ مقتضا ہوا کہ حضرت والا علاوہ اپنے سلسلۂ امدادیہ نوریہ کے بزرگوں کے جن سے خصوصیت اور قوی تعلق تھا اور بکثرت اختلاط و ارتباط رہتا تھا۔ اور جن کی بعض عنایات و توجہات کا ذکر مختصراً بعد کو آئے گا بعض دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی زیارت کی اور بعض بزرگوں کی زیارت کے لئے سفر بھی فرمائے جن کی کچھ تفصیل بطور نمونہ بعنوان واقعات ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

Marfat.com

واقعہ نمبر ۱

حضرت والا نے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت کے لئے دوبارہ گنج مرادآباد کا سفر فرمایا۔ حضرت والا نے ان دونوں سفروں کی مفصّل کیفیت بارہا نہایت لطف لے لے کر بیان فرمائی ہے۔ جو قلمبند بھی کی جا چکی ہے۔ اور ارواح ثلثہ میں بعنوان "نیل مرادی لسفر الی گنج مرادآباد" شائع بھی ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے یہاں اسکا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ اول بار غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں حاضری ہوئی۔ جبکہ حضرت والا بالکل نوجوان تھے۔ اور مدرسہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہوتے ہی مدرسۂ فیض عام کانپور میں نئے نئے مدرس ہو کر تشریف لے گئے تھے بعض وجوہ سے (جن کا ذکر "باب درس و تدریس" میں گذر چکا ہے۔ مؤلف) دو مہینہ کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ فرمایا گو بعد کو مدرسۂ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور حضرت والا وہیں رہے جب حضرت والا نے کانپور چھوڑنے کا قصد فرمایا تو یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ایک طالب علم کو ہمراہ لیکر نہایت شوق و عقیدت کے ساتھ مولانا رح کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ راستہ کی ناواقفیت کی وجہ سے بھولتے بھٹکتے بہت دیر میں پہونچے یہانتک کہ عشاء کی جماعت بھی ہو چکی تھی۔ اور مولانا مسجد سے حجرہ میں بھی تشریف لیجا چکے تھے۔ خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی۔ مولانا رح نے فوراً بلا لیا اور اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی سے ایک ساتھ تین سوال کئے۔ کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ کیوں آئے ہو۔ مولانا کا لہجہ باوجود نہایت سادگی و بے ساختگی ذرا تیز ہوتا تھا۔ لطف و عنایت کی گفتگو میں بھی اکثر لہجہ کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ حضرت والا نے مولانا رح کے ان تینوں سوالوں کے جواب اسی اختصار کے ساتھ نہایت ادب سے عرض کیا۔ میں ایک طالب علم ہوں۔ کانپور سے زیارت کو حاضر ہوا ہوں۔ چونکہ مولانا کو وجہ تاخیر خادم سے قلق اور اس [illegible]

[illegible] وقت تک اس نے اپنے اسی مخصوص لہجہ میں فرمایا [illegible] آئے تو وہ سراپا [illegible] بھی شفقت ہی پر مبنی تھا۔ اور کو حضرت والا سے [illegible] لیکن چونکہ حضرت والا ابتدا ہی سے سراپا ادب و تہذیب اور بزرگوں سے نہایت [illegible] اس وقت کچھ عرض کرنا خلاف ادب و عقیدت سمجھے اور اپنے معقول [illegible] [illegible] فرمایا [illegible]

Marfat.com

بہت بڑے ظرف کی بات ہے ورنہ آجکل کے طالبین تو اپنی تقصیرات کی چھوٹی چھوٹی تاویلیں کر کے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے اوپر کوئی الزام ہی نہ آنے پائے اور زیادہ تر اسی تاویل فاسد پر حضرت والا کو آج کل کے طالبین پر غصہ آیا کرتا ہے۔ اور ہمیشہ قلت ادب وعقیدت کی شکایت فرمایا کرتے ہیں۔

غرض حضرت والا چپ کھڑے تھے۔ پھر مولانا نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں عرض کیا جی ہاں ہیں فرمایا اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھالو اور صبح چلے جاؤ عرض کیا بہت اچھا اس ارشاد کے بعد اپنے خادم سے فرمایا کہ انہیں لیجا کر فلاں مکان میں ٹھہرا دو۔ چنانچہ ٹھہرا دیے گئے حضرت والا سامان اتارنے لگے۔ اور یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لیکر کچھ کھا پی لیں گے۔ اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور اطلاع کی کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے۔ حضرت والا نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آگیا ہوگا۔ چلو بھائی چلیں سننے کو تو ہم آئے ہی ہیں چنانچہ اس خادم کے ساتھ ہو لئے اور جا کر سامنے کھڑے ہو گئے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ لیکن لہجہ اب بھی ویسا ہی تیز تھا۔ حالانکہ اس وقت لطف وتشفقت صراحتہً موجود تھی جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا مولانا کا لہجہ کچھ طبعی طور پر تھا ہی ایسا جس کی وجہ حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ طبیعت میں سادگی تھی اور تصنع اور تکلف نہ تھا۔ جب مولانا نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تو حضرت والا نہایت ادب سے بجائے تخت کے جو وہاں موجود تھی چٹائی پر بیٹھ گئے جو نیچے بچھی ہوئی تھی فرمایا ابھی یہاں آجاؤ۔ تخت پر بیٹھو۔ حضرت والا حسب الارشاد اٹھ کر تخت پر آ بیٹھے۔ تکلف کی قیل وقال نہیں کی۔ جیسا کہ آج کل معتقدین میں دستور ہو گیا ہے۔ پھر خادم سے فرمایا کہ ان کے لئے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔ چنانچہ خادم اسی وقت جا کر کھانا لایا۔ ایک پیالہ میں سالن تھا غالباً ارہر کی دال تھی اور پیالہ ہی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب خادم نے کھانا سامنے رکھا۔ مولانا نے دیکھ لیا۔ بہت خفا ہوئے کہ ارے بدتمیز کیا مہمان کے لئے یوں کھانا لایا کرتے ہیں۔ روٹی الگ طباق میں لاتا سالن علیحدہ برتن میں لاتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا۔ اس نے بات بنائی کہ طباق ڈھونڈھا ملا نہیں۔ فرمایا ارے جھوٹ بولتا ہے طباق فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا یہ بھی غالباً کشف ہی سے فرمایا۔ خادم یہ سنکر دوڑا اور طباق لے آیا۔ جب حضرت والا نے کھانا شروع کر دیا تو پوچھا کیا کھانا ہے۔ عرض کیا حضرت ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔ فرمایا سبحان اللہ یہ تو بڑی نعمت ہے تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو۔ تم نے تو مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے اھ۔ مولانا کو اس

Marfat.com

امر کا کشف ہوا اور اس کے ساتھ ہی حضرت والا کی اہلیت کا بھی۔ کیونکہ عموماً مولانا کی عادت کسی کے ساتھ ایسی خصوصیت کا برتاؤ کرنے کی نہ تھی۔ بالخصوص حضرت والا جیسے نوعمر اور نووارد کے ساتھ پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ بہت اچھے آدمی تھے۔ مولانا چونکہ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اتنا بھی فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے۔ بہت بڑی تعریف تھی اور اس سے حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے تعلق قلبی بھی ثابت ہوا۔ غرض فرمایا کہ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو تم کو تو معلوم ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا حالت تھی ایک ایک چھوارہ کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن دن بھر لڑتے تھے۔ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑہا تو جوش میں آکر کھڑے ہو گئے عادت شریف یہی تھی کہ بزرگان دین کے تذکرے کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔ غرض جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور پاس آکر حضرت والا کے کندہے پر اپنا دست مبارک رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ فرماتے رہے۔ حضرت والا برابر کھانا نوش فرماتے رہے۔ نماز قصر کے متعلق بھی کچھ سوال وجواب ہوئے۔ اس واقعہ سے مولانا کا حضرت والا کے ساتھ خاص قلبی تعلق اور ادراک واعتماد اہلیت القاء ملفوظات علمیہ ظاہر وباہر ہے۔

پھر فرمایا کہ بیر کھاؤ گے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ جی ہاں حضرت کا تبرک ہے فرمایا اجی تبرک وبرک کو تو چھوڑو یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوجاتا۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت نہیں درد تو نہیں ہوتا۔ پھر جاکر ایک بدھنا لے آئے جس میں بڑے بڑے پیوندی بیر تھے اور اس کو حضرت والا کے سامنے الٹ دیا اور فرمایا کھاؤ۔ پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ کبھی تم اپنے دل میں کہتے کہ آپ ہی آپ کھا لئے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی۔ پھر فرمایا کہ کھانا کھا کر عشا پڑھ کر سو رہنا اب صبح کو ملاقات ہوگی۔ پھر مولانا تشریف لے گئے۔

مولانا جیسے مستغنی اور آزاد مزاج بزرگ کا اس قدر خصوصیت کا [illegible] مہمان کے ساتھ کبھی ہوا ہو کیونکہ مولانا تو بڑے بڑے امرا تک [illegible] ثقہ اور مقتدر رئیس کو حضرت والا ہی کے سامنے بجبر نکال دیا اور باوجود اصرار بسیار جمعہ کی نماز تک کے لئے بھی ٹھہرنے کی اجازت نہ مرحمت فرمائی۔ حضرت والا پر تو یہاں تک عنایت بڑھی کہ صبح کو جب حضرت والا رخصت ہوکر واپس تشریف لانے لگے تو خلاف معمول حضرت والا کے ساتھ ساتھ مشایعت کے لئے جائے قیام تک تشریف لائے اور اپنے سامنے [illegible] سامان لدوا کر [illegible]

Marfat.com

فرمایا۔ شروع میں جو غصہ فرمایا تھا وہ بھی غایت شفقت کی بنا پر تھا کہ ایسے ناوقت پہونچنے کی صورت میں کھانے کا کیا انتظام کیا جائے۔ حضرت والا نے رخصت کے وقت دعا کی درخواست کی تو فرمایا ہم نے تمہارے لئے دعا کی ہے۔ پھر حضرت والا نے کچھ پڑھنے کے لئے پوچھا تو فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰه شریف اور سبحان اللّٰه وبحمدہٖ روزانہ دو دو سو بار پڑھ لیا کرو۔ جب حضرت والا زیارت سے مشرف ہو کر کانپور واپس تشریف لائے تو کانپور والوں نے وطن نہ جانے دیا اور ایک نیا مدرسہ جامع العلوم کے نام سے قائم کر کے حضرت والا کو وہیں روک لیا جس کا مفصل ذکر باب درس وتدریس میں گذر چکا ہے۔

چند سال کے بعد حضرت والا دوبارہ حاضر ہوئے۔ اس درمیان میں مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سے سلام کہلا بھیجتے تھے۔ یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ مولانا ایسے آزاد مزاج تھے کہ کوئی چیز بھی انہیں یاد نہیں رہتی تھی یہاں تک کہ خود احقر مؤلف سوانح ہذا سے مولانا کے ایک متعلق مرید بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب جب مقدمہ کی دعا کراتے تو حضرت اُٹھ کر نہایت غصہ کے ساتھ ان کو مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آجاتے مولانا بھول جاتے اور پھر لطف کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے جب وہ پھر مقدمہ کا ذکر چھیڑتے تو پھر مسجد سے باہر نکال آتے وہ پھر تھوڑی دیر بعد آجاتے مولانا پھر بھول جاتے اور پھر اُسی طرح لطف وعنایت کے ساتھ باتیں فرمانے لگتے غرض اسی طرح کئی بار ہوا اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ واقعہ خود اُن راوی صاحب ہی کے سامنے ہوا تھا تو ایسے صاحب استغراق بزرگ کا حضرت والا کو تھوڑی سی دیر کی ملاقات ہی میں اتنا یاد رکھنا کہ سلام کہلا کہلا کر بھیجتے تھے بہت ہی بڑی خصوصیت اور غایت شفقت کی دلیل ہے حالانکہ وہ حضرت والا کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ چونکہ مولانا بہت بڑے صاحب کشف بزرگ تھے اس لئے غالباً اپنی نظر کشفی سے حضرت والا کی شان عالی حالی ومآلی معلوم فرمالی تھی اور غالباً یہی مبنیٰ تھا اس عنایت خاص کا۔ دوسری بار کئی سال کے بعد جو پھر حضرت والا حاضر ہوئے تو اس بار چند ہمراہی بھی ساتھ تھے۔ چونکہ رمضان شریف کا زمانہ تھا اور مدرسہ کی تعطیل تھی اس لئے کئی دن قیام بھی فرمایا تھا۔ ساتھیوں کو تو معلوم تھا کہ مولانا کو پینے کا تمباکو اور کپڑے دھونے کا صابن ہدیہ میں لانا زیادہ پسند ہے کیونکہ مولانا حقہ بھی نوش فرماتے تھے اور کپڑے بھی اپنے گھر ہی دُھلواتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ تو تمباکو کشمیدنی اور صابن ہدیہ میں لے گئے تھے لیکن چونکہ حضرت والا کو مولانا کی رغبت کا علم نہ تھا اس لئے خود اپنی رغبت کی چیز ہدیۃً لے گئے یعنی بنگالی پیڑے جو کانپور میں بہت خوبصورت خوش ذائقہ

Marfat.com

اور خوشبودار بننے شروع ہوئے تھے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اوروں کے ہدیہ کو تو معمولی طور پر قبول فرمایا کوئی خاص اظہار مسرت نہیں فرمایا لیکن حضرت والا کے پیڑوں کو خلاف توقع بہت مسرت کے ساتھ قبول فرمایا جب پیش کئے گئے تو خوش ہو کر فرمایا کہ یہ تو ہمارے کام کی چیز ہے ہم تو ان کا شربت پیا کرتے ہیں اور خادم سے فرمایا کہ انہیں اُٹھا کر حفاظت سے رکھو ہم ان کا شربت پیا کرینگے پھر از خود حضرت والا سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے۔ حضرت والا کے پاس شربت انار کی بوتل تھی رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ افطار کے لئے ساتھ لے لی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت والا اُس کو دوا ہی نہ سمجھتے تھے اس لئے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے پاس کوئی نہیں ہے اس پر ساتھیوں نے حضرت والا سے چپکے سے کہا کہ شربت انار ساتھ میں ہے۔ تو حضرت والا نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار تو البتہ ہے۔ فرمایا وہ تو تم اپنے افطار کے لئے لائے ہو۔ عرض کیا کہ حضرت لایا تو میں اسی نیت سے تھا لیکن اب جی چاہتا ہے کہ حضرت اُس کو بھی قبول فرمالیں۔ فرمایا بہت اچھا چنانچہ حضرت والا نے پیش کیا اور وہ بھی قبول فرمالیا گیا۔

حضرت والا کو بزرگوں کا ادب و احترام اس قدر ملحوظ خاطر تھا اور اُن کی خوشنودی مزاج کا اس قدر اہتمام تھا کہ دوسری زیارت کے موقع پر جب گنج مراد آباد کے قریب پہونچے تو سوچا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں اور اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے۔ مولانا بھی شاید اسی سبب سے ڈانٹ ڈپٹ فرمایا کرتے ہوں لہذا اپنے قلب کو پاک و صاف کر کے حاضر خدمت ہونا چاہیے۔ چنانچہ وضو کیا استغفار کی کثرت کی اور از راہ ادب سواری کو چھوڑ کر پاپیادہ تشریف لے چلے اور اسی حال میں حاضر خدمت ہوئے۔ ایک بوڑھے شخص بھی راستے میں ملے وہ بھی زیارت کیلئے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا گرمی کا زمانہ تھا۔ اور چونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ لہذا وہ روزہ سے تھے اور حضرت والا بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے روزے سے تھے۔ پہلے وہ [illegible] پیش ہوئے اُن سے مولانا نے پوچھا کہ کیا روزہ سے ہو عرض کیا جی ہاں [illegible] اور فرمایا کہ کس نے کہا تھا کہ سفر میں اور ایسے سخت موسم میں روزہ [illegible]

حضرت والا کہہ بھی مکھڑ کا ہوا کہ ہم سے بھی یہی سوال ہوگا [illegible]

حضرت والا نے باوجود قوی اندیشہ خفگی [illegible] عرض کر دی کہ [illegible] تو ہے۔ یہ سنکر بجائے خفگی کے جس کا اندیشہ [illegible] فرمایا کہ [illegible] آدمی ہو تمہیں روزہ ہی رکھنا مناسب تھا [illegible]

Marfat.com

اور اپنی خاص خاص راز کی باتیں بھی حضرت والا سے فرمادیں۔ مثلاً فرمایا کہ کہنے کی تو بات نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے پیار کرلیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنت کا مزہ برحق حوض کوثر کا مزہ برحق مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں یہ بھی فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کرینگے دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ جارت دیدیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ اسی قسم کی خاص خاص باتیں فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا اس کو بہت ڈانٹا کہ بڑے بے تمیز ہو منہ اٹھائے چلے آرہے ہو یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات تو نہیں کرارہا اھ۔ اس سے بھی حضرت والا کے ساتھ غایت خصوصیت کا اثبات ہوتا ہے ٹھہرنے کے لئے بھی دریافت فرمایا کہ کہاں ٹھہروگے مسجد میں یا مکان میں کیونکہ مکان بھی موجود ہے حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپکا قرب رہے وہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں فرمایا تو مسجد میں ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ حضرت والا مسجد میں ٹھہر گئے۔ افطار کے بعد اور سحری میں روزانہ پُر تکلف کھانے کئی کئی قسم کے آتے جیسا کہ معزز مہمانوں کے لئے دستور ہے۔ یہ بہت بڑی عنایت تھی ورنہ مولانا کی وضع اور معاشرت بالکل سادہ اور آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی بھلا کہاں گنجائش۔ جب دو ایک دن بعد حضرت والا نے واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا اجی جلدی ہی کیا ہے۔ مدرسہ کی تو تعطیل ہی ہے اور ٹھہرو۔ حضرت والا نے اس ارشاد کو بہت غنیمت سمجھا کیونکہ مولانا عموماً کسی کو ٹھہرنے ہی کب دیتے تھے۔ اس لئے اپنے ارادۂ واپسی کو ملتوی فرمادیا اور ٹھہر گئے۔ چونکہ ٹھہرنا ہی ہوگیا تھا لہٰذا حضرت والا نے حصن حصین پڑھنے کی درخواست کی مولانا نے بہت خوشی سے منظور فرمایا۔ درمیان میں کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے چنانچہ ایک جگہ شوقاً الی لقائک آیا تو فرمایا اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ حضرت والا نے بجائے خود ترجمہ کرنے کے غایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت ہی ارشاد فرمادیں فرمایا تڑپ، پڑھاتے وقت موقع بموقع ذوق وشوق میں نعرے بھی لگاتے جاتے تھے۔ کھانے برابر پر تکلف اور متعدد اقسام کے آتے رہے۔ جب حصن حصین ختم ہوگئی اور حضرت والا رخصت ہونے لگے تو حضرت والا نے عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت عطا فرمادیجئے۔ فرمایا ہاں جی ہاں اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اجی کبھی کبھی آیا کرو اور کچھ سنا جایا کرو۔ لیکن پھر حضرت والا کو حاضری کا اتفاق ہی نہ ہوا۔

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمتمیں قیام کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجانے کا قصد فرمایا تو مولانا کو عریضہ لکھا کہ دعا فرمائیے کہ میں جس مقصد کے لئے جارہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھکو اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ مولانا نے اپنے قلم مبارک سے خط کے ایک گوشہ پر

Marfat.com

یہ تحریر فرمادیا ۔ از فضل رحمانؒ سلامٌ علیکم دعائے خیر نمودم ۔ ان سب واقعات وحالات سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت والا پر مولانا رح کی خاص نظر توجہ وعنایت تھی ۔

واقعہ نمبر ۲

الہ آباد میں ایک بزرگ تھے حضرت محمدی شاہ صاحب ولایتی ۔ ایک بار حضرت والا کے والد ماجد بہ سلسلہ مقدمات الہ آباد تشریف لے گئے ۔ چونکہ اُن بزرگوں سے ملنے کا بہت شوق تھا اسلئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے الہ آباد تشریف لاکر بخار میں مبتلا ہوگئے ۔ حضرت والا اطلاع پانے پر کانپور سے الہ آباد بایں خیال تشریف لائے کہ کچھ خدمت وتیمارداری کروں گا چونکہ حضرت والا سے والد ماجد صاحب کو محبت بے غایت تھی لہذا جب حضرت والا پہونچے تو اس قدر مسرور ہوئے کہ یا تو اٹھنا بھی دشوار تھا یا حضرت والا کو مارکیٹ یعنی سبزی منڈی دکھلانے کو لے گئے اور حضرت والا کو کھلانے کے لئے وہاں سے امرود خریدے جو الہ آباد کا ایک مشہور تحفہ ہے ۔ پھر حضرت والا کے رہتے رہتے ہی بالکل اچھے ہوگئے اور اچھے ہونے کے بعد حضرت والا کو حضرت محمدی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بڑا لڑکا ہے اور دیوبند کا فارغ التحصیل ہے اسنے فارسی میں ایک مثنوی لکھی ہے ۔ شاہ صاحب نے حضرت والا سے مثنوی زیر وبم کے کچھ اشعار سُنے جب سُن چکے تو دعا دی کہ اللہ تعالےٰ قال کو حال کرے ۔ شاہ صاحب مسائل اختلافیہ میں عملاً کسی قدر تسامح کرتے تھے لیکن چونکہ درویش تھے اس لئے احتیاط کرنے والوں سے بھی منازعت نہ کرتے تھے اُن کا مسلک علیٰ کل تھا جیسا کہ بعض درویشوں کا ہوا کرتا ہے چونکہ ان مسائل میں منازعت کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لئے حضرت والا سے اعتراضاً پوچھا کہ مولوی اس آیت کا ترجمہ کرو لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ ۔

نے فوراً فرمایا کہ فَلَا تُنَازِعُهُمْ نہیں فرمایا بلکہ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فرمایا یعنی اہل حق سے منازعت نہ کریں اہل حق کو ممانعت نہیں فرمائی کہ وہ بھی اہل باطل سے اہل حق کو تو چاہیئے کہ اہل باطل کی مخالفت کریں ۔ یہ سُنکر شاہ صاحب بہت اس کے کہ خوش ہوں خوش ہوئے اور دعائیں دیں ۔

یہ واقعہ نقل فرماکر حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ میں اہل حق میں کسی سے منازعت نہیں کرتا ہوں نہیں لیکن کسی کے ساتھ بے ادبی بھی کبھی نہیں کی حضرت والا کو کسی سے

Marfat.com

میں گفتگو کی نوبت آئی تو نہایت تہذیب کے ساتھ گفتگو فرمائی اور ایسے نرم عنوان سے اظہار حق فرمایا کہ مخاطب کی ذرا دل آزاری نہیں ہوئی اور اگر اُس میں ذرا بھی انصاف ہوا تو حق کو تسلیم ہی کرنا پڑا۔ جیسا کہ واقعہ نمبر ۳ میں بھی یہی ہوا جو آگے آتا ہے۔

واقعہ نمبر ۳

جناب مولانا صادق الیقین صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت والا کے شاگرد اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت حاجی صاحب رح کے خلیفہ مجاز تھے۔ اُن کے اور اُن کے والد صاحب حضرت حافظ سراج الیقین صاحب میں جو کرسی کے ایک بہت خوش اوقات سجادہ نشین بزرگ تھے بوجہ اختلاف مشرب بہت کشیدگی ہوگئی تھی حتیٰ کہ قطع تعلق تک نوبت پہونچ گئی تھی لیکن حضرت والا نے ایسے لطیف اور نرم عنوان سے حافظ صاحب کو ان مسائل کے متعلق تحریر لکھ کر بھیجی (جو بنام مکتوب محبوب القلوب طبع بھی ہو چکی ہے) کہ اُن کی رائے بہت نرم ہوگئی اور بیچ سے صلح ہوگئی۔ جس سے حضرت مولانا گنگوہی رح بھی بہت خوش ہوئے جیسا کہ ایک موقع پر ہوا جبکہ حضرت والا حضرت مولانا نے ایک صاحب سے فرمایا کہ ان کی بدولت صلح ہوئی اور حافظ کو باوجود اختلاف مشرب حضرت مولانا سے اس قدر حُسن ظن بڑھا کہ حضرت والا سے ایک مختصر گفتگو ہونے کے بعد قبر پر چادر چڑھانا ترک کر دیا اور اپنے ایک ہم مشرب اور معتقد فیہ عالم سے اس مسئلہ پر سختی کے ساتھ اختلاف کیا اور حضرت والا کی جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ موجود ہیں۔ ہندوستان بھر میں جس عالم کا جی چاہے ان سے گفتگو کرلے میں ان کے برابر کسی کو عالم نہیں سمجھتا۔ حالانکہ اس گفتگو کو حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا مگر وہ جوش محبت میں کہہ گئے اتنی پرانی عادت کا دفعتاً ترک کر دینا بڑی بات ہے اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک خواب کی بناء پر اُنہیں کچھ وہم ہوگیا اور پھر چادر چڑھانے لگے۔ ان حافظ صاحب کی زیارت کے لئے بھی حضرت والا بمعیت مولانا صادق الیقین صاحب کرسی تشریف لے گئے تھے۔

واقعہ نمبر ۴

اسی طرح باوجود اختلاف مشرب حضرت شاہ عبداللطیف صاحب رح سے ملنے کیلئے [illegible] اور جو کانپور کی تشریف آوری میں حضرت والا سے بہت محبت سے

Marfat.com

ملنے آیا کرتے تھے) تھن کا سفر فرمایا۔

واقعہ نمبر ۵

ایک عقد میں پیلی بھیت جانا ہوا تو وہاں کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ اور یہ دعا چاہی کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ تو رگڑو حضرت والا نے بلا تامل محض امتثالاً للامر بہ غایت عقیدت دونوں ہاتھ ملے جب مل چکے تو پوچھا کہ کچھ گرمی بھی پیدا ہوئی۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا بس اسی طرح قلب کو رگڑے جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ محبت کی گرمی پیدا ہو جائے گی۔

واقعہ نمبر ۶

حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جو سائیں توکل شاہ صاحب کے خلیفہ تھے حضرت والا سے بہت محبت بلکہ اعتقاد رکھتے تھے یہاں تک کہ اپنی اہلیہ محترمہ کو حضرت والا ہی سے بیعت کرایا تھا اور احقر کی موجودگی میں ایک بار تھانہ بھون بھی حضرت والا سے ملنے تشریف لائے تھے۔

واقعہ نمبر ۷

حضرت مولانا شاہ ابو احمد صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ سے اوّل بار کانپور میں ملاقات ہوئی۔ پھر جب دوران سفر میں حضرت والا بھوپال تشریف لے گئے تو خود مکان پر گئے۔ اتفاق سے اُس وقت شاہ صاحب سو رہے تھے۔ حضرت والا انتظار میں بیٹھے سو کر اُٹھے تو خادموں نے اطلاع کی۔ ان پر بہت خفا ہوئے کہ مجھے جگا کیوں نہیں دیا۔ فرمایا کہ کیا ہوا میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا ان لوگوں کو کیا بہت لطف ومحبت کے ساتھ ملے۔

واقعہ نمبر ۸

دیوبند میں ایک بزرگ تھے حضرت بہادر علی شاہ صاحب جو تھے تو بڑے ان پڑھ

لیکن اس درجہ کے شخص تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی اُن کی زیارت کو جایا کرتے اور کثرت سے جایا کرتے حضرت والا بھی اُن کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے اور وہ بہت محبت سے ملتے اور چائے پلاتے۔

واقعہ نمبر ۹

بزمانہ طالب علمی دیوبند میں دو مشہور مجذوب تھے۔ ایک حضرت مُلّا شہاب الدین صاحب ولایتی اور دوسرے حضرت گھسین شاہ صاحب۔ مُلّا صاحب بہ حیثیت صاحب خدمت ہونے کے ایک امر تکوینی کے متعلق ایک اہل باطل جماعت کے طرفدار تھے۔ لیکن جب حضرت والا مع دیگر طلبار کے اُن سے اُس جماعت کے لئے بددعا کراتے تو بجائے غصّہ ہونے کے لطف کے ساتھ فرماتے خدا خیر کند خدا خیر کند۔ مُلّا صاحب سے تو اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی کیونکہ وہ بہ اجازت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد میں مقیم تھے۔ جہاں مولانا خود بھی قیام فرماتے تھے اور وہاں حضرت والا کی کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی۔

حضرت ملا شہاب الدین صاحب مجذوب دیوبندی

واقعہ نمبر ۱۰

گھسین شاہ صاحب جو بہت بوڑھے تھے۔ یہاں تک کہ پلکیں اور بھویں بھی سفید ہو گئی تھیں اور نہایت شان دار سفید ڈاڑھی تھی۔ اکثر اس مکان کے کوٹھے پر رہتے تھے جہاں طوائفیں رہتی تھیں اور کبھی کبھی ایک باغ میں بھی آجایا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ایک بار سُنا کہ اس وقت باغ میں ہیں تو اور طالب علموں کو لے کر پہونچے لیکن وہ واپس جا چکے تھے چونکہ اور طالب علم بھی ہمراہ تھے اس لئے حضرت والا کو جرأت ہوئی کہ یہاں نہیں ملے تو لاؤ طوائفوں والے مکان ہی پر چل کر مل آئیں۔ کیونکہ بہت دن سے اس فکر میں تھے کہ اُن سے ملیں۔ وہاں بالاخانہ پر پہونچکر ملے اور مٹھائی پیش کر کے دعا کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے ایک بہت طویل عبارت زبان سے کہنی شروع کی جو کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ البتہ صرف ہم قافیہ الفاظ قلم علم وغیرہ سمجھ میں آتے تھے حضرت والا مع اور طلبار کے کھڑے سنتے رہے جب وہ بہت دیر کے بعد خاموش ہوئے تو واپس چلے آئے اُن سے صرف ایک ہی بار ملاقات ہو سکی کیونکہ جہاں اُن کا زیادہ قیام رہتا تھا وہ ایسا مکان تھا جہاں آمد و رفت نامناسب تھی۔

حضرت گھسین شاہ صاحب مجذوب دیوبندی

Marfat.com

واقعہ نمبر ۱۱

حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب پانی پتی جن کی دعا سے حضرت والا پیدا ہوئے تھے اور جن کا حال عنوانِ ولادت میں مذکور ہو چکا ہے ایک بڑے متند مجذوب تھے جو اس زمانہ کے مشائخ کے نزدیک بھی مسلّم تھے اور حضرت حاجی صاحب رح بھی ان کی مدح فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے حضرت پیر احمد صاحبؒ وہ بڑے صاحب کشف اور صاحب حال و قال بزرگ تھے اور تھانہ بھون میں اپنے معتقدین کے یہاں اکثر تشریف لاتے رہتے تھے حضرت والا سے بہت محبت فرماتے اور جب تھانہ بھون تشریف لاتے تو حضرت والا سے اہتمام کر کے ملتے اور اگر اطلاع نہ ہو جاتی تو حضرت والا بھی اہتمام کر کے ملتے چنانچہ ایک بار ادھر حضرت والا ملنے چلے اور ادھر وہ بھی چلے تھوڑی دور چل کر انہیں کشف ہو گیا۔ اور یہ فرما کر واپس لوٹ گئے کہ اب تو آپ ہی آ رہے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

مکہ معظمہ میں ایک مشہور بزرگ تھے حضرت خلیل پاشا ان کی خدمت میں کئی علمی سوال لکھ کر بھیجتے تھے حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت والا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی وجہ سے دوسرے شیخ کے پاس جانے کو خلاف وحدت مطلب سمجھتے تھے۔ میں دیکھا کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں کہ تم خلیل پاشا سے نہیں ملے۔ حضرت والا نے جواب دیا کہ ضرورت نہیں کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے لوگ حق کو آتے ہیں تو مختلف طریق سے آتے ہیں جس کے مختلف طرق ہیں۔ کوئی مبتدی ہو کر آتا ہے کوئی کرتی ہو کر۔ اسی طرح حق تعالیٰ ہیں اور سینکڑوں طرق ہیں۔ جب ہم نے حضرت حاجی صاحب کو لیا تو پھر دوسرے شیخ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں کافی ہیں اس جواب کو سنکر وہ خاموش ہو گئے۔

پھر عرض کیا۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک ایک حصہ عطا فرمایا ہے حضرت والا حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ میں آپ کو نہیں جانتا تھا نہ آپ کی ذات سے واقف تھا آپ کی جانتا ہوں نہ شکل دیکھی ہوئی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کی تو میں بالکل نہیں جانتا تھا آپ کی ذات سے واقف تھا

Marfat.com

سمجھ تو لیتا ہوں لیکن اُس میں بے تکلف گفتگو نہیں کرسکتا۔ فارسی میں گفتگو بھی کرلیتا ہوں اور سمجھ بھی لیتا ہوں۔ چنانچہ فارسی میں گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں ہندی علمار کی بہت تعریف فرمائی کہ اُن میں طمع دنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ کن کن ہندی علمار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ فرمایا مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب سے حضرت والا نے دل میں کہا کہ پھر بھلا کیوں نہ تعریف کریں گے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ قرینۂ مقام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خود حضرت والا کی ملاقات سے بھی متاثر ہوئے تھے جبھی ہندی علمار کی تعریف کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

واقعہ نمبر ۱۳

سفر راندیر میں حضرت صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوری رح نے کئی بار حضرت والا سے مختلف مقامات پر کبھی تشریف لاکر کبھی اتفاقاً ملاقات کی۔ وہ اُن اطراف میں ایک مشہور صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور بہت زیادہ عمر تھی۔ ایک سورتی صاحب کے قول کے مطابق سو برس کے قریب عمر تھی۔ حضرت والا کے ساتھ بہت محبت سے پیش آئے۔ بلکہ ایک مقام پر غالباً صورت میں حضرت والا کو دور تک سواری میں پہونچانے بھی تشریف لائے۔

ایک سورتی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والا راندیر سے صورت تشریف لے جارہے تھے اور صوفی صاحب سورت سے راندیر تشریف لارہے تھے راستہ میں ایک پُل پر اپنی گاڑی سے اُتر کر حضرت والا سے ملے۔ حضرت والا موٹر میں تھے۔ ملنے کے بعد صوفی صاحب راندیر پہونچکر ایک مسجد میں بیٹھے بہت دیر تک روتے رہے۔ ایک صاحب نے سبب پوچھا تو حضرت والا کا نام لے کر فرمایا کہ نہ جانے آنکھوں سے کیا کر گئے۔ حضرت والا نے یہ واقعہ سُنکر فرمایا کہ یہ اُنکی غایت محبت وتواضع تھی کہ اتنے بڑے اور ذی وجاہت بزرگ ہوکر بھی اپنے معتقدین میں ایسی بات سے تامل فرمائی۔

واقعہ نمبر ۱۴

جب حضرت والا کانپور میں قیام فرما تھے تو حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رح اُدھر سے گذر رہے حضرت والا خبر آمد سُنکر اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور قاری صاحب کو حضرت شاہ ولی اللہ

Marfat.com

صاحب رح کی چہل حدیث سُنا کر سند حاصل کی اور اس طرح علاوہ زیارت کے فخر تلمذ بھی حاصل کیا۔

واقعہ نمبر ۱۵

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ سابق ناظم ندوہ کو حضرت والا سے بہت محبت اور خصوصیت کا تعلق تھا جس زمانہ میں حضرت والا کانپور میں قیام تھا مولانا بھی وہیں مقیم تھے پہلے مولانا رح نے ایک مدت دراز تک کانپور قیام فرمایا بعد کو مونگیر میں جاکر مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور وہاں ایک خانقاہ رحمانی بھی قائم فرمائی۔

واقعہ نمبر ۱۶

حضرت والا غایت بے تعصبی کی بنا پر محدث سمجھ کر جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سربرآوردہ علماء میں سے تھے دوبار ملے۔ ایک بار تو طالب علمی کے زمانہ میں بمقام دہلی ملے۔ بوقت ملاقات حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں مدرسہ دیوبند میں پڑھتا ہوں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اپنے ایک عزیز کے یہاں ٹھہر گیا ہوں غایت عنایت سے فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے۔ آپ ملنے تو آئے مجھ سے اور ٹھہرے دوسری جگہ۔

اس زمانہ میں ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا۔ اُس نے حضرت [illegible] کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے اُس پر اور طالب علموں نے اُس [illegible] اس واقعہ کی شکایت بھی کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے واقعہ تو سنا [illegible] آپ کو معلوم ہے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت والا نے فرمایا [illegible] میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے۔ اُس پر طلبہ کو غصہ آیا [illegible] کہ واقعی یہ اُس کی بڑی بیجا حرکت تھی۔

پھر ایک بار حضرت والا سفر میں بمقام آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی [illegible] تشریف لے آئے حضرت والا اُن کے قیام گاہ پر ملنے تشریف لے گئے اس [illegible]

Marfat.com

سے جو اُن کے پاس بیٹھے تھے۔ دورانِ گفتگو میں حضرت ابن ہمام رح کی کچھ تنقیص کی۔ مولوی صاحب نے اُن کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم اُن کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔ حضرت والا نے یہ واقعات نقل کرکے فرمایا کہ مولوی صاحب کے ان اقوال سے غیر مقلدین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

اس جگہ حضرت والا کا ایک طالب علمی کے زمانہ کا خواب یاد آگیا۔ یہ دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی بلیز میں کچھ طلباء جمع ہیں اور چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے گو حضرت والا کو چھاچھ سے طبعاً بیحد رغبت ہے لیکن خواب میں اُس چھاچھ کے لینے سے انکار کر دیا جو وہاں تقسیم ہو رہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً یہ آئی کہ اس جماعت کا طریق دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں جیسے چھاچھ گو صورۃً دودھ کے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں روغن نہیں ہوتا۔ دین کی اور علم دین کی صورت مثالی دودھ ہے جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کے بجائے چھاچھ تقسیم ہوتی ہوئی دیکھی گئی۔ چھاچھ دودھ کے مشابہ تو ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں ہوتا۔ اہلحدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بدگمانی اور بدزبانی نہ ہو تو غیر مقلد بھی سلف کا ایک طریق ہے گو خلف کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں۔ میں اس میں سخت نہیں ہوں انہیں بھی بیعت کر لیتا ہوں۔ بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب نہ سمجھتے ہوں۔ مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں۔ لیکن جس کو دل ہی نہ کہتا ہو وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ اُن کی نیکی میں شک نہیں۔ لیکن ان میں باوجود صحبت بیعت نہیں۔ کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بیباک ہوتے ہیں اور تنقیح کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں جس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۷

حضرت حافظ تفضل حسین صاحب رح ساکن بگھرہ ضلع مظفر نگر سے جو راس الاتقیا حضرت گنگوہی مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے بیعت تھے اور اُس نواح میں بہت مشہور تھے حضرت والا کو کسی بات سے کچھ انقباض ہوا فرماتے ہیں کہ بہت اچھے بزرگ تھے اور بہت سیدھی سچی اور اچھی باتیں فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

واقعہ نمبر ۱۸

حضرت حافظ احمد حسین صاحب شاہجہانپوری رح جو باوجود شاہجہاں پور کے بڑے رئیس

Marfat.com

ہونے کے صاحب سلسلہ بزرگ بھی تھے۔ حضرت والا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک بار کسی کے لئے بددعا کی تو وہ شخص دفعتہً مرگیا بجائے اس کے کہ اپنی اس کرامت سے خوش ہوتے ڈرے اور بذریعہ تحریر حضرت والا سے مسئلہ پوچھا کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا حضرت والا نے نہایت مفصل جواب دیا جس سے اُنکی پوری تشفی ہوئی۔

خلاصہ جواب کا یہ تھا کہ اگر آپ میں قوت تصرف ہے اور بددعا کرنے کے وقت آپ نے اُس قوت سے کام لیا تھا یعنی یہ خیال قصد اور قوت کے ساتھ کیا تھا کہ یہ شخص مرجائے تب تو قتل کا گناہ ہوا اور چونکہ یہ قتل شبہ عمد ہے اس لئے دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو قتل کا گناہ تو نہیں ہوا لیکن اس صورت میں یہ دیکھا جائیگا کہ کس بات پر بددعا کی تھی اور کیا بددعا کی تھی اور آیا وہ بات اس درجہ کی تھی کہ اس قسم کی بددعا کا آپ کو شرعاً حق حاصل تھا اگر وہ دعا بحق تھی تو بددعا کا بھی گناہ نہیں ہوا۔ ورنہ بددعا کا گناہ ہوا۔ غرض نہایت مفصل جواب تحریر فرمایا تھا جس میں تمام جزئیات سے تعرض کیا گیا تھا اور ہر جزئی کا جدا حکم لکھا تھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قسم کا سوال بس عمر بھر میں ایک اُنہیں نے کیا تھا جس سے اُن کا غایت درجہ کا اہتمام تقویٰ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بعض فرعی اجتہادی مسائل سماع وغیرہ میں مختلف المشرب تھے۔

حضرت والا چونکہ بفضلہ تعالےٰ اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں اس لئے فرعی اختلافات کو شرعی حدود کے اندر رکھتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے میرے قلب میں کسی بزرگ کی طرف سے محض فرعی اختلافات کی بنا پر بدعقیدگی نہیں پیدا ہوتی۔ بشرطیکہ اُن میں بزرگی کے آثار غالب ہوں اللہ اللہ کرنے والوں سے حسن ظن ہی رکھتا ہوں گو وہ حضرات بعض غلطیوں میں بھی مبتلا ہوں لیکن یہ ضرور نہیں کہ اُن کے اقوال وافعال کو شریعت پر منطبق کیا جائے بلکہ مغلوب الحال بزرگوں کے اقوال و افعال کی یہ تاویل کرلیتا ہوں کہ بوجہ مغلوبیت معذور ہیں یا جو اجتہادی امور ہیں اُن میں اجتہادی اختلاف کی گنجائش سوء ظن سے مانع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی [illegible] بھی باوجود نقشبندی ہونے کے بہ غایت رعایت مسالک دیگر ارشاد [illegible]

آنکہ آنچہ بدعت در بعضے اعمال آنہا یعنی صوفیہ [illegible] راہ یافتہ [illegible]

مخطی معذور است ویک درجہ ثواب دارد و مجتہد مصیب [illegible] ثواب دارد و [illegible] نباشد

عافیت بر فقہا بلکہ بر تمام عالم تنگ میشود۔

اس موقع پر حضرت والا کا ایک قول یاد آیا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ محقق اپنے عمل کے لئے تو سخت ہوتا ہے لیکن دوسروں کے لئے [illegible] بس باطل یہی شان حضرت والا کی ہے جو [illegible]

Marfat.com

واقعہ نمبر ۱۹

کانپور میں ایک بہت مشہور اور مستند بزرگ گذرے ہیں حضرت شاہ غلام رسول صاحبؒ جن کا لقب رسول نما تھا کیونکہ وہ اپنے تصرف سے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرادیا کرتے تھے اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ احسان الحق صاحب رح اُس زمانہ میں بمقام کانپور مقیم تھے جس زمانہ میں حضرت والا وہاں تشریف فرما تھے وہ بھی ایک بابرکت صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ چنانچہ حضرت والا نے مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا تھا کہ اُن سے ایک بار اُن کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رح نے فرمایا کہ شاہ احسان الحق کے قلب میں برکت ہے اُن سے کبھی کبھی ملتے رہنا۔ حضرت والا بھی کبھی کبھی ان کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہ بہت لطف وعنایت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔

واقعہ نمبر ۲۰

علاوہ حضرت خلیل پاشا صاحب مہاجر مکیؒ کے جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے مکہ معظمہ میں حضرت والا نے ایک اور بزرگ کی بھی زیارت کی ہے جن کا اسم شریف عبدالوہاب بغدادی تھا۔ وہ بہ تصدیق حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز بڑے صاحب کشف تھے۔ ایک بار اپنا ایک کشف حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی مجلس شریف میں بیان فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس وقت مالکی مصلّٰی پر حضرت امام مہدی علیہ السلام نماز تہجد پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہاں جاکر دیکھا تو واقعی حضرت امام وہاں نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر میں نے اُن سے بیعت کی اھ۔ جب بغدادی صاحب یہ بیان کرکے مجلس سے چلے گئے تو حضرت حاجی صاحب رح نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ بڑے صاحب کشف ہیں۔ یہ سُنکر حضرت والا اُٹھے اور جاکر راستہ میں اُن سے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے حضرت امام کی طرف سے بیعت فرمالیں۔ کیونکہ نہ معلوم ظہور کے وقت میں زندہ رہوں یا نہ رہوں اور اس دولت سے محروم رہوں۔ چنانچہ اُنہوں نے بیعت کرلیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یا تو اُن کو کشف میں غلطی ہوئی یا جن بزرگ کو وہ امام سمجھ کر بیعت ہوئے تھے خود اُن بزرگ نے اپنے کو غلطی سے امام سمجھ لیا ہو چنانچہ بعض بزرگوں کو

Marfat.com

یہ دہوکا ہوگیا ہے۔ میں نے خود ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بہت نیک اور دیندار تھے لیکن اس دہوکہ میں تھے کہ ہم مہدی ہیں۔ میرٹھ میں ایک نیک شخص تھے اُن کو بھی یہی خبط تھا کہتے تھے کہ تمام چڑیاں مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ تم مہدی ہو میں کیونکر یقین نہ کروں۔

واقعہ نمبر ۲۱

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سابق مہتمم جامع مسجد سہارنپور رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رح کے سابق پیر کے تعلق سے شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے یعنی آپ کو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سرساوی رحمتہ اللہ علیہ سے جو حضرت شاہ آخون صاحب ولایتی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے شرف بیعت و اجازت حاصل تھا۔ آپ بہت ہی خلوت پسند اور یکسو رہنے والے مقدس بزرگ تھے صرف تھوڑی دیر کے لئے گھر سے مسجد میں روزانہ تشریف لاتے تھے اور اہتمام مسجد کے متعلق کچھ حساب کتاب دیکھ بھال کر پھر مکان تشریف لیجاتے تھے۔ آپ علاوہ درویش کامل ہونیکے عالم بھی تھے اور علاوہ جامع مسجد کی خدمتِ اہتمام کے وہیں جمعہ کے دن گاہ گاہ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں جبکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم و مغفور سہارنپور میں ملازم تھے جب کبھی حضرت والا سہارنپور تشریف لیجاتے شاہ صاحب ممدوح کی خدمت میں بھی خاص طور سے ملنے جاتے اور شاہ صاحب نہایت توجہ و لطف و عنایت اور خصوصیت و اکرام سے حضرت والا کے ساتھ پیش آتے اور دیر دیر تک باتیں فرماتے رہتے اور دنیوی بلکہ برابر بزرگوں کے تذکرے اور طریق کے مسائل ہی بہت ذوق و شوق سے بیان فرماتے رہتے

واقعہ نمبر ۲۲

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمتہ اللہ علیہ کے سابق پیر جو آخون صاحب [illegible] خلیفہ اور حضرت شاہ صاحب کے ہمنام تھے حضرت والا سے بہت محبت فرماتے تھے [illegible] سہارنپور میں زیارت کی اور دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدنگاہ [illegible] بفضلہ ایسا ہی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضرت والا کو اسی طرح بدن [illegible]

واقعہ نمبر ۲۳

سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا بھی دوران سفر میں بیعت حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند [illegible]

Marfat.com

حاصل کیں۔ بعض خاص باتیں بھی شاہ صاحب سے سُنی تھیں جن کو حضرت والا نقل فرمایا کرتے ہیں مثلاً شاہ صاحب نے قسم کھا کر فرمایا کہ ذکر کے وقت میرا منہ بس بالکل ایسا ہی میٹھا ہوجاتا ہے جیسے مٹھائی کھانے سے ہوجایا کرتا ہے۔

واقعات نمبر ۲۴ و ۲۵ و ۲۶

حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری جو بقید حیات ہیں اور حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی اور حضرت پیر جھنڈا صاحب رحمہم اللہ تعالےٰ جو سندھ کے مشہور مشائخ ہیں ان سب حضرات سے بھی حضرت والا کو ایک سندھی مولوی صاحب نے بہ سلسلۂ سفر ملایا تھا۔ سب حضرات نے حضرت والا کی بہت تعظیم وتکریم فرمائی۔ مولانا غلام محمد صاحب اور بالخصوص مولانا تاج محمود صاحب سفر میں ہمراہ بھی رہے۔ پیر جھنڈا صاحب نے ایک قیمتی خرقہ بھی عطا فرمایا تھا اور اپنے مریدین کو وصیت فرما گئے ہیں کہ جس بات کے پوچھنے کی ضرورت ہو یا تم لوگوں کے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو تو مولانا سے (یعنی حضرت والا) سے رجوع کرنا۔ مولانا تاج محمود صاحب رح کی رائے مولانا کے ایک مرید کے خط موصولہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ حضرت والا کو لکھتے ہیں کہ چونکہ احقر کی بیعت حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اُن بزرگ کے یہ الفاظ کہ "حضرت مولانا اشرف علی صاحب چونکہ اہل حق ہیں اُن کی محبت حق تعالےٰ جل شانہٗ کی محبت ہے"۔ احقر کے گوش میں اب تک اسی طرح ہیں جس طرح سُننے کے وقت تھے اور چونکہ حضور والا حکیم الامت ہیں اس لئے وسیلہ جانکر مستدعی ہوں کہ الخ راقم غلام حسین ہیڈ ماسٹر اسکول چاکیان شہزادہ کوٹ ضلع لاڑکانہ ملک سندھ۔

واقعہ نمبر ۲۷

جناب مولانا محمد عادل صاحب کانپوری رح بھی باوجود بعض فرعی اجتہادی مسائل میں قدرے اختلاف رکھنے کے حضرت والا کے ساتھ بہت خلوص اور محبت فرماتے تھے۔

واقعات نمبر ۲۸ و ۲۹ و ۳۰

لکھنؤ کے مشہور بزرگوں کی بھی حضرت والا سے نیاز مندی تھی منجملہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب

حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری رح — حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی رح — حضرت پیر جھنڈا صاحب رح — جناب مولانا محمد عادل صاحب کانپوری رح — حضرت مولانا عبدالحی صاحب رح

فرنگی محلی و حضرت مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی و حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمہم اللہ اور ان سب حضرات نے حضرت والا کے ساتھ بہت خصوصیت کا برتاؤ فرمایا۔

آخر الذکر بزرگ کی رائے بعض فرعی اجتہادی مسائل میں بعد کو کچھ مختلف ہو گئی تھی۔ ان سب واقعات سے حضرت والا کی کمال بے تعصبی اور بزرگان دین کے ساتھ کمال عقیدت ظاہر ہے۔ اختلافیات میں تو حضرت والا کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اسقدر وسیع اور حسن ظن کو لئے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرۂ آفاق ہے ان کے بھی بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے انکی مخالفت کا سبب واقعی حُبّ رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ ہی سمجھتے ہوں۔ کیا ٹھکانا ہے اس رواداری اور حسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا۔ بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو۔

حضرت والا سرسید احمد خاں مرحوم کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ع عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ سرسید کو مسلمانوں کے دنیوی فلاح کی بہت ہی دھن تھی اور اس معاملہ میں بڑی دلسوزی تھی کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی صفت پر فضل فرمادیں۔ اور اکثر مرحوم کی اس صفت کے متعلق نیز بعض اکابر کے ساتھ مرحوم کے حسن عقیدت کے واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ سرسید کا عقیدہ توحید اور رسالت کے متعلق جس درجہ کا بھی تھا وہ نہایت پختہ اور بلا وسوسہ تھا جیسا کہ ان کی تصانیف سے مجھ کو اندازہ ہوا۔ اور قرآن و حدیث میں انہوں نے جو جو تاویلات و توجیہات کی ہیں ان کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کا اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہ ہو سکے گو اس کا جو طرز انہوں نے اختیار کیا وہ غلط تھا۔ اسی لئے میں ان کو نادان دوست کہا کرتا ہوں۔

حضرت والا بڑے بڑے فاسقوں اور فاجروں کے بھی ایسے ایسے واقعات عاشق دین ہونا ثابت ہوتا ہے بیان فرما فرما کر فرمایا کرتے ہیں [illegible] سمجھا جائے۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا کرتے ہیں کہ بعض فاسقوں میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مشائخ میں نہیں ہوتی لہٰذا کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ حضرت والا میں عبدیت اور فنا اور اپنے ہیچ ہونے کا ہر وقت استحضار اس درجہ ہے کہ بات بات سے یہی صفات منتشر ہوتی ہیں اور نظر سے دیکھنے والے حضرت والا میں ان صفات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے [illegible]

Marfat.com

ہیں۔ یہ سارے حسن ظن کے واقعات بھی جو اوپر مذکور ہوئے انہیں صفات سے ناشی ہیں۔ نیز احکام شرعیہ بھی ایسے ہی حسن ظن کو مقتضی ہیں۔ چونکہ حضرت والا بعون اللہ تعالےٰ ہر حکم شرعی کی حقیقت اور حدود کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے تنگ نظر نہیں اور محقق کی یہی شان ہوتی ہے وہ ہر شے کو اسی مرتبہ پر رکھتا ہے اور یہی اعتدال صراط مستقیم ہے جس کو اس زمانہ افراط و تفریط میں جبکہ عموماً لوگوں کے مسالک تجاوز عن الحدود ہو رہا ہے اللہ تعالےٰ نے بواسطہ حضرت والا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر روز روشن کی طرح واضح فرما کر اپنی حجت تمام فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق استفاضہ عطا فرمائے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ خود بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ میری ہر وقت یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگوں کو امر دین کی حقیقت معلوم ہو بس اسی کو لوگ سختی سمجھتے ہیں۔

یہاں تک تو دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی زیارات اور ان حضرات کی توجہات و عنایات کا ذکر تھا اب اپنے سلسلۂ امدادیہ نوریہ کے بعض اکابر کی بعض عنایات و توجہات و التفات و دعوات اور مدحیہ کلمات نقل کر کے اس مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا۔ ان حضرات میں سے ہر بزرگ کے واقعات عنایت کو بھی بعنوان واقعات درج ذیل کیا جاتا ہے اور فرق کے لئے ان جداگانہ نمبر ڈالے جاتے ہیں۔ اپنے سلسلہ کے بزرگوں میں سب سے زیادہ اس بزرگ ترین ذات گرامی کی توجہات و عنایات بے غایات کا ذکر مستحق تقدیم ہے جس کی بدولت آج حضرت والا بفضلہ تعالیٰ اس مرتبۂ عالیہ پر متمکن ہیں اور اسی ذات قدسی آیات کے از سر تا پا گویا ساختہ و پرداختہ اور اس شعر کے بیساختہ مصداق ہیں ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اور وہی مقتدر ہستی سرچشمہ ہے حضرت والا کے جمیع انہارِ فیوض و برکات کا جن سے آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بعنایت الٰہیہ شرقاً و غرباً متمتع و منتفع ہو رہی ہے۔ اور جن کے ماء طاہر و مطہر سے و بنائے اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب و شاداب ہو رہا ہے۔

اس مقتدر ہستی کا نام نامی و اسم گرامی حضرت شیخ العرب والعجم شیخ العلماء و المشائخ امام الطریق حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز ہے جن سے حضرت والا کو شرف بیعت حاصل ہے۔ اللہ اللہ حضرت حاجی صاحب کی بھی کیا بابرکت ہستی تھی کہ جس کے محض تصور اور ادنیٰ ذکر سے بھی قلب میں ایک انشراح اور روح میں ایک کیف پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رح کے ادنیٰ تذکرہ سے بھی میرے اندر ایک

یہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں اُس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے لیکن مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے مجھے تو اچھی طرح اس کا اندازہ ہے اھ۔

اس وقت بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ ؎

این نفس جان دامنم برتافتہ است — بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ است

واجب آمد چونکہ بردم نام او — شرح کردن رمزے از انعام او

احقر کا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح کی جو توجہات و عنایات خاصہ حضرت والا پر تھیں انکو اسی موقع پر بیان کر دیا جائے لیکن چونکہ اس کا زیادہ مناسب موقع باب شرف بیعت و استفاضہ باطنی" ہے جو آگے آتا ہے اس لئے اس وقت بہ جبر اپنے جذبات شوق کو دبا کر قلم کو روکتا ہوں اور اس مضمون کو باب مذکور پر محول کرتا ہوں اور اس جگہ علاوہ حضرت حاجی صاحب رح کے دیگر حضرات سلسلہ کی عنایات و توجہات کو بطور نمونہ بیان کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور اور متبحر عالم اور بڑے پایہ کے شیخ طریقت اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے پیر بھائی تھے حضرت والا پر بچپن ہی سے خاص شفقت فرماتے تھے۔ جن کے بعض واقعات باب طفولیت میں [illegible] بھی ہو چکے ہیں اُن کا یہاں بھی مختصراً اعادہ کیا جاتا ہے۔

حضرت والا ابھی بالکل نوعمر ہی تھے کہ مولانا نے اپنی بصیرت باطنی سے فرما دیا تھا کہ [illegible] بعد یہ لڑکا ہوگا۔ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا کی خاطر اس قدر [illegible] تھی کہ ایک [illegible] کے والد ماجد نے جن سے مولانا کو اس زمانہ میں کسی معاملہ زمینداری کے متعلق [illegible] ہو گئی تھی حضرت والا کے ہاتھ کچھ پان اس مصلحت سے انکی [illegible] رنجش کے یہ توقع تھی کہ حضرت والا کی خاطر سے مولانا قبول [illegible] بخوبی واضح ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا [illegible] تھی۔ یہاں تک کہ بعد انتقال بھی حضرت والا سے خواب میں فرمایا [illegible] بھی ویسی ہی توجہ ہے جیسی کہ حیات میں تھی جب مولانا نے انتقال فرمایا تو حضرت والا کی عمر صرف تقریباً [illegible] سال کی تھی [illegible]

مولانا رح اپنے زمانہ کے اعظم مشائخ و علماء میں سے تھے اور ان تین بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جو اپنے زمانہ میں اقطاب ثلاثہ کہے جاتے تھے۔ بقیہ دو حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رح تھے۔ اور یہ تینوں حضرات پیر بھائی تھے اور خانقاہ امدادیہ میں مشغول ذکر و فکر رہا کرتے تھے جن کی وجہ سے اس خانقاہ کا لقب مشائخ میں وکّان معرفت ہو گیا تھا۔ غرض حضرت والا پر حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان اور جامع ظاہر و باطن بزرگ کی لڑکپن ہی سے اس درجہ شفقت و توجہ حضرت والا کی اہلیت کی کھلی بشارت تھی جو بفضلہ تعالےٰ بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کی مصداق ہوئی۔ ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

واقعہ نمبر ۲

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز جس پایہ کے محقق عالم اور کامل و مکمل درویش تھے عالم آشکارا ہے۔ اہل حق کے نزدیک آپ کا قطب الارشاد ہونا مجمع علیہ تھا۔ آپ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت والا نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اول آپ ہی سے مدرسہ دیوبند میں بیعت کی درخواست کی تھی لیکن مولانا رح نے طالبعلمی کے زمانہ میں بیعت کرنے کو خلاف مصلحت اور حارج تحصیل علوم دینیہ خیال فرما کر عذر فرما دیا۔ پھر حضرت والا نے جہاں تک حضرت والا کو یاد ہے کیونکہ بہت پرانی بات ہے غالباً مولانا ہی کے ہاتھ حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھے بیعت کر لیں۔ لیکن حضرت حاجی صاحب رح نے خود ہی حضرت والا کو بیعت فرما لیا اس کا تفصیل حال انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ باب شرف بیعت و استفاضہ باطنی میں آئے گا۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رح کی حضرت والا پر بہت ہی خاص عنایت تھی۔ اور باوجود ہر طرح بڑے ہونے کے حضرت والا کا بہت ہی لحاظ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت والا قیام تھانہ بھون کے ابتدائی زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے تو حضرت مولانا رح چارپائی سے اتر کر فرش پر تشریف لا کر بیٹھ گئے جہاں سب حاضرین بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا کو نہایت خجلت ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت اتنوا کثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا اور میں تو خادمانہ طور پر حاضر ہوتا ہوں خادموں ہی کا سا برتاؤ فرمایا کریں۔ مولانا رح نے یہ فرما کر حضرت والا کی خجلت کو دور

فرمایا کہ نہیں میں دیر سے لیٹا ہوا تھا اس لئے آ بیٹھا ہوں اٹھا اس کے بعد سے خیال رکھا اور پھر حضرت والا کی تشریف آوری پر اپنی نشست کو نہ بدلتے تھے لیکن پھر بھی مجموعی طور پر لحاظ ہی کا برتاؤ بلا قصد صادر ہوتا۔ اس پر ایک بار کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اپنے کو حضرت کا ادنیٰ خادم سمجھتے ہیں اور پیر کا سا ادب کرتے ہیں آپ کیوں اتنا لحاظ فرماتے ہیں فرمایا کہ تم تو اندھے ہو میں تو اندھا نہیں ہوں حضرت مولانا کا یہ قول خود صاحب واقعہ نے حضرت والا سے نقل کیا۔ جب حضرت والا حاضر خدمت ہوتے تو حضرت مولانا رح حضرت حاجی صاحب رح کا تذکرہ بہت ذوق و شوق سے فرماتے اور فرماتے کہ بھائی جب تم آجاتے ہو تو زندہ ہو جاتا ہوں۔ ایک بار کچھ لوگوں نے بعض اختلافیات کے متعلق حضرت والا کی کچھ شکایت کرنا چاہی تو حضرت مولانا رح نے فرمایا کہ میں ان کی کوئی شکایت نہیں سننا چاہتا کیونکہ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔

ایک بار غایت تواضع سے فرمایا کہ بھائی انہوں نے حضرت حاجی صاحب رح کے پکے پھل کھائے ہیں (یعنی حضرت حاجی صاحب رح کے اخیر زمانہ کے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں) اور ہم نے کچے پھل کھائے ہیں (یعنی ہم حضرت حاجی صاحب رح کے شروع زمانہ کے مستفیدین میں سے ہیں)۔ یہ واقعہ ارواح ثلاثہ کی حکایت نمبر دہم میں بھی بہ اختلاف الفاظ مع توجیہ منقول ہے۔ اس توجیہ کا یہاں بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ یہ تواضع ہے اس کو تفاضل پر محمول نہ کیا جاوے۔ حالات کے تفاضل سے ملابس حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا کیونکہ حالت فاضلہ کے ملابس کی استعداد کا فاضل ہونا لازم نہیں اھ۔ ایک بار حضرت والا کا گنگوہ [illegible] ہوا تھا تو جو کوئی حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اس سے فرماتے کہ ایک عالم خفا نی کا وعظ ہو رہا ہے وہاں جاؤ میرے پاس کیوں آتے ہو۔

مسئلہ ابوائی دار الحرب میں حضرت مولانا گنگوہی رح کا حضرت امام ابو حنیفہ [illegible] قول پر جواز کا فتویٰ ہے اور حضرت والا اس میں حضرت امام [illegible] فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ ایک بار جمعہ کے دن مولانا کی مجلس میں [illegible] اسی مسئلہ کا ذکر تھا۔ مولانا فخار علی صاحب [illegible] سنتے اور جن کو حضرت والا کی اس مسئلہ سے متعلق [illegible] حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ حضرت ان کو [illegible] حضرت والا ان سے [illegible] بلیک میں سنتے ہیں کیوں اجازت نہیں دیتے [illegible]

Marfat.com

رائے کے فرمایا کہ سبحان اللہ اگر کوئی تقویٰ اختیار کرے تو کیا ہیں اس کو روکوں اھ۔ جب حضرت والا کے والد ماجد کا ۱۳۰۵ھ میں انتقال ہوا تو حضرت والا نے ترکہ کے متعلق کچھ سوالات حجام کے ہاتھ حضرت مولانا رح کی خدمت میں بھیجے گو سوالات بہت سے تھے اور حضرت مولانا رح کو اس وقت آشوب چشم کی تکلیف تھی لیکن اس حال میں بھی سب سوالوں کے جواب تحریر فرما دیئے اور جوابوں کے اختصار کی یہ وجہ لکھی کہ آشوب چشم میں مبتلا ہوں اور چشم بند کردہ جواب لکھ رہا ہوں ۔ اھ

اسی ترکہ کے متعلق حضرت والا نے یہ رائے بھی لی تھی کہ اگر جائداد نہ رکھوں تو کیسا ہے حضرت مولانا رح نے ارشاد فرمایا کہ اگر رکھو رخصت ہے اور نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ روزی سے تم کو کبھی پریشان نہ کریگا اھ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا ۔

جب حضرت والا دوسری بار اس غرض سے عازم سفر حجاز ہوئے کہ اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرمائیں تو عین وقت پر حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کو اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی ۔ حضرت مولانا رح کا جو جواب آیا اس میں غایت تواضع سے تحریر فرمایا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں پہونچکر مجھکو بھی یاد رکھنا اور یہ شعر تحریر فرمایا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفان بادہ پیما را

حضرت والا کے قیام تھانہ بھون کے بعد حضرت والا کے مواعظ اور مدرسہ امداد العلوم کے حالات سن سن کر حضرت مولانا رح بہت مسرور ہوا کرتے اور فرماتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مجھے تو پوری خوشی جب ہوگی جب کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی وہاں جمع ہونے لگیں گے ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا ۔ حضرت مولانا رح کو حضرت والا کے پاس اجتماع ذاکرین و طالبین کا اس قدر شوق تھا کہ اپنے پاس آنے والے بعض طالبین کو بھی حضرت والا کے پاس بغرض تربیت بھیجدیا کرتے اھ ۔

اور بہت سے واقعات عنایت ہیں جن کو حضرت والا بہت لطف سے بیکر بیان فرمایا کرتے ہیں چونکہ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لئے مذکورہ بالا واقعات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ بعض کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا ۔ حضرت والا کو بھی حضرت مولانا رح سے اس درجہ عقیدت تھی کہ سوائے حضرت حاجی صاحب رح کے اور کسی سے اتنی نہ تھی ۔ فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا ۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا رح کے ساتھ غیر استدلالی ۔ دلائل سوچنے سے بھی ذہن ایسا کہتا ہے کہ مولانا بزرگ ہیں ہی دلائل قائم کرنے کی کیا حاجت ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

Marfat.com

بلکہ دلائل کا سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں حضرت مولانا رح سے یہ بھی اجازت لے رکھی تھی کہ اگر کوئی اشکال ظاہری یا باطنی پیش آئے تو پوچھ لیا کروں لیکن عمر بھر میں صرف تین چار ہی بار استفسار کی نوبت آئی پھر مولانا رح کے جوابات کی ایسی برکت ہوئی کہ انہیں سے سارے اشکالات حل ہوتے رہے مزید استفسارات کی ضرورت ہی نہ واقع ہوئی اھ۔ ایک بار حضرت والا نے توسل کی حقیقت دریافت کی چونکہ مولانا رح کی ظاہری بینائی اس زمانہ میں آنکھوں میں پانی اُتر آنے کی وجہ سے جاتی رہی تھی فرمایا کہ پوچھنے والے کون صاحب ہیں حضرت والا نے اپنا نام بتا دیا۔ فرمایا کہ تمہارا یہ پوچھنا عجیب ہے۔ یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا۔ حضرت والا نے پھر پوچھنا خلاف ادب سمجھا۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز کے بعد توسل کی پوری حقیقت خود بخود اللہ تعالےٰ نے میرے قلب میں القاء فرما دی۔ چنانچہ اس کی نہایت عجیب غریب اور جامع مانع تحقیق رسالہ الادراک والتوسل میں لکھدی گئی ہے اھ

واقعہ نمبر ۳

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کا بھی شرف زیارت حضرت والا کو بزمانۂ طالب علمی مدرسہ دیوبند میں اکثر حاصل ہوتا رہتا تھا لیکن چونکہ حضرت والا اس زمانہ میں بالکل نوعمر تھے نیز حضرت والا کے دیوبند پہونچنے کے تقریباً سال بھر بعد ہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے خاص خصوصیت پیدا ہونے کا کوئی موقع ہی نہ تھا تاہم احقر نے حضرت والا سے بعض ایسے واقعات سنے ہیں جن سے مولانا کی عنایت خاص مترشح ہوتی ہے۔ کیونکہ عادۃً ایسا معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے جس سے کچھ خصوصیت ہو مثلاً ایک بار [illegible] دریافت فرمایا کہ کون سی کتابیں پڑھتے ہو۔ حضرت والا پر اس قدر رعب و ادب غالب [illegible] نام ہی بھول گئے۔ پھر مولانا نے دوسری باتیں شروع کر دیں تاکہ ہیبت کا [illegible] کی طبیعت کھل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا [illegible] پڑھنا کافی نہیں کتنے کی ضرورت ہے۔ پھر مثلاً فرمایا [illegible] ان سے ایک دوسرے عالم نے جو حافظ ہدایہ تو نہ تھے لیکن ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا ایک مسئلہ کا ذکر کیا۔ حافظ ہدایہ نے پوچھا کہ یہ مسئلہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہدایہ میں۔ انہوں نے کہا نہیں ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے اس میں تو کہیں بھی نہیں۔ اس پر غیر حافظ [illegible]

Marfat.com

ہی کا ہے اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں۔ چنانچہ کتاب منگائی گئی اور انہوں نے اس کے اندر
ایک عبارت نکال کر دکھائی جس میں وہ مسئلہ بعینہ تو مذکور نہ تھا لیکن اس سے بہ استنباط قریب
مستنبط ہوتا تھا جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے اور بہت
افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ کو تمہیں نے پڑھا ہے ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں
محض حفظ کر لینے سے کیا ہوتا ہے۔ اھ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت نقل فرما کر حضرت والا
سے فرمایا کہ بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں اھ۔

ایک بار ایک سیاح دیوبند آئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا جو قاری تھا۔ جمعیۃ کی
مسجد میں انہوں نے اس لڑکے سے قرآن سنوایا سامعین میں حضرت مولانا رح بھی تھے اور وہیں حضرت
والا بھی موجود تھے۔ جب وہ لڑکا پڑھ چکا تو غالباً مولانا رح ہی نے حضرت والا سے فرمائش کی تم بھی
سناؤ۔ چنانچہ حضرت والا نے تعمیل ارشاد کی۔

ایک بار جناب ملا محمود صاحب دیوبندی رح جو حضرت والا کے اساتذہ کرام میں سے تھے
بہت ہی حلیم الطبع تھے۔ ایک مرتبہ خلاف معمول ایک طالب علم پر بہت خفا ہوئے اور جوش غضب
میں تان کر اس کے ایک گھونسہ مارا لیکن وہ طالب علم اس جگہ سے فوراً ہٹ گیا اور ملا صاحب
ہاتھ زور سے زمین پر جا کر پڑا جس سے الٹی ملا صاحب ہی کے ہاتھ میں چوٹ آئی اور وہ طالب علم
بچ گیا۔ اس پر ملا صاحب کو اور غصہ آیا۔ جب انہوں نے پھر مارنا چاہا تو وہ طالب علم اٹھ کر بھاگا۔
اس پر ملا صاحب نے اپنا جوتہ پھینک کر مارا لیکن وہ بھی نہ لگا۔ اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب رح بھی سامنے ہی قریب تشریف رکھتے تھے شور و غل سن کر تشریف لے آئے اور حضرت والا
کو بلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت والا نے واقعہ سنایا تو بہت ہنسے اور فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ
ملا صاحب میں صرف تین ہی عنصر ہیں عنصر آب عنصر باد عنصر خاک چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں۔
لیکن آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں اھ

حضرت والا مولانا رح کے درس جلالین میں بھی از راہ عقیدت و شوق تحصیل علوم گاہ گاہ شرکت
فرمایا کرتے۔ حالانکہ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مولانا رح کی تقریر اس قدر ادق ہوتی تھی کہ میری سمجھ میں
کچھ نہ آتی تھی اور اس وقت تو کیا سمجھ میں آتی اب بھی مولانا رح کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں بس
تھوڑی دور تک تو سمجھ میں آتی ہیں پھر جو تائیدات و تفریعات و جمل معترضہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔
تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے کہاں پہونچ گئے اور زیادہ غور و خوض کی مشقت سمجھ سے برداشت

ہوتی نہیں اس لئے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتا ہوں کہ ضروریات کا علم حاصل کرنے کے لئے اور سہل سہل کتابیں موجود ہیں پھر کیوں مشقت اٹھائی جائے۔ میری عادت ہے کہ میں کسی مضمون کے سمجھنے میں زیادہ تعب نہیں اٹھاتا۔ بس جو سرسری توجہ سے سمجھ میں آگیا آگیا ورنہ چھوڑ دیتا ہوں کاوش نہیں کرتا۔ بس اس پر عمل ہے اذا لم تستطع شیئاً فدعہ نیز دشوار طریق کو چھوڑ کر سہل طریق کو اختیار کرنے میں اس حدیث پر عمل ہے ماخیر صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما۔

واقعہ نمبر ۴

اوستاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس اوّل مدرسہ عالیہ دیوبند نہ صرف فن درس و تدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانہ روزگار تھے بلکہ بڑے صاحب باطن اور صاحب کشف و کرامت اولیاء کاملین میں سے تھے اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ حضرت والا کے خاص الخاص اور سب اساتذہ سے زیادہ محبوب اور محترم استاد تھے حضرت والا پر بہت ہی خاص نظر عنایت و توجہ تھی اور حضرت والا کو بھی ایسی عقیدت اور گرویدگی تھی کہ جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے گنگوہ میں درس حدیث شروع فرمایا تو بہت سے طالب علم وہاں پڑھنے چلے گئے اور انھوں نے حضرت والا کو بھی ترغیب دی کیونکہ مولانا رح کے یہاں ناغے بہت ہوتے تھے گو جب پڑھاتے تھے تو بقول حضرت والا سیراب فرما دیتے تھے لیکن حضرت والا نے فرما دیا۔ کہ گو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں درس حدیث بہتر ہوگا لیکن مجھے تو اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو چھوڑنا بیوفائی معلوم ہوتا ہے جبتک کہ مولانا خود یہ نہ فرما دیں کہ بس اب میرا ذخیرہ علمی ختم ہوگیا اب مجھ سے [illegible] ہوسکتی۔ حضرت والا کے اندر یہ وفاداری کی صفت بچپن ہی سے [illegible] تھے تو والد ماجد نے کسی وجہ سے حضرت والا کے استاد کو [illegible] ہوئے اور مچل گئے کہ نہیں میں تو انہیں سے پڑھونگا [illegible] صاحب مجبور ہوگئے اور انہیں استاد کو رکھنا پڑا۔ غرض حضرت والا کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے بیحد عقیدت و محبت تھی اور حضرت مولانا بھی حضرت والا پر بیحد شفقت فرماتے تھے۔ اور چونکہ حضرت مولانا رح کو حضرت والا کے فہم خداداد اور استعداد و دلچسپی کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا [illegible]

Marfat.com

میں خاص طور سے حقائق ومعارف اور نکات ودقائق علمیہ بیان فرماتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کو مولانا رح کے نہایت عجیب وغریب ملفوظات اب تک بہت کثرت سے یاد ہیں جن کو نہایت لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ غایت خصوصیت کی بنا پر مولانا رح حضرت والا سے بوقت ضرورت کچھ قرض بھی لے لیا کرتے تھے اور تنخواہ ملنے پر ادا فرما دیتے تھے۔ اعتماد کی بناء پر طالب علمی ہی کے زمانہ میں افتاء کا کام بھی حضرت والا سے لیتے تھے۔ اور صلاحیت کی بنا پر کبھی کبھی اپنی جگہ نماز کا امام بھی بنا دیتے تھے۔ چنانچہ امامت کے متعلق حضرت والا کو ایک واقعہ اب تک یاد ہے کہ ایک بار حضرت والا سے ظہر کی نماز پڑھانے کے لئے فرمایا تو حضرت والا نے عذر کیا کہ حضرت میں نے تو ابھی سنتیں نہیں پڑھیں فرمایا کہ ہم تو فرض میں تمہاری اقتدا کریں گے سنتوں میں تھوڑا ہی اقتداء کریں گے۔ اھ۔ خدمت افتاء کے متعلق بھی حضرت والا بعض واقعات نقل فرمایا کرتے ہیں جن میں سے ایک کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک بار کسی کا بہت طویل استفتاء آیا اس کا حضرت والا نے ویسا ہی طویل اور مدلل جواب لکھ کر مولانا کی خدمت میں بغرض دستخط پیش کیا۔ مولانا رح نے سب کو پڑھ کر دستخط فرما دئے لیکن بعد کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں فرصت بہت ہے ہم تو جب جانیں گے جب کہ خطوں کا ایک ڈھیر کا ڈھیر تمہارے سامنے ہوگا اور اس وقت بھی تم ایسے ہی طویل جواب لکھا کروگے اھ۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اب حضرت والا کی کثرت ڈاک کا یہی عالم ہے کہ ڈھیر کے ڈھیر خطوط روزمرّہ آتے ہیں۔ اور حضرت والا نہایت مختصر مگر جامع مانع جوابات ارقام فرما کر ہمروزہ ساری ڈاک ختم فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے ایک خواب کی تعبیر میں یہ بشارت دی تھی کہ انشاء اللہ تعالےٰ دنیا تمہارے قدموں سے لگی پھرے گی اور تم اس کی طرف رخ بھی نہ کروگے اور ایک اور خواب کی یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالےٰ تم کو دین اور دنیا دونوں کی عزّت حاصل ہوگی۔ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ یہ دونوں بشارتیں ہو بہو صادق ہوئیں۔

مولانا رح نے مختصر جماعت کی معیّت میں نہایت وثوق کے ساتھ ایک اور بھی بشارت دی تھی کہ خدا کی قسم جہاں تم جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے باقی سارا میدان صاف ہے اھ۔ اس کا واقعہ باب تحصیل علوم میں بہ تفصیل مذکور ہو چکا ہے الحمدللہ یہ بشارت بھی بالکل صحیح نکلی اور حضرت والا جہاں رہے بفضلہ تعالےٰ اشرف العلماء والفضلاء ہی بن کر رہے سچ ہے ع

قلندر ہر چہ گوید دیدۂ گوید

Marfat.com

واقعہ نمبر ۵

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رح دہلوی مہاجر مدنی کے خلیفہ تھے اور شاہ صاحب ہمارے حضرات حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمہا اللہ تعالےٰ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا ممدوح مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے اور غالباً حضرت شیخ العرب والعجم سے بھی مستفیض تھے۔

آپ باوجود ظاہری تحصیل علم نہ فرمانے کے اس درجہ کے بزرگ تھے کہ ایک موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رح میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ مولانا گنگوہی عالم ہیں اور وہ عالم نہیں ورنہ نسبت باطنی کے لحاظ سے دونوں ایک درجہ کے ہیں اعجوبہ شان انتظامی ایسی تھی کہ ایک بہت بڑے جلسہ دستار بندی کے موقع پر حضرت والا سے عرض کیا کہ اتنا بڑا تو جلسہ ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو ذرا گھبراہٹ نہیں نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات فرما رہے ہیں اور سب کام نہایت خوبی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ یہ تو خیر جلسہ ہی ہے ہم کو تو اگر سلطنت بھی سپرد کر دی جائے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس کا بھی ایسی ہی سہولت اور اطمینان اور حسن و خوبی کے ساتھ انتظام کر کے دکھلا دیں۔

حضرت والا پر مولانا کی بھی خاص نظر عنایت تھی۔ ایک بار مولانا چارپائی پر اس طرح تشریف فرما تھے کہ پائنتی کی طرف جگہ کم رہ گئی تھی جب حضرت والا از راہ ادب پائنتی کی طرف بیٹھنے لگے تو مولانا رح نے ہاتھ پکڑ کر سرہانے بٹھانا چاہا۔ حضرت والا عذر کرنے لگے تو فرمایا کہ اپنے بڑوں کا کہنا ماننا چاہیئے۔ جہاں وہ بٹھائیں وہیں بیٹھنا ادب ہے۔ حضرت والا حکم بجا لائے اور باوجود سخت گھٹن کے سرہانے بیٹھے رہے۔ پھر مولانا نے غالباً اسی موقعہ پر دارا شکوہ اور عالمگیر کا [illegible] نقل فرمائی وہ حکایت یہ ہے کہ یہ دونوں باری باری سے ایک بزرگ کی خدمت [illegible] وتاج کی دعا کرانے کے لئے حاضر ہوئے پہلے دارا شکوہ پہونچے ان کو [illegible] بہت غلو تھا۔ ان بزرگ نے دارا شکوہ کو اپنی مسند پر بٹھایا [illegible] نہیں بیٹھے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھے جب انھوں نے سخت سلطنت حاصل ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں نے تو تم کو تخت پر بٹھانا چاہا تھا لیکن تم بیٹھے ہی نہیں انکار کر دیا دارا شکوہ بصد افسوس واپس چلے آئے لیکن اس واقعہ کو چھپایا تاکہ عالمگیر کو اس کا علم نہ ہو [illegible]

پائے پھر عالمگیرؒ حاضر خدمت ہوئے۔ ان سے بھی ان بزرگ نے مسند پر بیٹھنے کے لئے فرمایا تو وہ بے تامل بیٹھ گئے۔ جب تخت وتاج ملنے کی دعا چاہی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تخت پر تو تم بیٹھے ہی ہو۔ باتاج وہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کا اختیار تمہارے فلاں خادم کو ہے۔ اگر وہ اپنے ہاتھ سے تمہارے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھدے گا تو تمہیں تاج بھی نصیب ہو جائے گا۔ عالمگیرؒ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ اکبر کیا وہ اس درجہ کا شخص ہے مگر خیر پھر بھی آخر وہ ہے تو میرا خادم ہی اس سے عمامہ سر پر رکھوالینا کیا مشکل ہے جب اس کو حکم دونگا فوراً تعمیل کریگا مجال ہے کہ انکار کرسکے ان بزرگ نے فرمایا کہ اس بھروسے نہ رہنا وہ تمہارا خادم نہیں ہے بادشاہ ہے۔ پھر جب عالمگیر اپنے محل میں واپس آئے تو آتے ہی خادم کو بلا کر حکم دیا کہ پانی لاؤ اور ہمیں وضو کراؤ جب وضو ختم ہوا تو اس کو حکم دیا کہ ہمارے ہاتھ تو گیلے ہیں تم یہ ہمارا عمامہ اٹھا کر ہمارے سر پر رکھدو۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ میں حضور کے عمامہ کو ہاتھ لگاؤں عالمگیر نے باوجود اعتقاد عظمت کے بہ تکلف غصہ کے لہجہ میں پھر کہا کہ نہیں ہم حکم دیتے ہیں تم کو یہ ضرور کرنا ہوگا۔ اس نے پھر عذر کیا۔ بالآخر جب عالمگیرؒ نے بار بار اصرار کیا تو مجبوراً عمامہ اٹھا کر ان کے سر پر رکھ دیا اور ان بزرگ کو کوسنے لگا کہ خدا تیرا ناس کرے کہ تو نے مجھے مصیبت میں مبتلا کیا لیکن عمامہ سر پر رکھنے کے بعد ہی اس نے عالمگیرؒ سے کہا کہ بس حضور اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ یہ میری آخری خدمت تھی اب میں ملازمت نہیں کرسکتا۔ عالمگیرؒ نے کہا کہ اب کیا ہے اب تو میرا کام بن ہی گیا اور اب میں آپ سے خدمت لے بھی نہیں سکتا شوق سے تشریف لیجائیے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عجب نہیں مولاناؒ کا حضرت والا کو اپنے سر پر عمامہ بندھانا اور پھر اس حکایت کو نقل فرمانا حضرت والا کو اعزاز دینی کی بشارت دینا ہو حضرت والا مولاناؒ کے حلقہ توجہ میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے اور اس قدر اثر محسوس فرماتے تھے کہ جیسے بالکل پاک وصاف مثل فرشتوں کے ہو گئے ہوں۔ ایک بار جناب حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ جو مولاناؒ کے پیر بھائی تھے (اور بوجہ اس کے کہ حافظ صاحب کے بھائی یعنی جناب شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے یہاں حضرت والا کے والد ماجد مختار ریاست تھے حضرت والا سے خوب واقف تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے) مدرسہ دیوبند میں مولاناؒ کی زیارت کے لئے تشریف لائے حضرت والا کی ژولیدہ حالت اور وضع قطع دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو لڑکے کو بالکل فانی فی الشیخ ہی کر دیا۔ ایک بار مولاناؒ حضرت والا کو اپنے ہمراہ سہارنپور شریف بھی لیگئے تھے۔ اور حضرت امام ربانی مجددؒ

الف ثانی رح کے مزار شریف کی زیارت کرائی تھی۔ اسی سفر میں موضع براس ریاست پٹیالہ میں اس موقع کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے جہاں بنا بر کشف بعض اکابر چند حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ مولانا رح نے اپنی مسجد میں مدت دراز تک حضرت والا سے امامت بھی کرائی۔ پھر حضرت والا نے خود ہی بایں خیال کہ مولانا رح جیسے بزرگ مقتدی کا امام بننا کہیں سوء ادب نہ ہو عذر کر دیا اور اصرار سے بچنے کے لئے بجائے اس مسجد کے چھتہ کی مسجد میں نماز پڑھنی شروع کر دی وہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور مولانا کی غیبت میں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ لیکن جب حضرت والا نے وہاں نماز پڑھنی شروع کی تو حاجی صاحب مولانا کی غیبت میں بجائے خود امامت کرنے کے حضرت والا سے بکثرت امامت کراتے۔ اور کبھی کبھی خود مولانا بھی اپنی موجودگی میں حضرت والا سے نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرما دیتے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات اکابر حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں بھی کتنا صالح سمجھتے تھے۔ اور حضرت والا کو بھی اپنے اکابر کا کس درجہ ادب ملحوظ تھا۔

واقعہ نمبر ۶

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح و خلیفہ خاص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح حضرت والا کے اساتذہ خاص میں سے تھے جن سے حضرت والا نے بزمانہ طالبعلمی مدرسہ عربی دیوبند میں بہت سی کتابیں پڑھی تھیں یہاں مولانا رح اس زمانہ میں مدرس رابع تھے پھر ترقی فرما کر وہیں کے مدرس اول ہو گئے۔ آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ مسلم و مشہور ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر حضرت والا نے اپنے رسالہ ذکر محمود میں کیا ہے جو مولانا رح کے حالات میں تصنیف فرمایا گیا ہے۔ حضرت مولانا رح باوجود اتنے بڑے اور حضرت والا کے [illegible] ہونے کے حضرت والا کو اپنے ان دو والا ناموں میں جن کو حضرت والا نے [illegible] نقل فرمایا ہے اور جن کو یہاں بھی عنقریب نقل کیا جائیگا۔ ان الفاظ [illegible]

(نمبر ۱) سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کفہ من الناس

(نمبر ۲) معدن حسنات و خیرات دام ظلکم۔ جب حضرت والا نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر جہاں حضرت مولانا رح کو شرکت کی تکلیف دی گئی تھی وعظ فرمانے کی درخواست کی تو بغایت تواضع بایں عنوان عذر فرمایا کہ یہ ہرگز مناسب نہیں اس میں تمہاری ذلت ہوگی

کہ ان کے استاد ایسے ہیں اور تمہاری جو شہرت ہے اس میں فرق آنے کا اندیشہ ہے - لہذا مجھ سے وعظ کہلانا خلاف مصلحت ہے اھ - پھر جب حضرت والا نے بید اصرار فرمایا تب وعظ فرمانے کے لئے راضی ہوئے -

سیاسی تحریکات کے زمانہ میں باوجود اختلاف رائے حضرت والا سے وہی تعلقات شفقت باقی رکھے بلکہ باوجود حضرت والا کے اس اختلاف کے اور باوجود مخالفین و لائمین کی سخت فتنہ پردازیوں اور شورش انگیزیوں کے اپنی رائے پر نہایت مضبوطی کے ساتھ برابر مردانہ وار جمے رہنے کی بایں عنوان مدح فرمائی کہ ہمیں فخر ہے اور خوشی ہے کہ ان تحریکات حاضرہ سے جو بالکل کنارہ کش ہے وہ بھی ہمیں میں سے ہے اھ - بمعناہ - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رح کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں گنجائش اجتہاد تھی ورنہ عدم شرکت کی مدح ہرگز جائز نہ رکھتے - اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا رح حضرت والا کی عدم شرکت تحریکات پر اعتراض کرنے والوں کا ہمیشہ جواب دیتے رہے اور حضرت والا کے حسن نیت کی تصدیق اور خدمات دینی کی تعریف فرما کر ان کوتاہ نظروں کو اعتراضات سے روکتے رہے بلکہ ایک بار ایک پانی پتی اہل علم سے یہاں تک فرمایا کہ بھائی اپنی جماعت میں اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ پھر میں ہی کسی قدر رائے کیوں نہ بدل دوں اور اس معاملہ میں ان کی (یعنی حضرت والا کی) موافقت کرلوں - کیونکہ میرے اوپر کوئی وحی تو نازل ہوئی نہیں کہ میری رائے ٹھیک ہی ہو - حضرت والا بھی ہمیشہ حضرت مولانا رح کا غایت درجہ احترام فرماتے رہے اور موقع بہ موقع نہایت عقیدت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے رہے اور مولانا کے خلوص و ایثار و خدمت اسلام و اہل اسلام نیز دیگر کمالات علمیہ و عملیہ کو اکثر بکمال عقیدت نہایت لطف لے لیکر بیان فرماتے رہے اور اب بھی بیان فرماتے رہتے ہیں - ان حالات سے بخوبی واضح ہے کہ یہ اختلاف محض اجتہادی اختلاف تھا ورنہ جانبین اصل مقصود یعنی خیر خواہی اسلام و اہل اسلام میں بالکل متحد رہتے - ایسے امور اجتہادیہ میں تو استاد اور شاگرد کا اختلاف ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی سنت ہے اور کمال دیانت کی دلیل -

غرض تحریکات کے متعلق حضرت والا اور حضرت مولانا رح کی رایوں میں جو اختلاف تھا وہ محض اخلاص اور للہیت پر مبنی تھا - دیگر جاہ پسند مدعیان قیادت کی طرح اغراض و نفسانیت پر مبنی نہ تھا - اب آخر میں زیادت بصیرت کے لئے حضرت مولانا رح کے بعض واقعات جن کا تعلق خاص حضرت والا کی ذات خاص سے ہے اور جو خود حضرت والا کے ارقام فرمودہ ہیں بطور نمونہ رسالہ "ذکر محمود" سے منتخب کر کے نقل کئے جاتے ہیں -

(۱) سب سے پہلے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوا وہ زمانہ تھا جس میں

Marfat.com

تحصیل درسیات کے لئے دیوبند کے مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوا اور منجملہ اسباق مجوزہ کے مُلّا حسن اور مختصر معانی کا سبق مولانا کے متعلق ہوا یہ زمانہ ۱۲۹۵ھ کا اخیر تھا یعنی ذیقعدہ کا مہینہ تھا مولانا اس وقت مدرّس رابع تھے۔ اور مدرّس اوّل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مدرّس دوم حضرت مولانا سیّد احمد صاحب اور مدرّس سوم حضرت مولانا محمد محمود صاحب تھے رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(۲) مذکورہ اسباق کے سلسلہ میں احقر کے اسباق فراغ درسیات تک مولانا کی خدمت میں رہے معقولات میں حمد اللہ۔ میر زاہد رسالہ۔ میر زاہد ملا جلال اور حدیث میں متعدد کتب جنکی تفصیل رسالہ سبع سیّارہ میں ہے اور فقہ میں ہدایہ اخیرین تو اس وقت مولانا سے پڑھنا یاد ہے باقی شاید سوچنے سے یاد آجاوے۔

(۳) احقر کو زمانۂ طالبعلمی میں ہر فرقہ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے ایک خاص دلچسپی تھی جیسی اب اس سے اسی درجہ نفرت و وحشت بھی ہے۔ دیوبند میں ایک بار عیسائی مُنادیوں کا ایسا سلسلہ لگا کہ مسلسل یکے بعد دیگرے آتے اور بازار میں تقریریں کرتے۔ احقر سنتے ہی پہونچتا اور گفتگو کرتا ایک بار ایک بڑا پادری جو یورپین تھا زیادہ مجمع و سامان کے ساتھ آیا۔ اور ایک باغ متصل اسٹیشن میں خیمے نصب کرکے ٹھہرا۔ احقر مع چند طلباء کے وہاں بھی پہونچا اور اس سے گفتگو شروع کی کسی نے حضرت مولانا کو خبر پہونچادی اس شفقّت کی کچھ حد ہے کہ صرف یہ خیال کرکے کہ کچھ عمر اور ناتجربہ کار ہے کبھی مرعوب نہ ہوجائے خود اس باغ میں تشریف لائے اور مجھکو ہٹا کر خود گفتگو شروع فرمائی اس نے نام پوچھا آپ نے فرمایا ننھا وہ معمولی آدمی سمجھکر گفتگو کے لیے تیار ہو گیا مجھکو خوب یاد ہے کہ اس گفتگو میں یہ بھی تھا کہ اس نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں مولانا نے اس کی تفسیر پوچھی تو وہ نہ بتلا سکا۔ اس میں مزاحاً یہ سوال بھی فرمایا کہ کلمہ کے یہ اقسام [illegible] اقسام کے یہ اقسام ہیں عیسےٰ علیہ السلام ان میں سے کلمہ کی کون [illegible] اور جواب میں پریشان تھا آخر اس کی میم نے یہ حالت معلوم [illegible] اس کو بلا لیا اور اس نے جان چھوڑا کر چلے جانے کو غنیمت سمجھا ہم سب لوگ خوش بخوش مدرسہ واپس آئے۔

(۴) ایک بار اس احقر کے پاس ایک سرفرازنامہ آیا جس میں القاب میں مخدوم و مکرم کے الفاظ تھے میں بیحد شرمندہ ہوا اور میں نے عریضہ میں اپنی [illegible]

کی کہ ایسے الفاظ تحریر نہ فرمائے جایا کریں اس کے بعد جو الانامہ آیا پھر اس میں وہی الفاظ آخر میں میں نے عرض کیا کہ یہی درخواست منظور نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اسی میں راحت ہے گو مجھ کو کلفت ہے مگر میں حضرت کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں اب جو مرضی ہو اختیار فرمایا جاوے میں گوارا کروں گا۔

(۵) یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والے نامے محفوظ یاد آتے ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاویٰ امدادیہ صفحہ ۳۲۶ میں مطبوع ہو گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جاوے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو ذیل میں برکت کے لئے نقل کرتا ہوں حضرت کے مذاق تواضع و شفقت پر دلالت کے لئے یہ بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من النّاس۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آیندگان کی زبانی آپکی خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالیٰ آپکو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے۔ اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہو رہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ بندہ مع رفقاء بحمد اللہ اس وقت تک بالکل خیریت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکّہ معظّمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھکو امید ہے کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرماویں گے۔ آیندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا مولوی شبیر علی صاحب۔ مولوی محمد ظفر صاحب مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرماتے رہیے۔ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس، افسوس ہے انا للہ رحمہما اللہ تعالیٰ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ۔

منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ روبترقی ہو۔ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہارشنبہ

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نامہ سامی موجب مسرت واطمینان ہوا۔ جو ہوا کرمین ومخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم احقر اور رفقا

Marfat.com

متعلقین بحمد اللہ خیریت سے ہیں سب کا سلام مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط
بندہ محمود عفی عنہ از دیوبند دویم شوال روز یکشنبہ۔

(۶) حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی۔ وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جبکہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے۔ وہ اس میں توسع فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لئے اس نے احتیاط کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ع بریں نکتہ ہا جاں فشانم رواست۔ یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

(۷) اسی قصہ مذکورہ متصلہ کی نظیر اسی انصاف اور حق پرستی اور رعایت کا نمونہ یہ قصہ بھی ہے (اور اس وقت اسی پر اس ذکر محمود کو ختم بھی کر دوں گا) کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات میں بعض [illegible] فرمائے اور اعلاماً و عملاً ان میں حصہ لیا جس کا مبنی محض خلوص کے [illegible] خدمت تھی۔ چونکہ وہ مسائل اجتہادی تھے جن میں [illegible] اور ان میں بعضے پہلو دنیوی اور دینی خطرات بھی رکھتے تھے [illegible] بعض اہل علم نے ان خطرات و مضرات پر نظر کر کے ان تحریکات میں رایا و عملاً شرکت نہیں کی اور احقر کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والوں کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہل بیت مفرطہ نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں [illegible] کیلئے [illegible] ساتھ [illegible] ایک دوست بھی تھے [illegible]

رہنے والے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اس
اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرمالیجئے تو شاید رائے متفق ہوجاوے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں
مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہو اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے
نہیں بدلا کرتی ہے۔ واقعات سے بدلا کرتی ہے اللہ اکبر اس انصاف ورعایت کی کچھ حد ہے۔

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیوبند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر
شکایتیں ان معاملات میں کررہے تھے حضرت نے یہ سن لیا فرمایا کہ افسوس ہم ایسے شخص کی شکایتیں
کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لئے
میں نے انکو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں جو کچھ کررہا ہوں کیا
پر وحی نازل ہوتی ہے۔ میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی احقر کی) بھی ایک رائے ہے
اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لئے تھانہ بھون
چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں فلاں شخص (یعنی
موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور
عدم موافقت سے شرمائے گا اس لئے وہاں نہیں جاتا۔

اسی طرح ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو۔ وہ بھی
دین کا ایک کام کررہا ہے۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات
پیش کرکے دوسری جماعتوں کو خطاب کرکے کہا کرتا ہوں ؎

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

واقعہ نمبر

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رح ایک بڑے جید عالم اور کامل درویش تھے۔ آپ اوّل
حضرت نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر بعد انتقال نواب
صاحب رح تکمیل سلوک شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس
سرہ العزیز سے فرمائی اور مشرف بہ خلافت ہوئے۔ ہمارے حضرت والا کے استاد اوّل آپ ہی تھے
حضرت والا نے ابتدائی کتب فارسی وعربی آپ ہی سے پڑھی تھیں اور چونکہ آپ سراپا دین اور

مولانا فتح محمد صاحب تھانوی

ت ہی بابرکت اور صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے شاگردوں پر بیحد شفیق تھے۔ اس لئے آپکی
بت و تعلیم و تربیت جو اللہ تعالےٰ نے حضرت والا کو بالکل نوعمری اور طالب علمی کے بالکل ابتدائی
ہی میں جبکہ قلب مبارک تمام آلودگیوں سے پاک و صاف تھا میسر فرمادی تھی۔ مفتاح برکات و
عادات اور کلید خیرات و حسنات ثابت ہوئی۔ اور دل میں دین کی محبت کا نقش اولین آپ ہی
ے فیض صحبت سے کالنقش فی الحجر جاگزین ہوا۔ چنانچہ حضرت والا بہزار منت و مسرت فرمایا کرتے ہیں
جو اصل سرمایہ ہے جس کو دین کی محبت کہتے ہیں وہ مجھ کو مولانا رح ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا
ونکہ مولانا رح دین کے عاشق تھے۔ مولانا رح کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ میں نابالغی ہی کے زمانہ میں تہجد
ڑھنے لگا تھا اھ۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت منکسر المزاج اور سادہ وضع تھے علاوہ بریں جثہ بھی بہت نحیف اور
مد و قامت بھی نہایت مختصر تھا۔ دیکھنے میں گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ اس درجہ کے شخص ہیں۔ ایکبار
حضرت والا اپنے ایک عزیز مہمان کو مولانا رح کی زیارت کرانے لے گئے۔ مولانا رح نے حضرت والا کی بہت
عظیم و تکریم کی۔ جب حضرت والا قریب مغرب لوٹے تو انہیں مہمان عزیز نے پوچھا کہ آپ اپنے استاد
کے پاس لیچلنے کو کہتے تھے کیا وہاں نہ چلئے گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہی تو میرے استاد تھے جن کے
پاس سے ہم ابھی آرہے ہیں۔ انھوں نے تعجب سے کہا کہ وہی استاد تھے۔ وہ تو شاگرد
سے بھی نہیں معلوم ہوتے تھے۔

مولانا رحمۃ علیہ کو تقویٰ کا اس درجہ اہتمام تھا کہ ایک بار حضرت والا کے پاس تشریف
لاکر فرمانے لگے کہ جب دو آدمی ایک جگہ رہتے ہیں تو ان میں کچھ تعلقات بھی ہو جاتے ہیں
اور ان تعلقات کی وجہ سے کچھ حقوق بھی ہو جاتے ہیں جن میں کبھی کچھ کوتاہیاں
بھی ہو جاتی ہیں لہذا مجھ سے بھی ضرور کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں [illegible]
معافی چاہتا ہوں اھ۔

حضرت والا فوراً سمجھ گئے کہ طالب علمی کے زمانہ میں [illegible]
پاتا تھا یہ اس کی معافی اس لطیف عنوان سے [illegible]
کی معافی چاہی جارہی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]

کیا ٹھکانا ہے مولانا رح کی احتیاط ولحاظ کا۔

مولانا رح گرد ونواح کے قصبات کا جب سفر فرماتے تو ہمیشہ پیادہ پا تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار اسی طرح گنگوہ پیادہ پا تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت والا بھی بہلی میں سوار ہوکر گنگوہ ہی کے قصد سے روانہ ہوئے راہ میں دیکھا کہ مولانا بھی تشریف لیجا رہے ہیں۔ حضرت والا فوراً بہلی سے اُترے اور عرض کیا کہ حضرت بہلی میں جگہ کافی ہے سوار ہولیں لیکن مولانا راضی نہ ہوئے حضرت والا بجائے اصرار کرنے کے خود بھی پیادہ پا ساتھ ہولئے اور عرض کیا کہ بہتر ہے جس میں راحت ہو۔ میں اصرار نہیں کرتا۔ مولانا رح نے فرمایا کہ یہ تو اصرار سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو عادت ہے تم کو پیادہ پا چلنے میں تکلیف ہوگی تم سوار ہولو۔ عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سواری میں بیٹھوں۔ میرا تو سواری میں بیٹھانا آپ کے قبضہ میں ہے۔ غرض مجبور ہوکر مولانا رح کو بہلی میں بیٹھنا ہی پڑا۔ اور حضرت والا بلا اصرار محض حسن تدبیر سے مولانا رح کو راحت پہونچانے میں کامیاب ہوگئے مولانا رح غایت تواضع وشفقت کی بنا پر اکثر خود ہی حضرت والا کی ملاقات کے لئے تشریف لے آتے تھے۔ مولانا رح کو کتابوں کا بڑا شوق تھا حالانکہ بوجہ بینائی کمزور ہونے کے خود مطالعہ کا موقع کم ملتا تھا۔ ایک بار کوئی نئی کتاب منگوائی تھی جو کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی ان سب کو خود ہی لاد کر حضرت والا کے پاس لائے اور فرمایا کہ میں تو ان کے دیکھنے سے معذور ہوں تم دیکھو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرح مولانا اپنی حیات میں زیادہ تر خود ہی تکلیف فرماکر اپنی زیارت کرا جاتے تھے اسی طرح اتفاق سے جس روز انتقال فرمایا بہت زور کی بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ میں خود جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا جس کی مجھ کو بخوف بیمار پڑ جانے کے کیونکہ زمانہ طاعون شدید کا تھا ہمت نہ پڑی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ نے خود ہی میرے پاس چلے آنے کا اس وقت مجھ کو مولانا رح کا معمول ہمیشہ خود ہی تشریف لانے کا یاد آگیا اھ۔ اس پر احقر مؤلف کو ایک اور واقعہ یاد آگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رح کو حضرت والا کے ساتھ عالم برزخ میں بھی شفقت کا تعلق باقی ہے۔ حضرت والا ایک بار سفر کانپور سے واپس تشریف لائے تو مولانا کے داماد جناب حافظ عصمت اللہ صاحب نے جو حضرت والا کے ہم سبق بھی تھے پوچھا میں رہے ہیں مولانا رح کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ وہ کانپور سے آئے ہیں تم ان کی دعوت کیوں نہیں کرتے۔ دعوت کرو اور یہ جو مرغا گھر میں پلا ہوا ہے اسے ذبح کرکے کھلاؤ اھ چنانچہ انھوں نے حضرت والا کی دعوت کی اور وہی مرغا ذبح کرکے کھلایا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مولانا کو اپنے شاگردوں سے بہت

ہی محبت تھی اور پڑھانے کا بہت ہی شوق تھا۔ بس یوں چاہتے تھے کہ جو کچھ مجھے آتا ہے اُسے اپنے شاگردوں کو کسی طرح گھول کر پلا دوں اسی لئے وقت بے وقت گھیرے بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ پڑھنے والا بھی تنگ آجاتا تھا۔ جب طاعون میں انتقال فرمایا تو اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی شاگردوں کا طاعون ہی میں اس طرح انتقال ہوا کہ رات کو خواب میں مولانا کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں آؤ سبق پڑھ لو اور صبح کو یا دو چار دن میں انتقال ہو گیا۔ بعضے باہر کے طالبعلم تھے ان کا بھی یہاں سے چلے جانے کے بعد اسی طرح ایک ایک کر کے انتقال ہو گیا کہ مولانا رح نے خواب میں فرمایا کہ آؤ سبق پڑھ لو اور بس وہ رخصت ہوئے۔ اس طرح مولانا رح نے گویا اپنے انتقال کے وقت کے سارے شاگردوں کو ایک ایک کر کے اپنے پاس وہاں بھی جمع کر لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رح کو حضرت والا سے بہت ہی تعلق تھا اور باوجود استاد ہونے کے نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور حضرت والا کو بھی مولانا رح سے بیحد عقیدت تھی اور ابتک مولانا رح کے حالات مبارکہ بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا زمانہ تھا اور کیسے حضرات تھے۔

واقعہ نمبر ۸

حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی رح شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کے مجازین خاص میں سے تھے اور عملیات میں خصوصیت کے ساتھ شہرۂ آفاق تھے۔ کچھ دن مدرسہ دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔ اس درجہ پابند معمولات و اوقات تھے کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے فرمایا کہ جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا ہے کہ اس وقت حاجی صاحب فلاں کام میں مشغول ہونگے اور اگر کوئی اس وقت جا کر دیکھے تو ان کو اسی کام میں مشغول پائے کبھی اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اھ۔

حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں بکثرت شرف زیارت حاصل ہوتا [illegible] والا چھتہ والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں حاجی صاحب کا [illegible] مسجد میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بھی نماز پڑھا کرتے تھے [illegible] مولانا رح کی عدم موجودگی میں حاجی صاحب امامت فرماتے تھے [illegible] حضرت والا ہی سے نماز پڑھواتے اس سے حضرت والا نے [illegible] اندازہ فرما لیا ہے [illegible] معمول تھا کہ رمضان شریف میں افطاری [illegible]

Marfat.com

اور سب کو تقسیم فرماتے۔ اور یہی معمول مکہ معظمہ کے قیام میں بھی رکھا۔ اسی زمانہ میں حضرت والا بھی مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ افطار کے وقت حرم شریف میں جس جگہ حضرت والا ہوتے۔ حاجی صاحبؒ حضرت والا کے افطاری کا حصّہ وہیں بھیجتے۔ اس سے خصوصیت کا اندازہ فرمالیا جائے۔ حضرت والا بھی اتنا ادب ولحاظ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حاجی صاحبؒ سے مدرسہ دیوبند کے بعض دیگر حضرات کو کشیدگی ہوگئی تھی حضرت والا کا اتفاق دیوبند تشریف لیجانے کا ہوا۔ پرانے تعلقات کی بناء پر حضرت والا کے دل نے یہ گوارہ نہ کیا کہ حاجی صاحبؒ سے نہ ملا جائے ادھر اپنے حضرات اساتذہ کا لحاظ بھی ضروری تھا۔ حضرت والا کو سخت کشاکشی پیش آئی۔ بالآخر ہمّت کرکے حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بہ ادب عرض کیا کہ حضرت پرانے تعلقات کی بناء پر میں جب کبھی دیوبند حاضر ہوتا ہوں حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب کی خدمت میں بھی ضرور حاضری دیا کرتا ہوں ابکی مرتبہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوں اگر حاضر نہیں ہوتا تو سخت بے مروتی اور بیوفائی سی معلوم ہوتی ہے اور اگر حاضر ہوتا ہوں تو ممکن ہے مدرسہ کی مصالح کے خلاف ہو مولانا نے فرمایا نہیں نہیں ضرور جاؤ۔ مصالح کے خلاف نہیں بلکہ اس میں مدرسہ کی یہ مصلحت ہے کہ اُن کی مخالفت کم ہوگی۔

چونکہ حاجی صاحبؒ بڑے درجہ کے پیر بھائی تھے اس لئے حضرت والا نے حالت ہیبت کے طریان کے زمانہ میں اپنے اشکال باطنی کے متعلق مشورہ بھی لیا تھا جس کے جواب شافی ملنے پر حضرت والا کو اس کا اعتقاد ہوگیا کہ حاجی صاحب علاوہ عملیات میں ماہر ہونے کے شیخ محقق بھی ہیں اس کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ باب بیعت واستفاضۂ باطنی میں آئیگا۔

واقعہ نمبر ۹

حضرت حاجی محمد انور صاحب دیوبندیؒ خلیفہ حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندیؒ بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے بلکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے شیخ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں حج سے واپس آنے کے بعد ان کے اوپر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے لوگوں کا یہ گمان ہوا کہ مجنون ہوگیا ہے۔ اپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم عام کرا دیتے۔ اور ہر وقت ایک مستی کی سی کیفیت غالب رہتی۔ اسی زمانہ میں حضرت والا اتفاق سے دیوبند تشریف لائے تو عیادت کے لئے پہونچے حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے خلوت میں فرمایا

Marfat.com

کہ میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی سے ظاہر نہیں کی لیکن آپ اس کو میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کریں وہ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے جو میری حالت ہے یہ انھیں حضرات کی نظر کا اثر ہے اھ۔ حضرت والا سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تنہائی میں کوئی خاص بات فرمائی ہے۔ حضرت والا نے سچی بات فرمادی کہ ہاں ایک خاص بات تو فرمائی ہے لیکن مجھے ممانعت فرمادی ہے کہ میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کرنا اس لئے میں اس کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

حضرت والا نے حسب وصیت حاجی صاحب کی زندگی میں کسی پر وہ بات ظاہر نہ فرمائی۔ البتہ بعد وفات اخفاء کا اہتمام نہیں فرمایا۔

اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ حاجی صاحبؒ نے اپنے اس خاص راز باطنی کا امین صرف حضرت والا کو سمجھا اور کسی پر اس کا اظہار نہ فرمایا بلکہ حضرت والا کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی۔

واقعہ نمبر ۱۰

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت والا سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا کہ مجھے ان سے (یعنی حضرت والا سے) اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس محبت کی انھیں خبر بھی نہ تھی۔ یہ ارشاد عنقریب رسالہ خوان خلیل سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ نقل کیا جائیگا۔

احقر جب حضرت والا کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتا تو اکثر سہارنپور بھی [illegible] اور اکثر بلکہ ہمیشہ ایسا ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا بھی موقعہ ضرور نصیب ہوا۔ بغایت تواضع وشفقت فرمایا کہ میں بھی ریلگاڑی میں پڑا ہوا ہوں مجھے [illegible] جانے والے صلحاء کی زیارت ہوتی رہتی ہے اھ۔

اب حضرت مولانا کی جو عنایات وتوجہات حضرت والا پر تھیں ان کے چند واقعات خوان خلیل تذکرہ حضرت مولانا مصنفہ حضرت والا سے بلفظہ نمونہ ذیل میں ملخصاً نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) یوں تو مولانا سے اس احقر کو مدت دراز سے نیاز حاصل تھا لیکن زیادہ خصوصیت اس زمانہ سے ہوئی جب سے میں کانپور کا تعلق چھوڑ کر وطن میں مقیم ہوا اور سہارنپور کی آمد ورفت میں [illegible]

Marfat.com

ہوئی جس میں مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تو گویا بالالتزام حاضری ہوتی تھی اور متفرق طور پر بھی بکثرت آنا جانا رہتا تھا اور ہر حاضری میں طویل طویل اوقات مولانا کی صحبت میں مستفید رہتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجودیکہ میں ہر طرح چھوٹا تھا عمر میں بھی طبقہ میں بھی اور علم وعمل میں تو مجھکو کوئی نسبت ہی نہ تھی اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر ہی ایک درجہ میں ادعاء ہے علم وعمل کا مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا تواضع کا یہ بنا تو یقینی تھی اور احتمال یہ بھی ہے کہ شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا بواسطہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اعلیٰ حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہ سے منتسب تھے اور یہ احقر بلاواسطہ۔ اگر یہ بھی تھا تو اس حفظ مراتب کا جو کہ حکمت عملیہ کا اعلیٰ شعبہ ہے کامل ثبوت ہوتا ہے۔

(۲) مولانا نے اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا تھا کہ مجکو اشرف سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس کو خبر بھی نہ تھی۔

(۳) باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجکو ہدایا سے بھی مشرف فرمایا ہے۔

(۴) احقر مولانا کے سامنے وعظ کہتا ہوا بیحد شرماتا تھا گو امتثال امر کے سبب عذر نہ کر سکتا تھا لیکن مولانا نہایت شوق ورغبت سے استماع فرماتے تھے۔

(۵) یکبار احقر کے مواعظ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیان میں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں۔

(۶) گاہ گاہ غریب خانہ کو بھی اپنے اقدام سے مشرف فرماتے تھے۔ مجھ کو یاد ہے کہ غالباً جب اول بار تشریف آوری ہوئی تو احقر نے جوش محبت میں کھانے میں کسی قدر تکلف بھی کیا اور اہل قصبہ میں سے بھی بعض عمائد کو مدعو کر دیا کہ عرفاً یہ بھی معزز ضیف کا اکرام ہے (ان بعض عمائد نے میری اس خدمت پر یہ تنبیہ ادا کیا کہ بعد جلسہ دعوت کے مجھ کو بدنام کیا کہ طالب علم ہو کر اتنا تکلف کیا۔ پانچ چھ کھانے والوں کے سامنے بہتر یا بہتر برتن تھے۔ میں عدد بھول گیا کہ کونسا فرمایا تھا اس روایت کے قبل مجھ کو تکلف کی مقدار کی طرف التفات بھی ہوا تھا) مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا گیا میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب خود حضرت ہی ہیں اگر حضرت کرم فرما تو ہرگز تکلف نہ کرتا۔ یہ تقلیل سبب ہے اس تکثیر کا اس کے بعد آمد کی تکثیر ہوگئی اور تکلف کی تقلیل۔

(۷) میرا ایک دوست سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آوے گنجائش ہے یا نہیں دونوں میں سے مکاتبت کا سلسلہ جاتا رہا آخر میں احقر نے اس دوست کو مولانا کے فیصلہ پر راضی کر کے تحقیق مسئلہ کی درخواست کی مولانا نے خوشی سے قبول فرما کر

مسئلہ کا فیصلہ کر دیا چنانچہ ہم دونوں نے قبول کر لیا یہ محاکمہ تتمہ جلد رابع فتاویٰ امدادیہ کے آخر میں شائع ہو چکا ہے اس محاکمہ کی تمہید میں مولانا کی عبارت قابل دید ہے وہی ہذہ۔ بندہ ناچیز بہ اعتبار اپنے علم و فہم کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکے مگر ہاں امتثالاً للامر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے آلخ

(۸) پیر محمد والی مسجد کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اسپر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا اس مکاتبت کا نام "مسائلۃ اہل الحلۃ فی مسئلۃ الظلۃ" ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر کے قریب میں شائع ہوا ہے اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دلربا جملہ ہے وہی ہذا۔ گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کر دوں آلخ۔ ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق و رعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اسپر جو عرض کیا گیا باوجودیکہ اس کا جواب نہیں آیا مگر مجھکو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جاوے الیٰ قولی اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کر لی جاوے۔

(۹) ایک بار بعض عنایت فرماؤں نے بعض حکایات کی نسبت میری طرف خلاف واقع کر دی جس کا چرچا پنے مجمع میں پھیل گیا۔ میں اسوقت میرٹھ میں تھا اور اس چرچے سے بالکل غافل مجھکو ایک خیر خواہ دلسوز نے یہ خبر پہونچائی مجھکو بہت رنج ہوا اور سب سے زیادہ خیال مجھکو مولانا کے تکدر کا تھا اس لئے میں نے اس واقعہ کی حقیقت مولانا کی خدمت میں لکھ بھیجی وہاں سے حسب ذیل جواب آیا معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہونچا کر اہل خیر کے قلوب [illegible] مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے [illegible]

آں نیست کہ حافظ را مہرت رود از خاطر آں وعدہ پیشہ [illegible]

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ انشاء اللہ تعالیٰ بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہنچی ہیں ان میں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے انتہی۔ مختصراً بقدر الضرورت یہ واقعہ حکایات الشکایات نمبر ۴ کے آخر میں مذکور ہے بعد اختتام قصہ کے مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اس دلسوز خیر خواہ کے ذریعہ سے بدون اپنی طرف نسبت کرنے کے میں نے ہی خبر پہونچائی تھی تاکہ تاخیر [illegible]

Marfat.com

سے بات بڑھ نہ جائے۔

(۱۰) ایک تقریب غسل صحت خلتہ میں اتفاق سے یہاں سے احقر اور سہارن پور سے مولانا رحمہ اور دیوبند سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہم اللہ تعالے ایک قصبہ میں مجتمع ہو گئے مگر بعض عوارض کے سبب میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے ان عوارض کی طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمائی اسکے بعد مولانا رحمہ سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی کیسا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے فتوے پر عمل کیا اور فلاں شخص (یعنی احقر) نے تقوے پر عمل کیا **ف** اس جواب سے جس قدر تواضع اور اختلافی امر میں شق مقابل کے اختیار کرنے والے کے عمل کی حسن توجیہ مرعی ہے ظاہر ہے۔

ف ۱۔ از مؤلف اشرف السوانح حضرت مولانا دیوبندیؒ نے جو جواب ارشاد فرمایا تھا وہ مع تفصیل قصہ واقعہ نمبر ۵ کے ذیلی نمبر ۹ میں رسالہ ذکر محمود سے نقل کیا جا چکا ہے۔۱۲

(۱۱) مولانا رحمہ میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل و اشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرما لیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سفر بھاول پور میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہو جاتا ہے سو کیا خطور بھی اشراف نفس و انتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے۔

اس احقر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دیسکوں لیکن چونکہ لہجہ استفسار امر بالجواب پر دال تھا اس لئے الامر فوق الادب کی بنا پر جواب عرض کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں مؤثر نہیں اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

(۱۲) ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلتہ۔ اور اس میں کوئی قید مذکور نہیں تو کیا یہ مطلق ہے اور ہر صورت کو شامل ہے گو مقابلہ میں لاکھوں کافر ہوں یا یہ کہ کسی اور دلیل سے مفید ہے اطلاق پر یہ اشکال ہے کہ بہت جگہ اس عدد سے زیادہ ہونے کی

Marfat.com

صورت میں بھی مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ظاہر حدیث کا تو اطلاق یہی ہے اور بدون دلیل قوی کے تقیید کی کوئی وجہ نہیں اور مسلمانوں کا کہیں مغلوب ہونا کوئی دلیل نہیں کیونکہ جہاں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں سبب اس کا کوئی علت ہے نہ کہ قلت اور وہ علت خواہ کوئی امر ظاہر ہو جیسے نااتفاقی خواہ کوئی امر باطن ہو جیسے عُجب و نظر اے الاسباب و نحوہما جیسا غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار اور کفار چار ہزار تھے (کما فی الجلالین) مگر اول میں مسلمان مغلوب ہو گئے جس کا سبب عُجب بالکثرت تھا (کما فی القرآن المجید اذا عجبتکم کثرتکم) پھر آخر میں وہی مغلوب غالب ہو گئے (کما قال اللہ تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا) یہ انزال سکینہ مشروط ہے زوال سبب مغلوبیۃ کے ساتھ کہ وہ عجب ہے اور یہ زوال توبہ ہے اھ قولی بمعناہ مولانا مسرور ہوئے اور اس کو پسند فرمایا **ف** اس سے مولانا کی تواضع و عدم استنکاف فی طلب الحق وسعی زیادت فی العلم ظاہر ہے جس میں امتثال ہے امر حق رب زدنی علما کا

(۱۳) ایک سفر میں مولانا کی معیت میں بسواری ریل بھاولپور سے واپسی ہو رہی تھی اتفاق سے اس درجہ میں صرف میں اور مولانا ہی تھے اور رفقاء دوسرے درجہ میں تھے ظہر کا وقت تھا گرمی سخت تھی اور پسینہ کثرت سے نکل رہا تھا۔ مولانا غایت تواضع و بے تکلفی سے پنکھا ہاتھ میں لیکر مجھکو ہوا کرنے لگے میں اسکا تحمل کب کر سکتا تھا پریشان ہو کر پکڑ لیا فرمانے لگے کیا حرج ہے کوئی دیکھتا تھوڑا ہی ہے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ اسوقت درجہ میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دیکھتا تو ہے فرمایا کون دیکھتا ہے میں نے کہا کہ جس کے لئے میں آپ کا ادب کرتا ہوں وہ دیکھتا۔ ہنسنے لگے اور پنکھا چھوڑ دیا **ف** کیا انتہا ہے اس بے نفسی کا کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ برتاؤ اور اس سے بڑھکر یہ کمال ہے کہ جب دیکھا طبیعت پر گرانی ہے تو اپنے ارادے پر اصرار نہیں فرمایا اور یہ کمال بڑھکر اس لئے ہے کہ پہلے عمل میں تو اپنے رفیق کے جسم کی رعایت تھی اور دوسرے عمل میں قلب کی [illegible] ثانی کا اول سے اکمل ہونا ظاہر ہے۔

(۱۴) احقر کو بعض امور اجتہادیہ ذوقیہ متعلقہ معاشرت [illegible] اس اختلاف کے ہوتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ مجھ کو مولانا سے [illegible] اعتقاد کلی ہو سکتا ہے انجذاب طبعی نہ ہوگا مگر کیفیت یہ تھی کہ حاضری تو حاضری تصور کرنے سے [illegible] سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اور غالباً اسی کا اثر ہوگا کہ خواب میں بھی اگر کبھی زیارت ہوتی تو اسی شان سے ہوتی یہ کھلی دلیل ہے محبوبیت کی کہ محب کو گمان ہی نہیں بلکہ احتمال [illegible]

چلی جاتی ہے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ اس اختلاف کے ضرر سے مجھ کو محفوظ رکھا۔ **نوٹ از مولف اشرف السوانح** الحمد للہ احقر کو بھی حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی جانب بعینہ اسی قسم کا انجذاب عالم بیداری اور عالم رویا میں محسوس ہوتا رہا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۱

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی رح کے خلفائے عظام میں سے تھے اور بڑے صاحب فیض و بابرکت بزرگ تھے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ صاحب کے ساتھ بھی میرا اعتقاد وصدانی اور غیر استدلالی تھا۔ دل یہی گواہی دیتا تھا کہ شاہ صاحب بزرگ ہیں۔ شاہ صاحب کے اکثر خدام میں سادگی اور دینداری اور انکسار کا ایک خاص رنگ نمایاں ہے جو شاہ صاحب کے برکت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگرچہ شاہ صاحب بہت ہی متواضع تھے لیکن امر حق کہنے میں کسی کا لحاظ نہ فرماتے تھے نگاہیں نیچی کر کے جو کہنا ہوتا صاف صاف فرما دیتے اھ۔ حضرت شاہ صاحب رح حضرت والا کے ساتھ بہت محبت وعنایت سے پیش آتے تھے اور وعظوں میں نہایت شوق و رغبت سے شرکت فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والا شاہ صاحب رح کی عیادت کے لئے رائپور حاضر ہوئے مرض سے صحت ہو چکی تھی صرف کمزوری باقی رہ گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رح کمرہ کی چھت پر جو خلوت خانہ تھا اس میں قیام فرماتے تھے اور حضرت والا باغ کے صحن میں۔ حضرت شاہ صاحب رح کو حضرت والا کے آرام کا اس درجہ خیال تھا کہ نیچے تشریف لا لا کر بار بار پوچھتے تھے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے اور ہر وقت اس کی نگرانی رکھتے تھے کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں یہانتک کہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ نگرانی کا یہ حال تھا کہ رات کو جس وقت بھی میری آنکھ کھلی دیکھتا ہوں کہ شاہ صاحب رح موجود ہیں۔ قریب قریب رات بھر یہی مشغلہ رہا۔ کھانے بھی پر تکلف کھلائے اور اپنے ایک خادم کی سفارش فرمائی کہ یہ میرے مخلص دوست ہیں یہ چاول بہت اچھے پکانا جانتے ہیں انہوں نے بڑی محبت سے آپ کے لئے کچھ چاول پکائے ہیں قبول فرمائیے جاویں غرض بڑی ہی عنایت و توجہ اور تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رح اپنی بیماری کے زمانہ میں عیادت

Marfat.com

کرنے والوں کے وقت بے وقت ہجوم سے پریشان ہوکر فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی کے اصول بڑی راحت کے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبٹھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلفاء عظام میں سے تھے اور آپ بھی حضرت والا سے بہت محبت وعنایت کے ساتھ پیش آتے تھے اور باوجود عالم باعمل ہونے کے وعظوں میں شرکت فرماتے تھے۔ آپکی توجہ وعنایت کا کوئی خاص واقعہ حضرت والا سے نہیں سنا بجز عام عنایت کے تذکرہ کے اور سفر حج کی معیت کے۔ آپ کے ہر دو صاحبزادگان جو اہل علم ہیں اب حضرت والا ہی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۳

حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کے بہت محبوب اور ارشد تلامذہ میں سے تھے اور طریق باطن میں غالباً شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے۔ آپ مشاہیر علماء ہند سے تھے اور آپ کی فصیح وبلیغ تقریر وتحریر اور مہارت مناظرہ شہرہ آفاق تھی۔ آپ کا اور حضرت والا کا مختلف جلسوں میں مختلف مقامات پر بارہا ساتھ ہوا اور دونوں کو تقریر کرنے اور ایک دوسرے کے بیان سننے کا اتفاق ہوا۔ جانبین ایک دوسرے کا بہت ادب ولحاظ فرماتے تھے حالانکہ حضرت والا عمر میں بہت چھوٹے تھے۔

ایک بار حضرت والا امروہہ میں مولانا رح کے یہاں مہمان ہوئے [illegible] پوچھنا بھول گئے۔ پچھلی شب جو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی [illegible] کس سے پوچھا جائے اسی شش وپنج میں تھے کہ یکایک [illegible] باہر تشریف لے آئے۔ اور دریافت فرمایا کہ اٹھنے کی ضرورت تو نہیں؟ حضرت والا نے ضرورت ظاہر فرمائی تو پردہ کرا کر زنانخانہ میں لیگئے اور بیت الخلاء میں مولانا خود اپنے دست مبارک سے [illegible] اور پانی کا لوٹا رکھ آئے۔ حضرت والا کہ [illegible]

کہ یہ ڈھیلے تو متبرک ہوگئے اب استنجا کا ہے سے کیا جاوے۔ لیکن مولانا رح نے نہایت تواضع فرما
کہ کیا ہوا اگر میں نے ہی رکھ دئے۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں کہ ہماری جماعت
میں مولانا رح بہت ہی نفیس لباس پہنتے تھے جو بظاہر تکلف کی حد تک پہونچا ہوا معلوم ہوتا تھا
چنانچہ مجھکو بھی یہی گمان تھا لیکن اس دن کے واقعہ سے میں مولانا رح کی تواضع اور بے تکلفی
اور سادگی کا بیحد معتقد ہوگیا اور سمجھ گیا کہ مولانا رح کی خوش لباسی کا منشاء نفاست ولطافت
مزاج تھا نہ کہ تکلف۔

حضرت والا حضرت مولانا رح کے بعض پر لطف مناظرانہ مکالمے جو تعلیم یافتوں سے
ہوئے تھے نہایت تحسین کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں۔

واقعات نمبر ۱۴ و ۱۵

حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور حضرت مولٰنا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمہما
تعالےٰ جو حضرت والا کے پیر بھائی اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز
خلفاء مجازین میں سے تھے حضرت والا سے نہایت محبت فرماتے تھے۔ گو بعض مسائل اجتہادیہ
سماع وغیرہ میں عملی اختلاف بھی تھا۔ مولانا کانپوری رح کو حضرت والا سے ایسا خاص تعلق تھا
ایک دعوت میں حضرت والا کے سامنے کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک سب کے سامنے نوش فرمایا تھا
مولانا کے علم وفضل کی کانپور میں بہت شہرت تھی اور نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے
اور حضرت والا کا ابتدائی زمانہ تھا اور نوعمر تھے۔ مولانا کو اسوجہ سے اور بھی زیادہ تعلق تھا کہ وہ
حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے عاشق زار تھے اور وہ حضرت حاجی صاحب
قدس سرہ العزیز سے حضرت والا کا نہایت خصوصیت وعنایت کے ساتھ تذکرہ خود سن چکے تھے

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رح بھی حضرت والا کا لحاظ فرماتے تھے کہ ایک
شخص نے مولانا رح کے ساتھ حضرت والا کو بھی کھانے کے لئے مدعو کیا تو چونکہ مولانا رح صاحب سماع
تھے اس لئے اکثر دعوت کو اس شرط پر قبول فرمایا کرتے تھے کہ کھانے کے بعد سماع بھی ہو جس
وہ اپنی اصلاح میں غذائے روحانی سے تعبیر فرماتے تھے۔ اس لئے حضرت والا نے قبول دعوت
سے عذر فرمایا لیکن داعی نے وعدہ کیا کہ حضرت والا کی موجودگی میں ہرگز مجلس سماع منعقد نہ کیجائے
ادھر حضرت والا نے یہ رعایت فرمائی کہ کھانے کے بعد جلد ہی رخصت ہونے لگے۔ لیکن چ

Marfat.com

حضرت والا اٹھے تو مولانا رح بھی اٹھے اور سواری تک تشریف لائے۔ حضرت والا سمجھے کہ مشایعت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ بعد کو واپس ہو کر مجلس سماع میں شرکت فرمائیں گے لیکن ایسا نہیں بلکہ ادھر حضرت والا اپنی سواری میں بیٹھے ادھر مولانا رح بھی اپنی سواری میں بیٹھ کر رخصت ہو گئے اور اس کو خلاف مروت سمجھا کہ حضرت والا جس مجلس میں شریک نہ ہوں وہ اس میں شریک ہوں کیونکہ اسوقت ایسا کرنا یہ معنی رکھتا کہ گویا مولانا رح اسی انتظار میں تھے کہ کب یہ یہاں سے جائیں اور کب ہم اپنی مجلس سماع منعقد کریں۔ مولانا رح کو حضرت والا کی خاطر اس درجہ عزیز تھی کہ اپنے معمول ہی کو بدل دیا۔ سبحان اللہ کیسے مخلص اور بے تعصب حضرات تھے کہ باوجود اختلاف مشرب ایک دوسرے کی اس قدر رعایت فرماتے تھے اور ہر طرح کی دل آزاری سے بچتے تھے آجکل کی طرح نہیں کہ قصداً محض دل آزاری ہی کی غرض سے ایسے امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

ایک بار مولانا رح نے ازراہ بے تکلفی حضرت والا سے فرمایا کہ آپ کبھی ردولی شریف تشریف نہیں لاتے حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کبھی لے ہی نہیں چلتے۔ فرمایا میں تو کہہ رہا ہوں چلئے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرما کر مجھ میں اہلیت تو سماع کی پہلے پیدا فرما دیں اور اپنا سا بنا دیں تاکہ میں بھی شرکت کا اہل ہو جاؤں۔ درحقیقت لے چلنا تو یہ ہے اس لطیف اور متواضعانہ پیرائے میں بھی ظاہر فرما دیا کہ سماع کے جواز کے کچھ شرائط ہیں جو آپ میں موجود ہوں گے اس لئے آپ سنتے ہیں مجھ میں موجود نہیں اس لئے میں نہیں سنتا۔

حضرت والا جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے تو مجاوروں سے خاص طور سے پوچھکر حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر بھی بغرض فاتحہ تشریف لیگئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو اپنے پیر بھائیوں سے کسقدر تعلق ہے۔ اس تعلق پر ایک دوسرا واقعہ یاد آیا کہ جب جناب مرتضیٰ خاں صاحب انتقال ہوا جو اصغر علی محمد علی کے کارخانہ عطر واقعہ لکھنؤ کے مہتمم اور حضرت والا سے مثل پیر کے عقیدت اور نسبت رکھتے تھے [illegible] صاحبزادہ کے عریضہ سے حضرت والا کو بعد ظہر معلوم ہوا تو حضرت والا نے بہت اظہار غم و افسوس فرمایا اور بعد نماز عصر یہ کہکر کہ مرحوم میرے پیر بھائی تھے اور میرے اوپر انکے بہت حقوق ہیں سب نمازیوں سے مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت کرنیکے لئے فرمایا۔

اس موقع پر ایک لفافہ جو حضرت والا نے ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو [illegible]

پیر بھائی حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خاں صاحب فضیلت جنگ علیہ الرحمتہ استاد حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی سوانح حیات مسمّٰی بہ مطلع الانوار مصنفۂ علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر حسب درخواست جناب ابوالخیر صاحب نظامیہ تحریر فرمائی تھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ حضرت والا کو جہاں مسائل اختلافیہ میں دوسرے مسلک والوں کے ساتھ بھی حسن ظن ہے وہیں اپنے مسلک میں بھی بفضلہ تعالےٰ اعلیٰ درجہ کی پختگی حاصل ہے۔ تقریظ ملاحظہ ہو تحریر فرماتے ہیں۔

از ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ بخدمت جامع الفضائل دامت الطافہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لئے بفحوائے ؎

مرا از زلف تو موئے پسند است ہوس را رہ مدہ بوئے پسند است

جبتہ جبتہ مطلع الانوار سے منور ہوا۔ حضرت مولانا۔ میرے پیر بھائی تھے اور بڑے بھائی تھے بڑے ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ادب لازم ہے اور بھائی ہونے کی حیثیت سے بے تکلفی کی بھی اجازت ہے۔ ان ہی دو حیثیتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے ظاہر کرتا ہوں جو کہ جامع ہے ادب و بے تکلفی کی کہ رسالہ قابل اسوۂ حسنہ بنانے کے ہے مگر اعمال و مسائل اختلافیہ کے حصہ کا اس اتخاذ اسوہ سے استثنا رائے کے درجہ میں بعض کیلئے اور عمل کے درجہ میں سب کے لئے اقرب الی الاحتیاط ہے عجب نہیں کہ اگر حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی اس معروضہ پر مطلع ہوتے تو اگر مجھ کو ماجور بھی نہ خیال فرماتے تب بھی ماذور بھی نہ سمجھتے بلکہ معذور قرار دیتے۔ باقی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے اور حضرت کی تمام جماعت کے لئے دل سے اور خلوص سے دعا کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ کُنْ لَھُمْ وَاجْعَلْھُمْ لَکَ ۔ اور اپنے لئے بھی اسی دعا کا طالب ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۶

حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحب رح مرادآبادی نے جو حضرت مولانا گنگوہی رح کے خاص خلیفہ مجاز اور پیر تھے صاحب سوز و گداز بزرگ تھے خود احقر کے سامنے اسوقت جبکہ حضرت والا محدث الذکر کے مرض وفات میں بغرض عیادت تشریف لیگئے حالات مرض بیان فرماکر فرمایا کہ خیر یہ تو مرض کے حالات ہیں اب آپ میرے لئے دعا کردیجئے کہ اللہ تعالےٰ میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد بنایا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو [illegible]

حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحب رح مرادآبادی

عالم کو منور کرے اور آپ کے ذریعہ سے رسوم و بدعات کا قلع قمع کرے۔ احقر کو یہ الفاظ قریب قریب بعینہا یاد ہیں نہایت جوش کے ساتھ اور آبدیدہ ہو کر متغیر لہجہ میں یہ الفاظ فرمائے تھے حضرت والا گردن جھکائے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ہاتھ اٹھا کر عفو اور عافیت کی دعا فرمائی غالباً یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور زبانی فرمایا کہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ سے عافیت ہی طلب کرنی چاہیئے۔

ممدوح الذکر کے ایک ثقہ مرید بھی خود احقر سے فرماتے تھے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا کے مجدد ہونیکا پورا واثوق تھا یہانتک کہ مجھ کو خاص طور سے مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) کی خدمت میں یہ ارشاد فرما کر بھیجا تھا کہ ان کے پاس ضرور حاضر ہو وہ اس صدی کے مجدد ہیں اھ اسی طرح جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت مولانا گنگوہی رح کے خادم خاص تھے ایک بار احقر سے فرمایا کہ میرا اب تک یہ گمان تھا کہ اس صدی کے مجدد حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز تھے لیکن اب میرا یہ خیال ہے کہ ہمارے مولانا رح کا فیض تو خاص تھا اور زیادہ تر آپ سے علماء فیضیاب ہوئے لیکن میں اب دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو اسوقت عام نفع مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) سے بہت پہونچ رہا ہے اس لئے مجددیت کی شان ان میں زیادہ پائی جاتی ہے گو ممکن بلکہ مظنون ہے کہ حضرت رح کا درجہ مجددیت سے بھی عالی ہو۔

الحمدللہ اپنے اور دیگر سلسلوں کے بزرگوں کی جو عنایات و توجہات حضرت والا پر مبذول رہیں ان کے چند واقعات بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کئے جا چکے ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے شروع ہی سے حضرت والا کی جانب اکابر اولیاء کے قلوب کو متوجہ فرما دیا تھا اور اہل نظر حضرات نے حضرت والا کے جوہر ذاتی اور استعداد فطری کا اپنے نور بصیرت سے ابتدا ہی میں مشاہدہ فرما لیا تھا اور حضرت والا نے بھی جیسا کہ [illegible] میں عرض کیا جا چکا ہے ہمیشہ اپنے اکابر کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ [illegible] اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی [illegible] بھی مکدر نہیں کیا اور ایک بار یہ بھی فرمایا کہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ایک ایسی نعمت عطا فرما دی ہے جس سے امید ہے کہ شاید نجات ہو جائے یعنی ادب نیز [illegible] اکابر کا ذکر فرما [illegible] موجودہ زمانہ کی روش پر سخت افسوس کا اظہار فرمایا کرتے ہیں کہ طبائع کا بالکل رنگ ہی بدل گیا ہے اور حقائق سے اسقدر بیگانگی ہو گئی ہے کہ سچ جانتے کسی سے بات بھی [illegible]

Marfat.com

رسمی بزرگ میری نظروں ہی میں نہیں جنچتا۔ چونکہ اس زمانہ میں سب حضرات ایک ہی رنگ کے دیکھے میں یہ سمجھتا تھا کہ سب بزرگ ایسے ہی ہوتے ہونگے لہذا ان کی صفات کچھ زیادہ عجیب نہ معلوم ہوتی تھیں لیکن اب جو یاد کرتا ہوں تو ان کی ہر بات آج کل کے اعتبار سے خرق عادت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت والا اپنے حضرات اکابر کو اور اس زمانہ خیر و برکت کو یاد فرما فرما کر اکثر یہ مصرع پڑھ دیا کرتے ہیں۔

اذا الناس ناسٌ والزمان زمان اور یہ شعر بھی ؎

حریفاں باد ہا خوردند در فتند تھی خمخانہا کردند و رفتند

نیز مقابلتہً عربی کا یہ شعر بھی بہت جوش اور مسرت کے ساتھ پڑھ دیا کرتے ہیں ؎

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

احقر اب اس باب کو ختم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان حضرات کی محبت اور توفیق اتباع طلب کرتا ہے جس کا اس زمانہ میں اکمل و اسہل ذریعہ حضرت والا کی تقلید ہے جن کی ذات بابرکات میں ان حضرات اکابر کی ساری صفات بفضلہ تعالیٰ نمایاں طور پر مجتمع ہیں۔

ضمیمہ

الحمد للہ اس باب کا جو اصل موضوع تھا وہ تو ختم ہوا اب حضرت والا کے بعض مخصوص معاصرین کے اسماء گرامی بھی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن کو حضرت والا کے ساتھ خاص خصوصیت تھی اور جن کا حضرت والا کے ساتھ برتاؤ باوجود معاصر یا ہم سبق اور ہم عمر ہونے کے مساویانہ نہیں بلکہ نہایت عقیدتمندانہ اور مودبانہ تھا۔

ہر چند ان حضرات کی عنایات کا ذکر بمقابلہ ذکر عنایات بزرگان مذکورین ایک حیثیت سے قوت استدلال میں کم درجہ رکھتا ہے کیونکہ یہ حضرات بلحاظ شہرت عموماً اس درجہ کے نہیں سمجھے جاتے لیکن دوسری حیثیت سے ان حضرات کی عنایت و اعتقاد زیادہ قابل استناد ہے کیونکہ بزرگوں کی عنایات میں تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ محض شفقت پر مبنی ہوں مگر معاصرین میں یہ احتمال ہی نہیں کیونکہ معاصرت میں عموماً منافست اور برابری میں عادتاً آزادی ہوا کرتی ہے اور یہی امتیاز اس ضم ضمیمہ کا داعی بھی ہوا ہے لیکن حضرت والا کے ساتھ ان حضرات کے معتقدانہ اور مودبانہ برتاؤ کے واقعات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ اس برتاؤ کے مشاہدہ کرنے والے اس وقت بکثرت موجود ہیں۔

Marfat.com

اس ضروری عرضداشت کے بعد ان حضرات کے اسماء گرامی ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) جناب حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند صاحبزادہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) جناب حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزدہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۴) جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۵) جناب مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

(۶) جناب مولانا حاجی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی سلمہم اللہ تعالیٰ۔

خادم خاص و خلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز ان سب حضرات معاصرین میں بلحاظ شہرت سب سے بڑے جناب حافظ احمد صاحب اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ تھے اور انہیں کا برتاؤ حضرت والا کے ساتھ سب سے زیادہ عقیدت اور ادب اور عظمت کا تھا حالانکہ وہ حضرت والا کے ہم سبق تھے بایں وجوہ ان کا حضرت والا کے ساتھ معاملہ قوت استدلال میں سب سے بڑھ کر ہے۔ تمت الضمیمہ۔

باب سیزدہم

"شرف بیعت و استفاضہ باطنی"

اوراق ماسبق میں جو واقعات و حالات بیان کئے جا چکے ہیں ان سے [illegible] حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو تجدید دین اور اصلاح امت [illegible] والتحیہ کی مہتم بالشان خدمت سپرد کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے چنانچہ ابتداء تولد ہی سے بلکہ اس سے بھی قبل سے اس کے آثار کالشمس فی نصف النہار [illegible] بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے کہ ابھی حضرت والا عالم ارواح ہی میں تھے کہ ایک برگزیدہ بزرگ اور مسلم الثبوت صاحب خدمت مجذوب حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی [illegible] اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے عالم وجود میں آنے کے لئے [illegible]

Marfat.com

متوجہ بہ دعا فرما دیا اور قبل استقرار حمل ہی نام نامی بھی انہیں بزرگ کی زبان مبارک سے تجویز کرا دیا حضرت والا کی ولادت باسعادت کی پیشینگوئی اور نام مبارک کے ملہم من اللہ ہونے کی یہ صریح دلیل ہے کہ پیشینگوئی اس حالت میں فرمائی گئی کہ حضرت والا کے والدین شریفین بالکل مایوس الاولاد ہو چکے تھے اور جب حضرت حافظ صاحب نے بحالت حمل حضرت والا کا نام مبارک تجویز فرمایا تو ایک اور بی بی صاحبہ نے بھی کی جن کی بہو حاملہ تھیں اپنے پوتے کا نام تجویز کر دینے کی درخواست کی مگر حافظ صاحبؒ نے نہایت ترشروئی کے ساتھ بایں الفاظ انکار فرما دیا کہ کیا میں بھاٹ ہوں جو نام رکھتا پھروں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت والا کے متعلق قبل ولادت ہی پیشینگوئی فرمانا اور نام بھی تجویز فرما دینا بہ الہام غیبی اور بہ بناء اختصاص تھا غرض حضرت والا کی جانب بزرگوں کو خاص الخاص توجہ شروع ہی سے رہی جس کا مفصل ذکر تحت عنوان "لقائے بزرگاں و دعائے بزرگاں" بھی کیا جا چکا ہے اور حضرت والا کی تربیت ظاہری و باطنی کا بہتر سے بہتر سامان شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیا۔ اس طرح کہ (جیسا ابھی بیان کیا گیا) ایک صاحب خدمت مجذوب بزرگ کی دعا سے معرض وجود میں آئے اور ابتدائے تولد ہی سے ان کی روحانی مجذوبانہ توجہ شامل حال رہی جس کے آثار بصورت انجذاب الی اللہ انقطاع عن الخلق اب تک موجود ہیں اور روز افزوں ہیں۔ پھر صاحب نسبت والدہ مشفقہ کی آغوش میں پرورش پائی اور اعلیٰ درجہ کے عاقل و مدبر والد شفیق کے زیر تربیت رہے نیز غزالی و رازی وقت اساتذہ سے علم ظاہری حاصل فرمایا جن میں سے خاص خاص اساتذہ اعلیٰ درجہ کے صاحب باطن اور کامل و مکمل شیخ بھی تھے۔ اور ہر ہر فرد اپنے فنون خاصہ میں ماہر و یگانۂ روزگار تھا ان سب نعمتوں کی بقدر ضرورت تفصیل بیان کی جا چکی ہے اب اس باب میں اس نعمت عظمیٰ کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو گویا میزان الکل ہے سب مذکورہ بالا نعمتوں کی کہ وہ سب نعمتیں اسی نعمت کی طرف راجع اور اسی نعمت کی تمہیدات تھیں۔ وہ نعمت شرف بیعت ہے شیخ العرب والعجم امام طریق نمونہ سلف جنید زماں شبلی دوران شیخ العلماء والمشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی چشتی صابری مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے چونکہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات شہرہ آفاق ہے اس لئے ہرگز احتیاج تعارف نہیں آپ کی شان عالی بقبول راس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحب کاندھلوی قدس سرہ العزیز جن کی شہادت بہت ہی بڑے پایہ کی شہادت ہے)

Marfat.com

بالکل اکابر سلف کی سی تھی گو پیدا اس زمانہ میں ہوئے تھے اھ (نقلا القاری محمد علی خاں الجلال آبادی عفی عنہ) صدہا علماء کبار بلکہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ ذوالاقتدار نے بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل کرنے کو اپنا فخر سمجھا ہذا بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا محقق و جامع شریعت وطریقت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی نہیں گذرا۔ عرب وعجم کے بالخصوص ہندوستان کے فقیہ چیدہ اور مشہور و مسلم زمانہ علماء تھے سب قریب قریب حضرت حاجی صاحبؒ کے شرف ارادت کے حلقہ غلامی میں داخل تھے اور خوان امداد الٰہی کے ہی زلہ ربا تھے چنانچہ حضرت والا بھی انہیں اخص الخواص حلقہ بگوشان امداد یہ میں سے ہیں جنکو اخص الخواص حضرات میں بھی بعض حیثیتوں سے خاص الخاص امتیاز حاصل ہے۔ حضرت والا کے دیگر مراحل دینیہ کی طرح شرف بیعت کی تحصیل اور استفاضۂ باطنی کی تکمیل بھی بجانب اللہ عجیب وغریب طور پر واقع ہوئی اور یہاں بھی امداد الٰہی غیب سے اس طرح شامل حال ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت حاجی صاحب ممدوح رحمہ جیسے شیخ المشائخ اور دنیا میں بے نظیر مربی باطن کو خود بخود حضرت والا کی جانب ابتدا ہی سے متوجہ فرما دیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابھی حضرت والا کمسن ہی تھے اور مدرسہ دار العلوم دیوبند میں طالب علمی ہی فرما رہے تھے کہ علی حسب مشائخ العرب والعجم حضرت والا کے والد ماجد کو کلکتہ سے کہلا بھیجا کہ تم حج کو آؤ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آنا حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت والا کی ولادت باسعادت سے بھی بہت پہلے ہندوستان سے ہجرت فرما چکے تھے اور حضرت والا سے کسی قسم کا بھی تعارف ظاہری نہ تھا۔ البتہ چونکہ حضرت حاجی صاحب غایت محبت و شفقت سے اپنے وطن اور وطن والوں کے حالات تجسس سے دریافت فرماتے رہتے تھے اس لئے گمان ہوتا ہے کہ کسی سے حضرت والا کے متعلق بھی فی الجملہ کچھ سن لیا ہو کما یدل علیہ ظاہر کلمہ عرفنی اور طالب علمی کے زمانہ کے حالات بھی اپنے کہا ہوں گے جنکو سنکر [illegible]

انتظام اور تفصیل کے ساتھ ہو چکا تھا لیا ہو کہ جس سے حضرت حاجی صاحب [illegible]

پیدا ہو گیا ہو کہ بلا تعارف از خود [illegible] بلانا چاہا۔ ہذا احضرت [illegible]

کسی اشارہ غیبی یا کشش مناسبت باطنی کی بنا پر [illegible]

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم [illegible]

اس کی تصدیق اس امر شاہد سے بھی ہوتی ہے کہ جس خلوص و صفاء و بساطت و عموم کے ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم و معارف عالیہ کی تشہیر و اشاعت اور سلوک امدادیہ کے طرق [illegible]

Marfat.com

وارادت بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا کی ذات بابرکات سے ہوئی اور روز افزوں ہو رہی ہے
کسی اور سے ظہور پذیر نہیں ہوئی اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کسی کو گنجائش انکار نہیں۔ نیز خود حضر
حاجی صاحب نے حضرت والا سے بارہا فرمایا کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جب
کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو فرماتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شر
کر دی اور اگر بدوران تقریر علوم و معارف حاضرین مجلس میں سے کوئی کسی مضمون ارشاد فرمود
پر کچھ سوال کرتا تو حضرت والا کی جانب اشارہ فرما کر فرما دیتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ خوب سمجھ گئے ہ
اھ حضرت والا کی یہی مناسبت تامہ فطریہ اور اہلیت مستعدہ متوقعہ اور محبوبیت عامہ ازلیہ جس
کو اصطلاح صوفیہ میں مراد پنت سے تعبیر کرتے ہیں اصل بنا تھی حضرت حاجی صاحب کی غیبی
کشش توجہ کی۔

غرض حضرت حاجی صاحب نے حضرت والا کو از خود بلا تعارف ظاہری مکہ معظمہ میں یا دفرما
جیسا ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے سچ ہے۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں آب ہم جوید بعالم تشنگاں

چونکہ بمصلحت اشاعت علوم و معارف امدادیہ حضرت والا کا حضرت حاجی صاحب
تعلق بیعت روز ازل ہی سے مقدر ہو چکا تھا اس کا غیب سے اس طرح سامان شروع ہوا کہ ایک بار حضر
مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کسی ضرورت سے مدرسہ دیوبند تشریف لائے حضرت والا زیارت کرتے و
غایت اشتیاق میں بغرض مصافحہ دوڑے تو ان انٹوں کی وجہ سے جو اسوقت وہاں نورہ کی تعمیر کے
لئے پڑی ہوئی تھیں حضرت والا کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور زمین پر گرنے کو ہی تھے کہ حضرت مولانا
نے فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا۔ حضرت والا کو حضرت مولانا رح کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش ا
عقیدت ہوئی کہ بقول حضرت والا باوجود اسوقت حقیقت و غایت بیعت بھی نہ سمجھنے کے مولانا رحمت
بیعت کی درخواست کی۔ مولانا رح نے اس بنا پر کہ بزمانہ طالبعلمی شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا انکار فرما دیا
اس واقعہ کا مفصل ذکر خود حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہی رح کے تذکرہ موسومہ "یاد یاراں" میں فر
فرمایا ہے جس کو تفصیل کا شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

اس واقعہ کے بعد قریب ہی جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز ۱۲۹۹ھ میں تیسری
حج کو تشریف لیجانے لگے تو حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں اس مضمون کا
عریضہ لکھکر غالباً خود مولانا رح ہی کے ہاتھ بھیجا کہ مولانا رح سے میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تھا ابھی

Marfat.com

انکار فرمایا دیا آپ مولانا سے فرمادیں کہ مجھکو بیعت کرلیں وہاں آپس میں جو بھی گفتگو ہوتی ہو اس کا علم نہیں
لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے جبپر گویا یہ موقع منکشف تھا جیسا بہ تفصیل اوپر ظاہر کیا جاچکا ہے بجائے
مولانا رح سے بیعت کرلینے کی سفارش فرمانے کے حضرت والا کو خود ہی شرف بیعت سے غائبانہ مشرف
فرمالیا اور اب معلوم ہوا کہ مولانا رح کے انکار بیعت میں یہ قدرتی سبب بھی درپردہ کارفرما تھا کہ حق تعالےٰ
نانہ نے حضرت والا کو حضرت شیخ العرب والعجم ہی کے حصہ میں آنے کے لئے اور علوم ومعارف
مدادیہ کو بہ توضیح وتنقیح تام وبہ تفصیل وتسہیل تمام شرقاً وغرباً پھیلانے کے لئے پہلے سے منتخب فرمارکھا
تھا بمصداق ع چن لیا لاکھوں میں تجھکو انتخاب ایسا تو ہو۔ پھر کسی اور سے مستقلاً کیونکر متعلق ہوسکتے
تھے۔ اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت والا کے ایک اور ہم سبق طالب علم نے
بھی اسی دوران میں حضرت مولانا گنگوہی رح سے بیعت کی درخواست کی تو ان سے انکار نہیں فرمایا
اور ان کو بیعت کرلیا جس سے حضرت والا کو اور بھی حسرت ہوئی۔

اور ہرچند حضرت والا کا تعلق بیعت براہ راست حضرت حاجی صاحبؒ سے تھا لیکن حضرت
مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے ساتھ بھی حضرت والا کا اعتقاد قلبی جو اول ہی نظر میں بہ شدت
قائم ہوکر راسخ ہوچکا تھا اور جو باعث ہوا تھا حضرت مولانا رح سے درخواست بیعت کا وہ برابر قائم
رہا اور حضرت والا نے ہمیشہ حضرت مولانا گنگوہی رح کو مثل اپنے مرشد ہی کے سمجھا اور حسب ضرورت
مشکلات ظاہری وباطنی یعنی علمی وعملی میں مولانا رح سے بے تکلف مریدانہ طور پر رجوع فرماتے رہے
جیسا کہ بعد کے حالات میں مذکور ہوگا اور حضرت مولانا رح بھی ہمیشہ ملحاظ شفقت مریدانہ کا اور
بلحاظ احترام پیر بھائیوں کا سا معاملہ فرماتے رہے۔ اس امر کی تصدیق کہ مشیت خداوندی نے
حضرت والا کو حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے حصہ میں آنے کے لئے منتخب فرمالیا تھا اس سے بھی ہوتی
ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے قبل تعارف ظاہری حضرت والا کو بذریعہ حضرت [illegible]
والد ماجد کے مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا جیسا عنقریب بیان کیا جائیگا۔

اس طلبی پر لبیک کا موقع اس طرح غیب سے پیدا ہوا کہ مدرسہ [illegible]
کی ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں ایک شخص پانچسو روپیہ [illegible]
کے والد ماجد ماشاء اللہ متمول تھے اس نے انہوں سے زیادہ روپیہ کی شرکت کرنی چاہی۔ لہذا اس
کی یہ صورت کی کہ پانچسو روپیہ کے حصے تو اپنے نام سے لئے اور پانچسو کے حصے حضرت والا کے
نام سے اور پانچسو کے اپنے چھوٹے صاحبزادے منشی البر علی صاحب کے نام سے اور اس طرح

بجائے پانچسو کے مجموعہ کے ڈیڑھ ہزار روپیہ کی رقم مختلف ناموں سے کمپنی میں داخل کی کچھ عرصہ کے بعد اس رقم کو بمصلحت واپس لے لیا۔ جب حضرت والا کو اس کا علم ہوا تو چونکہ حضرت والا کو بفضلہ تعالےٰ شروع ہی سے اتباع شریعت مقدسہ اور پابندی مسائل دینیہ کا نہایت درجہ اہتمام ہے اس لئے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ آیا یہ پانچسو روپیہ جو میرے نام سے آپ نے جمع کئے تھے اور اب واپس لے لئے ہیں میری ملک ہیں یا آپ کی؟ والد ماجد نے جواب تحریر فرمایا کہ ابھی تک تو یہ رقم میری ہی ملک تھی اور تمہارا نام محض مصلحتاً درج کرا دیا گیا تھا۔ لیکن اب میں اس رقم کو دراصل تمہاری ہی ملک قرار دیتا ہوں۔ اس پر حضرت والا نے لکھا کہ پھر اس رقم کی زکوٰۃ بھی میرے ذمہ واجب ہے۔ اور اب حج بھی میرے اوپر فرض ہو گیا۔ چنانچہ والد ماجد نے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے تو نقد روپیہ بھیج دیا اور حج کے لئے فرمایا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن (یعنی والدہ صاحبہ مرحومہ مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا ظفر احمد صاحب دامت فیوضہم ۱۲ منہ) کے عقد سے فارغ ہو کر آئندہ سال حج کے لئے جاؤں گا۔ اس وقت تم بھی چلے چلنا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہ بہ غایت شفقت و محبت حضرت والا کا تنہا جانا گوارا نہ تھا۔

حضرت والا باوجود اس کے کہ اپنے والد ماجد کا نہایت درجہ ادب فرماتے تھے اور ڈرتے بھی تھے لیکن نماز کے موقعوں پر نماز بھی فرماتے تھے۔ جب والد ماجد نے آئندہ سال تک انتظار کرنے کے لئے فرمایا تو عرض کیا کہ آپ مجھے یہ لکھکر دیدیجئے کہ تم پارسال تک ضرور زندہ رہو گے اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ میں کیسے لکھ سکتا ہوں۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ حج تو میرے ذمہ فرض ہو چکا ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں نیز تاخیر بلا عذر شرعی جائز نہیں اس لئے مجھے تو اسی سال حج کرنا ضروری ہے۔ اس پر والد صاحب نے نہایت عجلت کر کے شوال ہی میں اپنی صاحبزادی کا عقد کر دیا اور ابھی تقریب کی پوری رسوم بھی ادا نہ ہونے پائی تھیں کہ حج کو مع حضرت والا روانہ ہو گئے۔

وہ زمانہ سمندر کی طغیانی کا تھا۔ جب غازی آباد کا اسٹیشن آیا تو وہاں والد صاحب کے ایک ملاقاتی تحصیلدار ملے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حج کو جا رہے ہیں تو کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے دریا میں آج کل سخت تلاطم ہے اور طوفان کی متواتر خبریں آ رہی ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی ہم جا ہی رہے ہیں اللہ مالک ہے دعا کیجئے یہ تو حضرت والا کے والد صاحب نے فرمایا اور حضرت والا نے نہایت جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا ؎

Marfat.com

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چو تو پشتیباں چہ باک از موج بحر آنرا کہ دارد نوح کشتیباں

غرض حضرت والا مع اپنے والد ماجد کے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ ادائے فریضۂ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ دریا میں واقعی سخت تلاطم تھا۔ یہاں تک کہ جہاز جس کا نام حیدری تھا اور جو بوجہ چھوٹا ہونے کے طوفانی موجوں کی ٹکّڑوں کو سہار نہ سکتا تھا اتنا اتنا جھک جاتا کہ اسکا جنگلہ سطح سمندر کے قریب آ آجاتا اور غرق کا اندیشہ ہو ہو جاتا اور اتنی اتنی بلند موجیں اٹھتیں کہ چھتری کے اوپر سے ہو ہو کر گذر جاتیں اور تمام مسافروں اور اسباب کو شرابور کر جاتیں۔ کارکنان جہاز بڑے اہتمام اور مستعدی سے چل پھر کر ہر وقت روک تھام دیکھ بھال اور بست و کشاد میں مشغول رہتے تھے اور حجاج دعاؤں اور الحاح و زاری میں۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جا رہے تھے الحمد للہ باوجود اندیشۂ غرق کے قلب میں وحشت اور پریشانی مطلق نہ تھی۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ حجاج کی دعاؤں پر کم بخت ہدویں کارکنان جہاز ہنستے تھے اور کلمات کفریہ بکتے تھے نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہتے تھے کہ اللہ میاں کیا کریں گے جب جہاز کی چال ہی ایسی ہے۔ یہ بھی افسوس فرمایا کہ بعض مسلمانوں کو دیکھا کہ ایسی حالت میں بھی غیر خدا ہی کو پکارتے تھے مثلاً بڑے پیر صاحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جیسی کہ عادت پڑی ہوئی تھی۔ غرض بفضلہ تعالےٰ حضرت والا مع اپنے والد صاحب کے بخیر و عافیت مکہ معظمہ حاضر ہو گئے۔ ادب و عظمت ارض پاک حرم محترم کا اسقدر غلبہ تھا کہ شروع شروع تو دیا تھوکتے ہوئے بھی تامل ہوتا تھا اور جس وقت بیت اللہ شریف پر اول بار نظر پڑی ہے اس وقت ایسی کیفیت شوقیہ انجذابیہ پیدا ہوئی کہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ایسی کیفیت میرے اوپر کبھی عمر بھر طاری نہیں ہوئی۔

حضرت والا کی آمد سے حضرت حاجی صاحبؒ بہت مسرور ہوئے اور [illegible] زیارت مدینہ منورہ از خود حضرت والا سے فرمایا کہ تم میرے پاس چھ مہینے [illegible] اپنے والد ماجد سے اجازت چاہی لیکن ان کی شفقت پدری [illegible] حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کے حضور میں [illegible] اجازت نہیں دیتے [illegible] غایت اتباع شریعت فرمایا کہ [illegible] چلے جاؤ [illegible]

حضرت والا کو جیسا کہ پہلے بیان کیا [illegible] حضرت حاجی صاحبؒ نے [illegible] خط از خود بیعت غائبانہ سے مشرف فرمایا [illegible]

بخشدیا نیز حضرت والا کے والد ماجد بھی اسی سفر حج میں حضرت حاجی صاحبؒ سے مشرف بہ بیعت ہو گئے حضرت والا کے والد ماجد نہایت مخلص اور پرانے زمانہ کے بے تکلف بزرگ تھے اس وقت جبکہ چند دیگر معتقدین حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو رہے تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے بربنا درخواست سابق ان سے یعنی حضرت والا کے والد ماجد سے بھی فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی مرید ہونے کو کہتے تھے آؤ تم بھی آجاؤ۔ تو آپ کس سادگی سے فرماتے ہیں کہ نا حضرت نا میں ابھی مرید نہیں ہوتا میں تو بعد میں ہونگا عجب ادا تھی کہ پیر تو کہہ رہے ہیں کہ مرید ہو جاؤ اور آپ ہیں کہ انکار کر رہے ہیں لیکن یہ انکار بھی سراسر ادب و اخلاص و محبت پر مبنی تھا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

فوراً ایک بڑی سینی میں بہت سی مٹھائی منگائی اور اس کو لیکر مع ایک خوبصورت عمامہ اور پچیس روپیہ کے حاضر خدمت ہوئے اور نہایت ادب کے ساتھ پیش کر کے بیعت کی درخواست کی بس اس سامان کا انتظار تھا۔ اسوقت یہ سامان مہیا نہ تھا اس لئے تاخیر بیعت کی درخواست کر دی تھی اس زمانہ کے لوگوں میں چونکہ عموماً خلوص غالب تھا اور تصنع نام کو نہ تھا جیسا کہ خود اس واقعہ کی مجموعی ہیئت ہی سے مترشح ہو رہا ہے۔ لہذا حضرت حاجی صاحب نے نہایت مسرت کے ساتھ یہ سب تحائف قبول فرما کر بیعت سے مشرف فرما لیا اور مٹھائی حاضرین میں تقسیم کر دی گئی۔ چونکہ حضرت والا کے والد ماجد کا سلسلہ بیعت خود بھی مقصود بالبیان تھا نیز یہ واقعہ فوائد مختلفہ پر مشتمل تھا اور اس کا وقوع اسی سفر حج میں ہوا جس میں خود حضرت والا کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے دست بدست شرف بیعت حاصل ہوا تھا اس لئے ضمناً بیان کر دیا گیا۔

حضرت والا کا یہ پہلا سفر حج تھا اور یہ اسی سال ہوا جس سال حضرت والا فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی مدرس ہو کر کانپور تشریف لائے تھے یعنی آخر صفر ۱۳۰۱ھ میں حضرت والا کانپور تشریف لائے اور اس کے بعد شوال ہی میں یہ مبارک سفر ہو گیا۔ غرض حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کے سارے مراحل دینیہ پے در پے اور بسہولت طے کرا دیئے اس طرح کہ بزمانہ طالب علمی ہی ۱۲۹۹ھ میں جبکہ سن شریف صرف ۱۹ سال تھا غائبانہ شرف بیعت بذریعہ خط حاصل ہوا پھر ۱۳۰۰ھ میں جب کہ تقریباً بیس سال ہی کی عمر تھی تحصیل علوم ظاہری سے فراغ نصیب ہوا۔ فوراً ہی اشاعت علوم ظاہری کی صورت پیدا ہو گئی اور صفر ۱۳۰۱ھ میں یعنی حسن اتفاق سے اس چودھویں

Marfat.com

صدی کے بالکل شروع ہی میں جس کا حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے حدیث مشہور کی بعض تفاسیر پر مجدد بنایا ہے مدرس ہوکر کانپور تشریف لے آئے اور عمومی وخصوصی فیضرسانی مخلوق میں بذریعہ درس ووعظ مشغول ہوگئے پھر اسی سال زیارت حرمین شریفین اور زیارت حضرت پیر ومرشد وبیعت دست بدست سے مشرف ہوگئے اور ۱۳۰۲ھ میں واپس آکر پھر بدستور سابق نشر علوم ظاہری وتبلیغ احکام خداوندی میں بذریعہ درس ووعظ نہایت تندہی ومستعدی کے ساتھ ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ اور ۱۳۰۷ھ تک زیادہ تر یہی شغل علمی رہا۔

گو اس درمیان میں ذکر وشغل بھی جاری رہا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت بھی ہوتی رہی لیکن چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر علمی مشغلہ تھا اس لئے شروع کی خط وکتابت میں عام مضامین ہی پائے جاتے ہیں جیسا کہ مکتوبات امدادیہ سے معلوم ہوتا ہے جن مجموعہ سے ان خطوط کا جو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا کو جواباً یا ابتداءً تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ مکتوب اول مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنے ایک دوست کے عزیز صاحب کے انتقال کی خبر کی تھی اور مکتوب دوم مورخہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۰۴ھ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب سے [illegible] کی سرپرستی قبول فرمانے کی درخواست کی تھی جس کا نہایت مناسب جواب دیتے ہوئے مکتوب سوم مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ میں حضرت حاجی صاحب نے [illegible] کے ترک شغل طبابت اور عود شغل درس وتدریس پر مبنی اظہار مسرت فرمایا ہے۔

غرض ان تینوں مکتوبات میں عام مضامین ہیں خاص ذکر شغل کے متعلق [illegible] مکتوبات چہارم مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ سے شروع ہوتے ہیں جس سے [illegible] طرف خاص توجہ اس لئے قریب ۱۳۰۶ھ میں ہوئی تھی جیسا کہ [illegible] شغل میں مشغول رہے چنانچہ حضرت والا کا یہی ارشاد ہے کہ [illegible] شغل کا شوق اور درس شروع بیعت ہی سے رہا ہو یہ [illegible] ۱۳۰۶ھ میں واقع ہوئی ۱۲ مؤلف [illegible]

مؤلف عرض کرتا ہے کہ [illegible] پڑھتے تھے جیسا کہ باب پنجم تکمیلیت میں گزرا یا پڑھاتے اور [illegible] ترقی پاتی گئی [illegible]

Marfat.com

کے حلقۂ توجہ میں شرکت فرمایا کرتے تھے اور اس شرکت کے اثر کے متعلق خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھکو اس زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھ میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں رہا اور گویا میں بالکل فرشتہ ہوگیا ہوں۔ اس سے حضرت والا کی فطری استعداد باطنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نیز قبل بیعت بزمانۂ طالب علمی حضرت والا پر ایک بار اس درجہ خشیت کا غلبہ ہوا کہ اپنے استاد شفیق جامع ظاہر و باطن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے پہونچے اور بیتابانہ عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمایئے جس سے اطمینان حاصل ہو جائے مولانا نے فوراً متنبہ فرمایا کہ توبہ کرو توبہ کرو یہ تو گویا کفر کی درخواست ہے کیونکہ الایمان بین الخوف والرجاء مسلمان کو تو اطمینان آخرت ہی میں ہو سکتا ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مولانا کے اس ارشاد سے میری آنکھیں کھل گئیں اور ایک معنی کر تسلی بھی ہوگئی کیونکہ جو حقیقت تھی وہ واضح ہوگئی۔

طالب علمی ہی کے زمانہ کا ایک واقعہ اور یاد آیا۔ کسی کتاب میں حضرت والا نے ایک واقعہ لکھا دیکھا کہ ایک پیر نے اپنے مرید سے پوچھا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو آپ کو جانتا ہوں۔ یہ قول پڑھکر حضرت والا کو نہایت انقباض ہوا اور غصہ آیا اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ مقولہ پیش کر کے عرض کیا کہ دیکھئے حضرت غالی صوفیوں کی یہاں تک پیر پرستی بڑھ گئی ہے کہ پیر کے ہوتے ہوئے نعوذ باللہ اپنے کو خدا سے بھی مستغنی سمجھ لیا۔ مولانا نے نہایت لطافت کے ساتھ تاویل کی طرف اشارہ کر کے دریافت فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو حضرت والا کا ذہن فوراً اس امر کی طرف منتقل ہوگیا کہ واقعی حق تعالیٰ جل شانہ کی کنہ کا علم تو کسی کو بھی نہیں چنانچہ یہی عرض کر دیا۔ مولانا نے فرمایا پھر اس کے قول کی بھی تاویل یہی کیوں نہ کر لی جائے کفر کا فتویٰ کیوں لگایا جائے اھ طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت والا نے اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے مثنوی شریف بھی پڑھنی چاہی لیکن حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم مولانا کو مدرسہ میں بھی رہنے دو گے یا نہیں یہ اس لئے فرمایا کہ مولانا بڑے اہل دل تھے اگر مثنوی شریف پڑھاتے تو اتنا اثر ہوتا کہ مدرسہ کے کام ہی کے نہ رہتے سب تعلقات چھوڑ چھاڑ بیٹھتے ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے طریق باطن سے لگاؤ اور تصوف کی کتابوں کا شوق تھا۔ اور حالات طالبہ کا وجود بھی ہوتا تھا مثلاً خشیت و نزاہت نیز متصوفین و اہل غلو سے اس زمانہ میں بھی حضرت والا کو انقباض تھا۔ اس انقباض کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کچھ عرصہ تک حضرت والا نے بزمانہ طالب علمی

Marfat.com

ایک مسجد کے حجرہ میں بھی قیام فرمایا۔ سوء اتفاق سے اسی مسجد کے دوسرے حجرے میں ایک غالی صوفی کا بھی مستقل قیام تھا۔ لیکن حضرت والا نے باوجود ایک عرصہ تک وہیں قیام فرمانے کے کبھی ان سے بات تک بھی نہیں کی۔

غرض حضرت والا کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے جب کہ بالکل نوعمر تھے طریق باطن کا شوق تھا اور بعد بیعت یعنی ۱۲۹۹ھ ہی سے ذکر و شغل میں مشغول تھے لیکن جیسا ابھی بحوالہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب چہارم مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ کے بیان کیا گیا ذکر و شغل کی طرف خاص اہتمام کے ساتھ توجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوئی جس کے اثر سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ترک تعلق ملازمت کا مشورہ لیا جیسا کہ اسی مکتوب چہارم کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے لیکن مصالح دینیہ کی بناء پر اجازت نہ ملی۔ مکتوب مذکور کا ضروری اقتباس بغرض توضیح مقام درج ذیل ہے۔

نامہ بہجت شمامہ آنعزیز با تمیز رسید از استماع حال ذوق و شوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالےٰ برکت زیادہ کند (الی قولہ) و ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تجرد نہ زیبد عیال را مضطرب گذاشتن قرین نا عاقبت اندیشی ست و روبہ بہی ندارد خلق اللہ را فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول اے اللہ ہست ..... اھ

یہ والا نامہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ کا تحریر فرمایا ہوا ہے اور ۱۳ صفر ۱۳۰۸ھ کے مکتوب پنجم میں بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بادہ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ وار رکھے اھ اس سے بھی حضرت والا کی اس زمانہ کی شدت تشنگی طلب ظاہر ہوتی ہے۔

ان جملہ واقعات و حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت والا ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۰۷ھ تک تو زیادہ تر شغل علمی و افاضۂ ظاہری میں مشغول رہے اور اس زمانہ میں صدہا طلبہ فارغ التحصیل ہوئے اور بہت سے سند حدیث لیکر چلے گئے اور ہزارہا بندگان خدا مواعظ حسنہ سے مستفیض و مستفید [illegible] درس و تدریس کی شان اور مفصل کیفیت باب ہشتم میں گذر چکی ہے اور [illegible] باب دہم میں بیان کیا جا چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ یہاں [illegible] بے موقع نہ ہوگا کہ درس دینے میں بڑے بڑے لاینحل [illegible] مشکلہ کی اس خوبی سے توضیح اور اس قدر تسہیل کر کے تقریر فرماتے تھے کہ نہایت ادق ادق مضامین بھی بالکل پانی ہو جاتے تھے اور طلباء کو اس وقت پتہ بھی نہ چلتا کہ یہ کوئی مشکل مقام تھا اور بعد کو جب خبر ہوتی تو سخت حیرت ہوتی مواعظ کا یہ عالم تھا کہ پانچ پانچ چھ چھ بلکہ بعض مرتبہ سات سات گھنٹہ کھڑے ہو کر مسلسل تقریر

فرماتے پھر بھی سامعین کی سیری نہ ہوتی۔ اور تمام مسلمانان کانپور جہاں ہر مشرب کے لوگ موجود تھے حضرت والا کے حسن بیان کے اسقدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ محلہ محلہ طلبی ہوتی تھی یہاں تک کہ ایک بار مسلسل دو ماہ تک صرف نماز ہی کی ترغیب میں مختلف محلوں میں وعظ ہوتے رہے جن کا یہ اثر ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت سے جگہ باقی نہ رہی اور نماز کے شوق کی یہ حالت تھی کہ یکہ والے مسلمان سواریوں سے پوچھتے جاتے اور نماز یاد کرتے جاتے۔

غرض اس زمانہ میں حضرت والا کے قیام کی بدولت کانپور بلکہ گرد و نواح اور اطراف و جوانب میں بھی دین کا عام طور سے بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا۔ کیونکہ مدرسہ کی جانب سے وقتاً فوقتاً بذریعہ اشتہارات و رسائل ضروری ضروری مسائل بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ احقر کو اپنے لڑکپن کی بات یاد ہے کہ اورئی ضلع جالون میں جو احقر کا وطن ثانی ہے اور جو کانپور سے تقریباً اسی میل پر واقع ہے غالباً اسی قسم کے کچھ مسائل حضرت والا کے مدرسہ سے پہونچے تھے تو ان سے متاثر ہو کر احقر کے والد صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے استعمالی پاجامہ کے پائنچوں کو جو ٹخنوں سے نیچے تھے قطع کرا دیا تھا۔ اور نقشہ اوقات سحر و افطار اور مسائل صوم و اضحیہ وغیرہ تو ہمیشہ پونچتے ہی رہتے تھے۔

اس فیض ظاہری کے بعد اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ کو بواسطہ حضرت والا فیض باطنی سے بھی بہرہ اندوز فرمائے جس کے بغیر دین کی حقیقی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یک بیک قلب مبارک میں ایک پر زور کشش غیبی نہایت شد و مد کے ساتھ محسوس ہوئی اور ذکر و شغل کا ذوق و شوق جو ابتدائے ارادت ہی سے دل نشین تھا بغایت جوش و خروش موجزن ہونے لگا اور وہ آتش محبت الٰہی جو بدو فطرت ہی سے طبع اقدس میں ودیعت فرما دی گئی تھی اور ابتدائے تولد ہی سے سویدائے قلب میں دبی ہوئی تھی جس کی جھلک بہ زمانہ نابالغی ہی چلہ کی بھی برفبار اور تیرہ و تار پچھلی راتوں کی سنسان گھڑیوں میں بصورت تہجد اور بزمانہ طالب علمی نوعمری ہی میں بشکل شدت اشتیاق بیعت اور بزمانہ مدرسی بہ ذیل التزام اوراد و اذکار بجلی کی طرح مختلف اوقات میں سرسری طور پر نمودار ہوتی رہی تھی۔ اب کی بار کہ عین وقت ضرورت اظہار تھا اس قوت کے ساتھ ابھری کہ نہ صرف حضرت والا کو بلکہ متعدی ہو کر ایک عالم کو سوختہ و افروختہ کر دیا اور کر رہی ہے بلکہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس کی شعلہ کاریاں اور آتشباریاں روز افزوں ہیں جیسا کہ مشاہد ہے اللھم زد فزد اللھم عمم و تمم۔

Marfat.com

یہ جوش و خروش اور ذوق و شوق ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوا جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بحوالہ مکتوبات امداد یہ بیان کیا گیا۔

اب ادھر تو آتش طلب دل عشق منزل میں نہایت تیزی کے ساتھ شعلہ زن اور ادھر اپنے اور حضرت پیر و مرشد کے درمیان اتنا بعد کہ سمندر حائل سخت خلجان کہ کیونکر مقصود تک رسائی ہو اسی گرداب تحیر میں پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ اتفاق سے حضرت والا کے ماموں صاحب قبلہ جناب پیرجی امداد علی صاحبؒ جو ایک مشہور اور زبردست صاحب حال و قال بلکہ مغلوب الحال درویش تھے جیسا کہ ان کے حالات سے جو باب دوم شرف نسب میں مذکور ہوئے معلوم ہو چکا ہے حیدرآباد سے وطن آتے ہوئے کانپور ہو کر گذرے۔ چونکہ حضرت والا کے مقیم کانپور ہونیکا حال معلوم تھا از راہ شفقت بزرگانہ بے اختیار ملنے کو جی چاہا اور اتر پڑے۔ چونکہ پیرجی صاحبؒ نہایت آزاد مزاج تھے اس لئے سرائے میں جا کر ٹھہرے اور حضرت والا کو کہلا بھیجا کہ اگر اپنی وضع کیخلاف نہ سمجھو تو یہاں آکر مجھ سے ملجاؤ بچپن کے بعد سے نہیں دیکھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت والا جب بہت کم عمر تھے اور کلام اللہ حفظ کر رہے تھے اس وقت پیرجی صاحب سے بمقام کیرانہ ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی جس میں حضرت والا کے والد ماجد بھی مع حضرت والا شریک ہوئے تھے اور پیرجی صاحب نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ پیرجی صاحب نے حضرت والا سے ایک رکوع بھی سنا تھا اور دعا بھی فرمائی تھی۔ اس کے بعد پھر ملنے کا موقع نہ ملا تھا کیونکہ پیرجی صاحبؒ کا مستقل قیام بمقام حیدرآباد رہتا تھا اور چونکہ آزاد مزاجی اور شان ترک بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لئے وطن میں بہت کم آنا ہوتا تھا۔ جناب پیرجی صاحبؒ میں انتہا درجہ کی شورش عشقی تھی اور بالکل لاابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے نیز فطری طور پر طبیعت میں نہایت شوخی و بیساختگی اور مزاج میں بے حد بیباکی و آزادی تھی۔ پھر انھیں [illegible] ہی ملے جن میں شان ترک و آزادی بہت بڑھی ہوئی تھی چنانچہ [illegible] پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ سنو جی میں آزاد [illegible]

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو کچھ ایسا بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک فرقہ ملامتیہ مشہور ہے باصطلاح حضرت حاجی صاحب یوں کہئے کہ اولیاء تہلکین میں سے تھے لیکن زیادہ تر صرف زبان کے آزاد تھے اور صاحب عرس و سماع تھے۔ وہ سب پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور نہایت پرمغز و پرمعنی حکیمانہ درویشانہ باتیں فرمایا کرتے تھے اور مقصود تحقیقی کی طلب میں ایسے

ریاضات و مجاہدات شاقہ کیے ہوئے تھے کہ ناک سے دماغ پگھل پگھل کر بہنے لگا تھا اور سوز و گداز کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے قلب میں ایک آگ سی لگ جاتی تھی اور دنیا سے نفرت اور تعلقات سے وحشت پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن ان کے بعض اقوال و اعمال بلا تاویل شریعت پر منطبق نہ ہو سکتے تھے اور بعض دفعہ تاویل بھی بعید ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جس حال میں بھی تھے نہایت صادق تھے۔ ریا کار ریا دو کا ندار نہ تھے۔ غرض حضرت شیفتہؒ کے اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے ؎

آشنایاں شیوۂ بیگانگی خوش کردہ اند پاکداماں بودن و آلودہ داماں زیستن

چونکہ زبردست صاحب حال و قال درویش تھے اس لئے صاحب سماع بھی تھے اور وہ بھی ایسے کہ سفر حضر میں آلات سماع ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ اکثر صاحب سماع درویشوں کا معمول ہے۔

ادھر تو ان کا یہ حال اور ادھر حضرت والا ایک مشہور متبع سنت عالم اسی لئے پیر جی صاحب نے یہ کہلا کر بھیجا تھا کہ اگر تم اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو مجھ سے سرائے میں آکر ملجاؤ اور اسی وجہ سے حضرت والا کے پاس جا کر نہیں ٹھہرے تھے بلکہ سرائے میں قیام فرمایا تھا۔ دیکھئے باوجود اس قدر مزاجی کے اہل علم کی کس درجہ رعایت تھی۔ غرض حضرت والا خبر پاتے ہی اپنے ماموں صاحب سے سرائے میں آکر ملے۔ اور باصرار عرض کیا کہ حضرت مکان تشریف لے چلیں کیونکہ اپنے مہمان اور ایسے بزرگ مہمان کا سرائے میں قیام فرمانا کیونکر گوارا فرما سکتے تھے۔ پیر جی صاحب نے اپنی اسی آزاد مزاجی کی بنا پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا فرمایا کہ میاں تم عالم باعمل ہو مجھے نہ لیچلو۔ دیکھنے والے کہیں گے کہ کس لچے اور شہدے کو اپنے یہاں لے آئے ہیں مگر حضرت والا نے کسی طرح نہ مانا اور بے ساختہ لے ہی آئے اور پیر جی صاحب مع اپنے سب ساز و سامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے حضرت والا کے یہاں آکر مقیم ہو گئے۔

مدرسہ والوں کو تعجب بھی ہوا لیکن جب پیر جی صاحب کی درویشانہ ملی بھگی باتیں شروع ہوئیں تو سب کے دلوں میں ایک آگ سی لگ گئی اور اس قدر گرویدگی اور خوش عقیدگی بڑھی کہ سب پیر جی صاحب کا دم بھرنے لگے اور اصرار کر کے کئی دن تک ٹھہرا رکھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس صاحب میں اس قدر شورش اور سوز تھی کہ کلمہ تک سے آگ سی نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی بس یہ شعر صادق آتا تھا ؎

غلام آں کلمۂ کہ آتش افروزد نہ آب سرد زند در سخن، نہ آتش تیز

Marfat.com

حضرت والا کے قلب مبارک میں تو پہلے ہی سے آگ لگی ہوئی تھی۔ بس پیر جی صاحب کی آتش بیانی اور اثر سوز و گداز نہانی نے اس آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور بے اختیار قلب میں نہایت شدت کے ساتھ یہ تقاضا پیدا ہوا کہ ان سے تو جس طرح بھی بن پڑے دولت عشق محبوب حقیقی حاصل کی جائے اور رجوع کر کے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل میں لگا جائے اگر کسی کو جنگل میں ایسی پیاس لگے کہ وہ بیتاب ہو جائے اور سامنے کسی گڑھے میں پانی نظر آئے جو کسی قدر خاک آمیز بھی ہو اور گرم بھی تو کیا وہ اپنی طبیعت کو روک سکے گا اور کیا وہ یہ سوچے گا اور اس کا انتظار کریگا کہ ابھی ٹھہریں گھر پہونچکر ٹھنڈا اور صاف پانی پئیں گے۔ درآنحالیکہ اس کا گھر ابھی بہت فاصلہ پر ہے عقل کا مقتضا یہی سہی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی صحیح ہے کہ ع عشق آمد عقل او آوارہ شد شدت تشنگی میں توریت کو بھی پانی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی طرف سبقت کی جاتی ہے پھر یہاں تو پانی تھا گو نسبۃً خاک آمیز سہی۔ یہاں کیونکر صبر آ سکتا تھا اور کیوں نہ سبقت کی جاتی کیونکہ پاک تو وہ بھی ہے اور ایک درجہ میں منتفع یہ بھی ہے کما اشار الیہ العارف الرومی۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند صاف گر باشد ندانم چوں کند

بالخصوص خاک بیٹھ جانے کے بعد جب پانی نتھر آئے اور خذ ما صفا و دع ما کدر کا مصداق بن سکے۔

اس واقعہ کی ٹھیک نظیر بقول حضرت والا فقہیات میں توضی بنبیذ التمر ہے کہ اولاً امام صاحب نے اس کی اجازت دی تھی اور جس حدیث سے اس پر استدلال کیا تھا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے تمرۃ طیبۃ وماء طہور اور ایک روایت میں ہے تمرۃ حلوۃ وماء عذب (رواہ احمد والدارقطنی وابن ماجۃ والتفصیل فی الاستدراک [illegible]) جو صریح ماخذ ہو سکتا ہے مثال مذکور آب مخلوط بالتراب کا کہ تراب طیب اور [illegible] آب خالص نہ ہونے کے وقت امام صاحب نے تیمم کو کافی نہیں سمجھا [illegible] طرح طریق خالص پر قدرت نہ ہونے کے وقت [illegible] مخلوط کو اس پر ترجیح دی گئی پھر جس طرح آب خالص کے ملنے پر نبیذ کا استعمال [illegible] الترک ہے اسی طرح طریق خالص تک رسائی ہونے پر طریق مخلوط کو ترک کر دیا گیا۔ نیز طریق مخلوط [illegible] میں بھی نبیذ کی نظیر ہے کہ دونوں میں استعداد ہے [illegible] مطلوب کی [illegible] کی آخری رائے بوجہ تردد و خطرہ عدم انطباق علی الاصول [illegible]

یتیم کو وجوباً اختیار کرنے کی ہے اسی طرح صاحب واقعہ کی اخیر تحقیق یہی ہے کہ طریق خالص کے نہ ملنے تک صرف اوراد ظاہری پر اکتفاء واجب ہے اور طریق غیر خالص کا اختیار کرنا بوجہ اس کے پرخطر ہونے کے جائز نہیں انتہٰی۔

غرض حضرت والا نے دیکھا کہ اپنے پیر و مرشد تو سمندر پار تشریف فرما ہیں اور یہاں شدت وعجلتِ طلب اور دل کی تڑپ کا یہ تقاضا ہے کہ بس کسی طرح جلد سے جلد مقصود تک رسائی نصیب ہو جائے اور اس کا بظاہر سامان بھی آنکھوں کے سامنے ہی موجود تھا بس پیر جی صاحب کی طرف بے اختیار جھک پڑے اور رجوع کیا جن سے بوجہ قرابت قریبہ بزرگانہ بہت ہی خاص توجہ کی بھی توقع تھی کیونکہ حضرت والا جناب پیر جی صاحب کی گویا اولاد ہی تھے اور اس حیثیت سے جانبین میں جو مناسبت اور کشش باہمی تھی وہ بھی ظاہر ہے۔ لیکن ظلم اور اپنے حضرات اکابر کے تعلق اور فیض صحبت کی یہ برکت ہوئی کہ خذ ما صفا و دع ما کدر کو بہرحال اپنا مطمح نظر اور نصب العین رکھا اور یہ شان حسن ظن اور وسعت خیال کی بالخصوص درویشوں کے ساتھ حضرت والا میں اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ شاید و باید اور ابتدائی زمانہ میں تو علاوہ وجوہ مرقومہ بالا یعنی شدت طلب و بعد از حضرت مرشد کے بقول حضرت والا دقائق طریق سے ناواقفی بھی منجملہ اسباب جور مذکور تھی۔ غرض اس رجوع پر حضرت حافظ شیرازی رح کے یہ اشعار صادق آتے تھے ؎

دوستاں عیب من بیدل حیراں مکنید — گوہرے دارم و صاحب نظرے میجویم
گرچہ با دلق ملمع مے گلگوں عیب ست — نکنم عیب کز و رنگ ریائی شویم
واعظم گفت کہ خاک در میخانہ ببوئے — گو مکن عیب کہ من مشک ختن میبویم

حضرت والا نے مختصراً اس رجوع کی اور اس وقت کی کیفیت کی حقیقت اپنے اس عریضہ میں تحریر فرمائی ہے جو حضرت مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں اپنی معذوری ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا تھا وہ خط بہ ضرورت اخفاء عن العوام غیر ذوی الافہام عربی میں لکھا تھا جس کا لفظ لفظ اثر میں ڈوبا ہوا اور کیف سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے چند فقروں کو جو اس مقام کے مناسب ہیں بغرض مزید توضیح حالت اصل عبارت میں نقل کیا جاتا ہے۔ فیا من لنا و اللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقا فی بحار الحیرۃ والطلب ۔ وانتظم الی من یخلصنی من ذالوصب والنصب ۔ اذ نادی منادمن قریب من غیر ارادتی وقصدی ۔ ھات یدک لبیعۃ الخیلک من ھذا البحر اللجی ۔ وان الغریق یتشبث بکل حشیش ۔ لما ھو فیہ من الھویش

Marfat.com

والتشویش ؎ وقد کنت من وراء البحار من حبیبی + ومغیثی وطبیبی + ومعهذا ماترکت بحمد الله یوماً العمل بقول الاکابر + خذ ماصفا ودع ماکدر۔ انتھی۔

غرض ان سب مجموعی حالات کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ حضرت والا نے اپنے مشفق کرم مامول صاحب قبلہ سے رجوع کرکے خاص اہتمام کے ساتھ ذکر وشغل شروع کردیا اور اب ۱۳۰۷ھ سے حضرت والا کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پہلا دور تو علمی پرواز کا تھا اور یہ دوسرا دور عشقی سوز و گداز کا۔

بس ذکر وشغل کا اس طرح سے شروع فرمانا تھا کہ حضرت والا کا رنگ ہی بدل گیا۔ اور گویا بالکل کایا پلٹ ہی ہوگئی شغل باطن سے یہاں تک دلچسپی بڑھی کہ تعلقات سے نفرت ہوگئی اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعہ عریضہ ترک ملازمت کا مشورہ لیا جیسا اوپر مذکور ہوا لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے خلق اللہ کو فیض دینی پہونچانے کی خدمت کو ترجیح دی اور ترک تعلق کی اجازت مرحمت نہ فرمائی کیونکہ ابھی اسکا وقت نہ آیا تھا تمکین کا انتظار تھا چنانچہ حضرت والا نے حسب ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ سلسلہ درس وتدریس بدستور جاری رکھا اور ذکر وشغل میں بھی مشغول رہے بالآخر ۱۳۱۰ھ میں اشتیاق وصول الی اللہ نے رفتہ رفتہ بڑھ کر اضطراب والتہاب کی صورت اختیار کرلی اور شدت وعجلت طلب نے اس درجہ بے چین کردیا کہ کسی طرح سکون ہی نہ ہوتا تھا اس کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں شوق سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے اصل دستگیر یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کا وہ پیر شفقت ارشاد یاد آکر تازہ ہوگیا جو حاضری اول میں بہت غایت توجہ از خود فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ۔ یہ ارشاد فیض بنیاد دس برس سے برابر دل میں چھپا ہوا تھا کیونکہ اسوقت اس کی تعمیل والد ماجد صاحب کے حقوق نے نہ کرنے دی تھی جیسا کہ بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے۔

چونکہ اس ارشاد مبارک کی تعمیل کی حالت موجودہ میں اشد ضرورت [illegible] والد ماجد صاحب کی وفات سے وہ مانع بھی مرتفع ہوگیا تھا لہذا [illegible] والے اتفق مدت کے قیام مکہ معظمہ کے لئے اپنے آپ کو [illegible] سے فارغ کرلینے کا اہتمام بلیغ شروع فرمادیا اور جلد ہی اس میں کامیاب بھی ہوگئے کیونکہ [illegible] شوق کی فراوانی اور کشش سوز وگداز کی مدت وشدت وصول الی اللہ ومحبوبی غایت رغبت [illegible] شائق وجذب مشوق وجہت [illegible]

Marfat.com

وجاذبیت کی بدولت سب موانع مرتفع ہوتے چلے گئے اور بعون اللہ تعالیٰ وہ ارادہ جس کی تکمیل کی نوبت دس برس کی طویل مدت میں بھی نہ آسکی تھی چند ماہ ہی میں بسہولت و بلا دقت تکمیل کو پہونچ گیا۔ اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر صادق آگیا ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

اور حضرت والا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بمقام مکہ مکرمہ چھ ماہ قیام کرنے کی نیت سے گویا حضرت حافظ کی یہ غزل بزبان حال پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

چو باد عزم سر کوئے یار خواہم کرد　　نفس ببوئے خوشش مشکبار خواہم کرد
ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دین　　نثار خاک رہ آن نگار خواہم کرد
بہر زہ بے دمعشوق عمر می گذرد　　بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد
بیاد چشم تو خود را خراب خواہم ساخت　　بنار عہد قدیم استوار خواہم کرد

نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ
طریق رندی و عشق اختیار خواہم کرد

اور ذوق و شوق کا وہ عالم تھا جیسے حضرت حافظ رح نے فرمایا ہے ؎

بہوا داری او زرہ صفت رقص کناں　　تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بردم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش　　در عشق دیدن تو ہوا خواہ عزیمتم

غرض حضرت والا حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بصد اشتیاق حاضر ہو کر قیام پذیر اور بصد ذوق و شوق ہمہ تن مشغول استفاضۂ باطنی ہو گئے۔ مرکز پر پہونچنا تھا کہ سارا اضطراب و التہاب جو ایک عرصہ سے لاحق حال ہو رہا تھا مبدل بہ سکون و طمانیت ہو گیا اور اب وہ کیفیت رونما ہوئی جس کو اصطلاح صوفیہ میں انس کہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت حاجی صاحب رح تو اس خاص روحانی تعلق کی بناء پر جس سے متاثر ہو کر قبل تعارف ہی حضرت والا کو مکہ معظمہ طلب فرمایا تھا اور بوقت حاضری اول چھ مہینہ قیام کرنے کے لئے ازخود ارشاد فرمایا تھا۔ پہلے ہی سے اشتیاق میں تھے۔ حضرت والا کے پہونچنے سے ایسے مسرور ہوئے جیسے بلاشبہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے پر مسرور ہوئے تھے بس پھر کیا تھا خاص الخاص توجہات و عنایات بے غایات مشروع فرمائیں اس درجہ شفقت و عنایت فرماتے تھے کہ دوسروں کو حسد ہونے لگا تھا یہاں تک کہ حضرت حاجی

Marfat.com

ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ میں یہ چاہا کرتا تھا کہ حضرت میرے اوپر اتنی عنایت وشفقت سب کے سامنے نہ فرمایا کریں تو اچھا ہو۔ آخر میں حاسدین سے حضرت والا کو اتنا اندیشہ ہوگیا تھا کہ ارادہ تو تھا پورے چھ مہینہ قیام فرمانے کا لیکن ہفتہ عشرہ قبل ہی رخصت ہوگئے کہ ابھی تو میں حضرت کے یہاں مقبول ہوں آئندہ کہیں لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کردیں اس لئے انشراح ہی کی حالت میں رخصت ہوجانا چاہیئے۔

ادھر حاجی صاحب کی قوت افاضہ ادھر حضرت والا کی قابلیت استفاضہ بس تھوڑے ہی دن میں باہم اس درجہ مناسبت ہوگئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ بے ساختہ یہ فرمانے لگے کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا جب کبھی حضرت والا کی کوئی تحریر یا تقریر دیکھئے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہوکر فرمانے لگتے کہ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کردی اور اگر دوران علوم ومعارف میں کوئی کچھ سوال کرتا تو بجائے خود جواب دینے کے حضرت والا کی طرف اشارہ فرمادیتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں حالانکہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں غایت ادب سے حضرت کے سامنے ہمیشہ خاموش ہی بیٹھا رہتا تھا اور بہت ہی کم کبھی ضرورت ہی کے وقت کچھ بولنے کا اتفاق ہوتا تھا اھ۔

سبحان اللہ حضرت حاجی صاحبؒ کی بھی بصیرت باطنی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اپنے نور فہم اور فراست ایمانیہ سے حضرت والا کی سخن فہمی اور معنی شناسی کو معلوم فرمالیتے تھے۔ مگر برا ہو حسد کا کہ باوجود حضرت حاجی صاحبؒ کے صریح حکم کے بھی کبھی کسی نے بعد کو حضرت والا سے رجوع کر کے حل اشکال نہ کیا۔ غرض غایت مناسبت کی بناء پر حضرت والا بے تکلف اس کے مصداق ہوگئے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ؛ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم

مناسبت کے متعلق ایک اور واقعہ یاد آیا۔ حضرت حاجی صاحب [illegible]

کو نصیحت کا خط لکھنا چاہا تو کئی صاحبوں نے مسودات [illegible]

پیش کئے لیکن کوئی پسند نہ آیا پھر حضرت والا سے لکھنے کے لئے ارشاد ہوا۔ حضرت والا کا مسودہ بہت پسند آیا۔ لیکن بعض لوگوں نے خواہ مخواہ [illegible] بدگمانی کریں گے کہ حضرت مولانا گنگوہی [illegible] یہ خط لکھا گیا ہے [illegible] مولانا کے لئے [illegible]

اور کہا کہ [illegible]

شریف فرمایا کہ اچھا جیسی مرضی ہو چنانچہ وہ خط نہ بھیجا گیا لیکن بعد کو کئی بار فرمایا کہ اگر وہ خط بھیجد یا جاتا امید تو تھی کہ اصلاح ہو جاتی۔ لیکن ہمارے دوستوں کی رائے نہ ہوئی۔

(نوٹ)۔ یہ خط حضرت والا کے رسالہ اصلاح الخیال کے اخیر میں طبع بھی ہو چکا ہے ۱۲)

اسی طرح تنویر کا ترجمہ "اکسیر فی اثبات التقدیر" بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح ہی کی فرمائش پر مکہ معظمہ کے قیام میں کیا تھا۔ حضرت والا روز کا ترجمہ روز حضرت حاجی صاحب رح کو سنا دیا کرتے تھے حضرت سن کر بہت خوش ہوتے اور مقدار کی زیادتی پر فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے وقت میں برکت عطا فرمائی ہے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہ پیشینگوئی حرف بحرف راست ہوئی جس پر حضرت والا کی صدہا تصانیف شاہد عدل ہیں۔ ایک بار بہت سے خطوط قریب پچاس کے آ گئے ختم پر حساب لگایا تو فی خط دو منٹ سے بھی کچھ کم صرف ہوا۔ حالانکہ لمبے لمبے خطوط آتے ہیں جن کے پڑھنے ہی میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے اور جواب لکھنا مزید برآں۔ اور وقت میں برکت کی صورت اکثر و بیشتر منجانب اللہ یہ بھی واقع ہوتی رہتی ہے کہ جب کسی اہم دینی کام میں مشغولی ہوتی ہے تو مخل اوقات واقعات و حادثات سے حفاظت رہتی ہے۔ مثلاً جب خطوط زیادہ آ گئے تو لکھنے والے بہت کم آئے چنانچہ جس روز پچاس کے قریب خطوط آ گئے تھے جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے اس روز دوران تحریر جوابات میں ایک بھی تعویذ لینے والا نہ آیا جس کا حضرت والا نے حاضرین مجلس سے خاص طور پر تذکرہ بھی فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

نیز جس زمانہ میں تفسیر بیان القرآن تحریر فرما رہے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ ڈھائی برس کی طویل مدت میں میرا کان تک بھی گرم نہ ہوا اور ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا کبھی معمولی شکایت نزلہ زکام تک کی بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ اس دوران میں خاص تھانہ بھون ہی کے اندر طاعون کا عرصہ تک زور رہا۔ اور اس معنی کر کسی قدر حرج بھی ہوا کہ نماز جنازہ اور دفن میں بکثرت شرکت کرتا تھا لیکن یہ حرج ایسا نہ تھا کہ جس کا تدارک بعد کو نہ ہو سکے۔ میں اس زمانہ میں یہ دعا کرتا تھا کہ تفسیر کے ختم ہونے تک نہ مروں اھ۔

حضرت والا کے وقت میں برکت اس طور پر بھی بہت ہو جاتی ہے کہ جب کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں تو مضامین کی آمد فوراً شروع ہو جاتی ہے اور اکثر دیکھا گیا کہ بہت سے لکھے ہوئے خطوط کے جوابات جو نہایت کافی و وافی و شافی نیز تصانیف میں بڑے بڑے دقیق مضامین علمیہ کی تقریریں بھی قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے ہیں پھر جو ان کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ شان ہوتی ہے کہ کوئی ضروری اور خفی پہلو بھی

طمراندازنہیں ہونے پاتا۔ وقت میں برکت کی یہ صورت بھی اکثر دیکھی گئی کہ جس مضمون کو کسی کتاب میں
ڈھونڈھنا چاہا یا تو اس کا موقع فوراً ذہن میں آگیا یا اتفاق سے ورق گردانی میں وہی مقام نکل آیا اور وقت
ان سب سے زیادہ برکت انتہائی انضباطِ اوقات وحسن انتظام وعدم کاوش کے علاوہ اس طور پر بھی
ہوتی ہے کہ جب کسی کام کو حضرت والا شروع فرما دیتے ہیں تو اس سے قلب کو فارغ کرنے
اس درجہ تقاضا طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب تک ختم نہیں فرما لیتے چین ہی نہیں آتا یہاں تک کہ بعض تصانیف
کے ختم کے قریب رات رات بھر بیٹھے لکھتے رہے اور ایک منٹ کو بھی آرام نہیں فرمایا۔ چنانچہ خود احقر کی
موجودگی خانقاہ میں بھی ایسا ہوا۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ چاہے توفیق باد خدا کی نہ ہو لیکن میں اپنی طرف سے
تو قلب کو فارغ رکھنے کی کوشش ہی کرتا رہتا ہوں تاکہ اگر کبھی توفیق ہو تو آسانی سے حق تعالےٰ کی طرف
قلب کو رجوع تو کر سکوں اور اس وقت کوئی مانع توجہ الی اللہ سے نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ الجھی ہوئی باتوں
سے میری طبیعت پریشان ہو کر متغیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ میں یہ چاہا کرتا ہوں کہ بات ختم ہو کر طبیعت یکسوئی حاصل
ہو اور طبیعت اٹکی نہ رہے۔ اور لوگ الجھی ہوئی باتیں کر کر کے طبیعت کو دیر دیر تک خواہ مخواہ اٹکائے
اور الجھائے رکھتے ہیں۔

نیز حضرت والا بفضلہ تعالےٰ بہت کم بیمار پڑتے ہیں اور اگر کبھی کوئی شکایت ہوتی ہے تو بحمداللہ
جلد رفع ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا کہ مہینوں رہنے والی بیماری سے بھی دو تین چار دن ہی میں سحتیاب
ہو ہو گئے اور کاموں میں معتد بہ حرج واقع نہ ہونے پایا ورنہ اس کثرت سے کام رہتے ہیں کہ اگر
کچھ دنوں کے لئے بھی رک جائیں تو پھر ان کا ختم کرنا ممکن نہ رہے کیونکہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ
حضرت والا ہر وقت کسی نہ کسی کام ہی میں مشغول رہتے ہیں۔ بلکہ نہایت حیرت ہے کہ ایک ایک وقت
میں کئی کئی کام کرتے رہتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ حفظ تلاوت بھی جاری ہے اور کتبی و تصانیف بھی
کبھی بلا وقفہ خطوط کے جوابات بھی لکھ رہے ہیں طالبین بھی اپنے قلوب کی توجہ کا اثر خصوصی
ہیں اور توجہ بحق سے تو کسی وقت غافل ہی نہیں بمصداق دل بیار و دست بکار
اوقات درپیش ہی رہا کرتے ہیں ان میں بھی غور وخوض فرماتے رہتے ہیں
مسئلہ فلاں جگہ چلتے ہوئے سمجھ میں آیا۔ فلاں مسئلہ نماز میں سمجھ میں آیا۔ فلاں مسئلہ فلاں موقع پر فلاں
فلاں حالت میں حل ہوا اللہ تعالےٰ کی جانب سے یہ بھی مدد ہوتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اول تو حضرت
والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں جیسا ابھی ذکر ہوا پھر اکثر یہ دیکھا گیا کہ بیماری میں بھی حق الوقت کام نہیں
چھوڑتے جب تک کہ بالکل عجبور نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

عجیب اتفاق ہے کہ آج ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ کو بھی حضرت والا کے کوکھ میں بہ دوران تحریر مضمون ہذا شدید ریاحی درد تھا جو گردہ کے قریب تک پہونچا ہوا تھا لیکن ضبط کئے ہوئے نماز فجر پڑھائی اور کسی پر ظاہر نہ فرمایا سب کو تعجب تھا کہ خلاف معمول چھوٹی سورتیں کیوں تلاوت فرمائیں پھر اذکار بھی کرتے رہے۔ آٹھ بجے کے بعد خدام کو پتہ چلا سینگ وغیرہ تدابیر سے بحمداللہ گھنٹہ بھر ہی میں درد بالکل جاتا رہا اور حضرت والا بدستور صبح کی مجلس میں تشریف رکھ کر طالبین کو مستفید فرماتے رہے گو شدید قسم کا درد تھا مگر حق تعالےٰ نے بہت جلد رفع فرما دیا فالحمد للہ حضرت والا نے بعد رفع درد فرمایا کہ چونکہ طبیعت کو اس قسم کی تکالیف کی عادت نہیں اس لئے تھوڑی دیر کی تکلیف میں بھی ایسا ضعف محسوس ہونے لگا جیسے مہینہ بھر بیمار رہا ہوں۔ درد بالکل اندر تک سرایت کئے ہوئے معلوم ہوتا تھا مگر اللہ تعالےٰ نے بڑی جلدی فضل فرما دیا۔ یہ سب مضمون وقت کی برکت کے متعلق استطراداً معرض تحریر میں آگیا۔ اب میں پھر حضرت حاجی صاحبؒ کی توجہات وعنایات وبشارات کی حکایات نقل کرنے کی طرف عود کرتا ہوں۔

حضرت والا یوں تو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہکر بفضلہ تعالیٰ سبھی باطنی دولتوں سے مالا مال ہوئے لیکن دوران قیام میں توحید کا انکشاف بدرجہ کمال ہوا جو اساس شریعت وطریقت اور گویا مغز دروشی ہے اور جس کا ثمرہ لازمی عبدیت ہے جو سلوک کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور یہی وہ دولتیں ہیں جن کے حضرت حاجی صاحب رح خاص طور سے حامل تھے اور جو سلسلہ امدادیہ کی طغرائے امتیاز ہیں اور جو حضرت حاجی صاحبؒ نے باذن اللہ تعالےٰ اپنے سینہ مبارک سے حضرت والا کے سینۂ مبارک میں بہ تمام وکمال منتقل فرماکر ہمیشہ کے لئے ودیعت فرما دی تھیں جن کے آثار اب تک حضرت والا کے اقوال وافعال اعمال واحوال نشست وبرخاست حرکات وسکنات سبھی سے روز روشن کی طرح نمایاں ہیں اور حضرت والا کے یہ فیوض وبرکات جو شرقاً وغرباً پھیلے ہوئے ہیں انہیں آفتاب وماہتاب کی شعاعیں اور تابشیں ہیں

دوران قیام مکہ معظمہ میں تو حضرت والا پر توحید کا اسقدر غلبہ تھا کہ اس زمانہ میں ایک نہایت پرکیف غزل بھی لکھی تھی جس میں سرتاسر توحید وجودی ہی کے مضامین تھے لیکن باوجود معنون کے موجہ ہونیکے چونکہ بوجہ غلبۂ حال اس غزل کا عنوان خلاف ظاہر تھا اس لئے اس سے رجوع فرمالیا۔ اور چونکہ اس سے رجوع فرما چکے ہیں اس لئے اس کو اس جگہ درج کرنے کی بھی اجازت نہیں مرحمت فرمائی۔ تاہم حوالہ کی مصلحت سے احقر نے اس غزل کے صرف دو سادہ شعر اس جگہ لکھنے کی اجازت طلب کرلی ہے وہ یہ ہیں

خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا — جب اسکو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ — یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

اس غزل میں اپنا تخلص آہ تجویز فرمایا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت والا پر کشف غلبہ سوز و گداز تھا حضرت حاجی صاحب رح کو یہ غزل بوجہ حسب حال ہونے کے اس قدر پسند آئی تھی کہ بعض مشائخ کو جو زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے حضرت والا سے فرمائش کر کے خاص طور سے سنوائی اور جب حضرت والا سنا چکے تو حضرت حاجی صاحب رح نے ان سے فرمایا کہ یہ محض قال نہیں ہے ان کا حال ہے۔

اسی زمانہ قیام مکہ معظمہ میں تنزلات ستہ کے مسئلہ پر جس کا توحید وجودی سے خاص تعلق تھا ایک رسالہ بھی حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا جس کا نام "انوار الوجود فی اطوار الشہود" رکھا تھا۔ اس کا ایک جزو التجلی العظیم فی احسن التقویم بھی ہے جس میں انسان کی جامعیت کی تحقیق ہے۔ یہ مضامین بھی حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کو سنائے تھے حضرت حاجی صاحب رح سنکر بیحد مسرور ہوئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ اس میں تو تم نے بالکل میرے سینہ کی شرح کر دی۔ اس ارشاد سے بھی اس امر کی صراحۃً تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح نے جو خاص چیز اپنے سینۂ مبارک سے حضرت والا کے سینۂ مبارک میں ودیعت فرمائی تھی وہ توحید تھی جیسا ابھی بیان کیا گیا۔ چونکہ یہ مضامین بھی غلبۂ توحید کے زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں اس لئے ان کے مطالعہ سے بھی رسالہ تنبیہات وہبیت کے ضمیمہ ملقب بہ ثانیۂ التابعہ مضمون دہم نمبر اوّل مطبوعہ النور ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ صفحہ [illegible] کو مبالغت فرمادی ہے اور خواص کو بھی ان کا درجہ بتلا دیا ہے کہ ان کو ذوقیات سے آگے نہ بڑھائیں۔

اسی زمانہ غلبۂ انکشاف توحید کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔

حضرت والا سے ایک صاحب علم مولوی محمد احسن صاحب نے جو مکہ معظمہ میں مقیم [illegible] وحدۃ الوجود کے مسئلہ کے متعلق اپنا شبہ ظاہر کیا کہ یہ تو بالکل خلاف ایمان ہے [illegible] والا نے ارشاد فرمایا کہ آپ کسی روز مجھ سے اس مسئلہ کی تقریر سن لیں [illegible] اپنے منہ سے یہ کہنے لگے گا کہ بدون اس مسئلہ کے اعتقاد [illegible] ہو سکتا [illegible] ایک جمعہ کو جمعہ کے وقت حضرت والا سے ان [illegible] مسئلہ کی تقریر کی آخر میں [illegible] کہنے لگے کہ واقعی اس مسئلہ کی تو [illegible] کہ بدون اس کے تو ایمان کا محفوظ [illegible] ہو سکتا۔ حضرت والا سے [illegible] ایمان [illegible] فرمایا! تمہارے [illegible] آگئے

Marfat.com

ایمان کا موقوف علیہ قرار دیدیا۔ جب انہوں نے خوش ہو کر حضرت حاجی صاحب رح سے اس واقعہ
نقل کیا تو حضرت حاجی صاحب رح نے بہت مسرور ہو کر فرمایا کہ ہاں جی ہاں ان پر یعنی حضرت والا
یہ مسئلہ خوب منکشف ہو گیا ہے۔

اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ حضرت والا ہی کا بیان فرمایا ہوا یاد آیا۔ قاری عبدالحق صاحب کے
مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا تو حضرت والا سے وعظ کا اصرار کیا گیا۔ حضرت والا نے مکہ معظمہ میں وعظ کہ
خلاف ادب سمجھا لہذا انکار فرما دیا ان لوگوں نے حضرت حاجی صاحب رح سے سفارش کرائی۔ پھر
حضرت والا کو بادل ناخواستہ ادباً اقرار کرنا ہی پڑا۔ جلسہ میں پہونچے تو ایک بڑے مکی عالم مفتی محمد عبا
بھی موجود تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے ہوتے ہوئے بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں وعظ کہہ سکوں
چونکہ لوگ بہت مشتاق تھے اس لئے انہوں نے ان عالم صاحب کے ذریعہ سے بھی فرمائش کرائی حضرت
والا پھر مجبور ہو کر آمادہ ہو گئے جلسہ قرأت شروع ہوا ایک نہایت خوش لحن ترکی لڑکے نے قرآن شریف
پڑھا حضرت والا فرماتے ہیں کہ ایسا پُر درد پُر اثر لہجہ میں نے عمر بھر نہیں سنا تمام جلسہ پر ایک سناٹے کا عالم
طاری ہو گیا اور میرے تو ہوش ہی بجا نہ رہے۔ ہچکی بندھ گئی۔ پھر جب مجھ سے وعظ کے لئے کہا گیا تو
نے کہا کہ اگر مجھ سے وعظ کہلوانا تھا تو اس لڑکے سے قرآن شریف نہ سنواتے۔ اب تو میں بیان پر قادر
نہیں رہا اور واقعی اس کی قرأت کا اتنا شدید اثر ہوا تھا کہ وعظ کہنے کی بالکل قدرت ہی نہ رہی تھی
ہاتھ پاؤں قابو میں رہے نہ دل قابو میں رہا نہ زبان قابو میں رہی۔ اُن لوگوں کو بھی دیکھنے سے معلوم
ہو گیا کہ میں اس وقت واقعی معذور تھا اھ۔

چونکہ اس عذر کا لوگوں کے پاس کوئی علاج نہ تھا اس لئے مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت والا کے
وعظ کے سننے کا اشتیاق ان کے دل ہی میں رہ گیا۔ چونکہ حضرت والا کا دل وہاں وعظ کہنے کو نہ چاہتا تھا اسلئے
اللہ تعالےٰ نے غیب سے ایسا ہی سامان کر دیا کہ وعظ نہ ہو سکا سچ ہے ع میدہد یزداں مراد متقیں۔ اس واقعہ
سے حضرت والا کا غایت ادب و اثر و سوز و گداز قلبی ظاہر و باہر ہے اور یہ ناشی تھا۔ غلبہ عبدیت و انکشاف توحید
و عظمت حق سے جو اثر تھا حضرت حاجی صاحب رح کے فیض صحبت اور توجہ خاص کا۔

اب حاجی صاحب رح کی توجہات خاصہ کے چند اور واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

ایک بار حضرت والا پر حضرت شیخ کی زیارت کا اس قدر اشتیاق غالب ہوا کہ مضطر ہو کر خلوت ہی کے
وقت خدمت میں پہونچ گئے اور غایت اشتیاق کا عذر پیش کر کے معذرت کی کہ میں اسوقت خلوت میں مخل ہوا حضرت
نے غایت خصوصیت کی بناء پر فرمایا کہ خلوت از اغیار نہ از یار اور لطف کے ساتھ باتیں فرماتے رہے۔

Marfat.com

ایک بار حضرت والا مجلس شیخ میں ذرا دیر کر کے حاضر ہوئے کیونکہ مزارات و مشاہد کی زیارت کے لئے چلے گئے تھے حضرت حاجی صاحب رح کو بربنا خصوصیت حضرت والا کا بہت انتظار تھا۔ تاخیر کا سبب پوچھا تو حضرت والا نے عرض کیا کہ مقامات مقدسہ و مزارات وغیرہ کی زیارت کرنے چلا گیا تھا۔ فرمایا بہت اچھا کیا جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔

ایک بار سلسلہ شاذلیہ کے ایک شیخ نے حضرت حاجی صاحب رح کی مع خدام کے دعوت کی حضرت حاجی صاحب رح نے اس شرط پر قبول فرمائی کہ سماع بھی ہو۔ اس پر بعض خدام کو جو علماء تھے شرکت دعوت میں تامل ہوا اور حضرت حاجی صاحب رح سے عذر کر دیا لیکن حضرت والا بلا تامل ساتھ ہو لئے۔ اور جب آپس میں تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ ہم تو ضرور شریک ہوں گے ہم حضرت سے زیادہ متقی نہیں ہیں۔ جب حضرت شریک ہو رہے ہیں تو ہمیں کیا تامل ہو سکتا ہے ع

محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را

چنانچہ حضرت والا شریک ہوئے۔ وہاں پہونچے تو قبل طعام اُن شیخ کے خدام حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے۔ اور ان میں سے ایک نے کسی اسم الٰہی کا ذکر شروع کیا اس کے ساتھ اوروں نے بھی آواز ملا کر وہی ذکر کرنا شروع کر دیا۔ وہ شخص جو ابتدا کرتا ہے منشد کہلاتا ہے۔ کچھ دیر تک ایک اسم کا ذکر کر کے سب خاموش ہو جاتے پھر منشد کچھ توحید کے عشقیہ اشعار پڑھتا۔ سادہ مگر نہایت دلکش لہجہ تھا اور منشد ایک معمر شخص تھے اس کے بعد کسی دوسرے اسم کا اسی طرح ذکر کرتے غرض سماع کیا تھا ایک نہایت پر لطف اور پر کیف مجلس ذکر تھی۔ بعد فراغ حضرت حاجی صاحب رح نے حضرت والا سے پوچھا کہ کہو کچھ لطف بھی آیا۔ عرض کیا حضرت نہایت لطف آیا۔ پھر حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ بس یہ سماع تھا جس سے ہمارے دوستوں کو خواہ مخواہ وحشت ہوتی میں نے تو قصداً یہ شرط لگائی تھی تاکہ میں دکھلا دوں کہ سماع کی کیا حد ہے۔

غرض حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کی بلا تامل شرکت [illegible]

بخلاف بعض دیگر اہل علم خدام کے جنھوں نے شرکت سے گریز کیا [illegible] کو حضرت والا کے مرتبہ کے تحفظ کا اس قدر خیال تھا کہ ایک بار حضرت والا کو اپنے عیال کے لئے جو بعد میں پہونچے اور ناواقفی سے ایک اجنبی مطوف مقرر کر لیا تبدیل مطوف کی ضرورت سے شیخ المطوفین کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو چونکہ وہ شیخ بہت ہی بد دماغ مشہور تھا ویسی ہی حضرت حاجی صاحب نے نہایت تشویش کے ساتھ سب سے پہلے یہ سوال کیا [illegible]

Marfat.com

سے عرض کیا کہ حضرت کی توجہ اور دعا کی برکت سے بہت اخلاق کے ساتھ پیش آیا اور مرضی کے موافق
ہی مطوف کے متعلق طے کر دیا حضرت بہت خوش ہوئے حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا
کہ حضرت حاجی صاحب رح کو اس کا بہت خیال رہتا تھا کہ میرے متوسلین کو کوئی نظر تحقیر سے نہ دیکھے
خدام پر بہت ہی شفقت اور ان سے بہت ہی تعلق تھا اھ

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا مع اپنی خالہ صاحبہ کے حضرت والا کے دوران قیام میں مکہ معظمہ
پہونچ گئی تھیں۔ خالہ صاحبہ نے حضرت حاجی صاحب رح سے حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ ان کیلئے
صاحبہ اولاد ہونے کی دعا کر دیجئے حضرت حاجی صاحب رح نے باہر آکر حضرت والا سے فرمایا کہ
تمہاری خالہ مجھ سے دعا کے لئے کہتی ہیں کہ تمہارے اولاد ہو سو دعا تو میں نے کر دی ہے لیکن بھائی
میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم بھی رہو جو حالت میری ہے وہی حالت تمہاری بھی
رہے۔ پھر دیر تک اس زمانہ کی اولاد کی خرابیاں فرماتے رہے حضرت والا نے عرض کیا کہ جو حالت حضرت
کو پسند ہے وہی حالت میں بھی اپنے لئے پسند کرتا ہوں یعنی بے اولاد رہنا۔ حضرت حاجی صاحب رح
یہ سن کر بہت مسرور ہوئے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح کو حضرت والا سے
کس درجہ خصوصیت تھی کہ ہر حالت کے اعتبار سے حضرت والا کی اپنے ساتھ مشابہت ہی چاہتے تھے
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ چنانچہ ایک تو باوجود دوسرا عقد کر لینے کے اولاد ہونی
نہ رہا آئندہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ یہ تو ظاہری مشابہت ہوئی اور بفضلہ تعالیٰ حضرت والا باطناً تو
حضرت حاجی صاحب رح کے طریق کے پورے پورے حامل ہیں ہی۔

اسی طرح حضرت حاجی صاحب رح نے رخصت کے وقت حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے متعلق فرمایا
کہ یہ تو ہمارے یہاں سے ایک بات لیچلیں کہ آیا اڑ ایا، آیا اڑ ایا چنانچہ واقعی ان کا یہی حال ہے کہ نہ
گابھن ہوتی ہے نہ جمع ہوتا ہے ماشاء اللہ اس قدر سیر چشمی و ایثار و ہمدردی ہے کہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ
عطا فرماتے ہیں اور ان کے حصہ میں آتا ہے سب اپنے اعزہ و مستحقین پر خرچ فرما دیا کرتی ہیں اور اپنی تنگی
کی کچھ پروا نہیں فرماتیں بلکہ حضرت والا انہیں کی مصلحت کے لئے انتظام کے ساتھ خرچ کرنے کی
تاکید بھی فرماتے رہتے ہیں حضرت والا جیسے اور امور میں نہایت منتظم اور خوش تدبیر ہیں خرچ کرنے میں
بھی ایسے ہی خوش انتظام ہیں کہ نہایت فراخی کے ساتھ ضروری ضروری موقعوں پر خرچ فرماتے ہیں۔ پھر
بھی اگر کچھ نہ کچھ ذخیرہ ہو ہی جاتا ہے لیکن اس کو جلدی ہی اہل حقوق میں تقسیم کر کے اور مناسب مواقع
پر خرچ فرما کر اپنی ملک سے خارج فرما دیتے ہیں۔

غرض حضرت والا کے متعلق ہر امر میں حضرت حاجی صاحب رح کی یہی خواہش تھی کہ میرے ہی مشابہ رہیں۔ چنانچہ بفحوائے می دہد ہر دل مراد مستفیض۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حضرت حاجی صاحب رح کے طریق انیق کا پورا پورا حامل اور سچا جانشین بنا کر آج ایک دنیا کو فیضیاب بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تادیر اس فیض کو جاری رکھے اور اس ناکارہ کو بھی اخذ فیض کی کامل توفیق اور اہلیت بخشے آمین ثم آمین۔

ایک بار ندوہ کے کسی مولوی صاحب نے حضرت والا کی عدم شرکت ندوہ سے ناراض ہو کر حضرت حاجی صاحب رح سے شکایت کی کہ وہ ہم سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے فوراً تردید فرمادی کہ ان کی (یعنی حضرت والا کی) طبیعت میں تو خلاف کا مادہ ہی نہیں اور واقعی ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ اس قدر اختلاف سے متنفر اور اس وجہ وسیع الخیال ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے مخالفین کے اقوال و افعال کی بھی تاویل ہی فرماتے ہیں اور حسن ظن ہی سے کام لیتے ہیں گو عملاً موافقت نہ فرمائیں۔ چنانچہ ابھی ایک سلسلہ گفتگو میں نہایت شد و مد کے ساتھ فرما رہے تھے کہ جیسے بھی ہیں ہیں علماء کے وجود کو دنیا کی بقا کیلئے اسدرجہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سارے علماء ایسے مسلک کے بھی ہو جائیں جو مجھ کو کافر کہتے ہیں تو میں پھر بھی ان کی بقاء کے لئے دعائیں مانگتا رہوں کیونکہ گو وہ اصلی مسائل میں غلو کریں اور مجھ کو برا کہیں لیکن وہ تعلیم تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں ان کی وجہ سے دین تو قائم ہے۔ میں ان کو دہری مدعیان اسلام کے مقابلہ میں ہزار درجہ غنیمت سمجھتا ہوں جو سرے سے دین ہی کو اڑانا چاہتے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ اس وسعت رائے میں میری کوئی ذاتی مصلحت نہیں بلکہ اس کا منشاء محض حفظ حدود ہے اھ۔

حضرت والا کی وسعت رائے پر حضرت والا کا ایک اور قول بھی یاد آیا۔ فرمایا کہ ان الحاد کماد پیروں پر بھی مجھے رحم ہی آیا کرتا ہے کہ بیچارے اور کسی کام کے تو ہیں نہیں دکان ہی کسی بھی اپنا کسی طرح پالیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کچھ [illegible] ورنہ اگر کسی کے پیٹ کو نہ ملتا ہوتا تو حسد جاسے ہم [illegible] ثابت ہو جاتی۔ یہ استغنا بھی بیٹ کبھی سے کا ہے اللہ [illegible] ان سے محفوظ رکھے۔

گو عقلاً و اعتقاداً میں ان کے طریقہ کو برا سمجھتا ہوں لیکن طبعاً ان پر رحم بھی آتا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ بجائے صرف غصہ آنے کے بنا بر رحم ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے دعا بھی دل سے نکلتی ہے اسی طرح باوجود بیباک منکروں کے پیشہ [illegible] ہونے کے ان کی یہ صفت پسند ہے کہ بیباکی

Marfat.com

سب کے ہر حال میں دعا گو ہیں اور سوائے مانگنے کے کسی فتنہ انگیزی یا شور و شر یا فرقہ بندی میں شامل نہیں بس اپنے بھیک مانگنے سے کام ہے۔ اسی طرح گو کفار پر اعتقاداً اور ایک کافی درجہ میں طبعاً بھی غصہ ہے لیکن یہ دیکھکر کہ تکوینی حیثیت سے اس میں بھی حکمتیں ہیں غیظ طبعی میں اعتدال رہتا ہے اور حکمتوں کی طرف حضرت حافظ رح نے اس شعر میں اشارہ بھی کیا ہے ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است آتش کرا بسوز دگر بولہب نباشد

اسی طرح مولانا رومی رح نے بھی فرمایا ہے ؎

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت ست در بہ ما نسبت کنی کفر آفت ست

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ شان جامعیت کہ دو متضاد چیزوں کا حق ادا کیا جاوے ایک فرد ہے اس جمع بین الاضداد کی جس کو محققیت کی علامت کہا گیا ہے۔

حضرت والا پر حضرت حاجی صاحب رح اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ جب کوئی پوچھتا کہ یہ کون ہیں تو یہ فرماتے کہ یہ میرے پوتے ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ کوئی دور کا رشتہ بھی حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا تھا جس کی بنا پر مجھے اپنا پوتا فرماتے تھے لیکن چونکہ روحانی رشتہ کے مقابلہ میں نسبی رشتہ کی میں کوئی حقیقت نہیں سمجھتا اس لئے نہ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی نہ مجھے وہ تفصیل یاد ہی غایت خصوصیت و شفقت کی بنا پر حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کو نہ مولوی کے لفظ سے خطاب فرماتے نہ کوئی اور تعظیمی لفظ استعمال فرمانے بلکہ صرف میاں کا لفظ نام سے پہلے اضافہ فرما کر خطاب فرمایا کرتے۔ چنانچہ کئی وصیتیں بھی فرمائیں۔ مثلاً ایک بار ٹھنڈا پانی نوش فرما کر فرمایا میاں اشرف علی پانی جب پینا ٹھنڈا پینا تاکہ ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے ورنہ زبان تو الحمد للہ کہے گی لیکن دل الحمد للہ کہنے میں شریک نہ ہوگا۔ یہ بھی بشارت دی کہ تمکو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی چنانچہ حضرت والا کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے اول کے متعلق حضرت والا کی شہرۂ آفاق تفسیر بے نظیر "بیان القرآن"، شاہد عدل ہے اور ثانی کے متعلق تو حضرت والا کی ساری ہی تصانیف شواہد ہیں حضرت حاجی صاحب رح کی اس بشارت کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں چوک گیا ورنہ دیگر شعب دینیہ خصوص حدیث و فقہ کی مناسبت خاصہ کے لئے بھی حضرت حاجی صاحب رح سے دعا کرا لیتا۔

غایت خصوصیت کی بنا پر رخصت کے وقت حضرت حاجی صاحب رح نے اپنا کتب خانہ حضرت والا کے سپرد کرنا چاہا لیکن حضرت والا نے غلبۂ طلب فیض روحانی میں عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں

Marfat.com

کیا رکھا ہے کتابوں کو لیکر میں کیا کروں گا۔ اپنے سینۂ مبارک سے کچھ دولت عطا فرما دیجئے۔ یہ سنکر حضرت حاجی صاحب رح کو جوش آگیا اور فرمایا ہاں میاں ہاں سچ تو ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

چونکہ حضرت والا نے غلبۂ حال میں یہ انکار کیا تھا حضرت حاجی صاحب نے باوجود جی چاہنے کے اس حال کی رعایت سے اس وقت بالکل اصرار نہ فرمایا تاکہ وہ حال افسردہ نہ ہو جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کتابوں کا پلندہ بندھوا کر حضرت والا کے پاس ایک رئیس عازم ہندوستان کے ہمراہ بھیجنے لگے لیکن بعض حاسدین حضرت والا نے انہیں کتابوں کا ایک وقف نامہ جس پر حضرت حاجی صاحب رح کی مہر بھی خفیہ طور پر لیکر اُن لوگوں نے ثبت کر لی تھی پیش کر دیا حضرت حاجی صاحب رح مجبور ہو گئے۔ لیکن بار بار یہی فرماتے رہے کہ مجھ کو توقف کرنا بالکل یاد نہیں۔ پھر مرض وفات میں مولوی محمد سعید صاحب کیرانوی کو وصیت فرمائی کہ وہ کتابیں حضرت والا کو بھیجدی جائیں۔ اور اگر وہ نہ لینا چاہیں تو پھر مدرسۂ صولتیہ میں رہیں۔ مولوی محمد سعید صاحب نے حضرت والا کو خط لکھا لیکن وہ گم ہو گیا اس لئے وہ مدرسہ ہی میں رہیں۔ بعد اطلاع حضرت والا نے فرمایا کہ اگر وہ خط مجھ کو مل بھی جاتا تب بھی میں یہی تجویز کرتا۔

جب حضرت والا واپس تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحب رح گاہ گاہ حاجیوں کی زبانی حضرت والا کو اس عنوان سے سلام کہلوا کر بھیجا کرتے کہ ہمارے مہین مولوی سے سلام کہدینا۔ (یعنی دقیقہ رس نکتہ شناس اور لطیف المزاج) اس سے حضرت حاجی صاحب رح کی اعلیٰ درجہ کی بصیرت باطنی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ گو حضرت والا غایت ادب سے حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بالکل خاموش بیٹھے رہتے تھے پھر بھی مذاق کا پورا پورا اور کیسا ادراک فرمالیا۔

حضرت والا نے واپسی کے بعد کچھ رسائل مثلاً جزاء الاعمال، فروع الایمان، [illegible] فرما کر حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں بھیجے۔ اور خصوص "اکسیر ترجمہ [illegible]" اس کے اوپر مصرعۂ مشہورہ پر اپنی طرف سے مصرعۂ ثانی لگا کر یہ شعر [illegible]

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف گر قبول [illegible] ہے فرو شرف

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن رسائل کو دیکھکر بہت مسرور ہوئے اور لکھوا بھیجا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم سے مسلمانوں کو بہت نفع پہونچے گا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہ پیشینگوئی اور دعا حرف بحرف راست آئی۔ اس قسم کی غائبانہ دعوات و بشارات و کلمات [illegible] مکتوبات [illegible]

سے ترتیب وار اقتباس کر کے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ محض اقتباسات ہیں اس لئے خطوط کے حاملین کے نام یا آمد خطوط کی تاریخیں جن کا حوالہ خطوط میں ہے یا اور اسی قسم کے مضامین جن کا مقصود میں دخل نہیں حذف کر دئے جائیں گے اور ایسے مقامات پر خالی جگہ چھوڑ کر نقطے لگا دیئے جائیں گے۔ نیز ہر اقتباس کے آخر میں مکتوب کا حوالہ بھی مع تاریخ درج کیا جائیگا تاکہ صاحب بصیرت کو حضرت والا کے مختلف مدارج ترقی باطنی پر بھی ایک اجمالی نظر ہو جاوے۔

(نمبر ۱) تم کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے حال سے اور جو کوئی کیفیت جدید اپنے زمرہ والوں میں پیش آوے اس سے مطلع کرو۔ (از مکتوب نمبر ۱ مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ)

(نمبر ۲) خداوند تعالےٰ بتصدق اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مرادیں پوری فرما دے اور تمہارے دامن تمنا کو گوہر مقصود سے پر کرے آمین۔

(از مکتوب نمبر ۲ مورخہ ۱۵ رجب ۱۳۰۴ھ)

(نمبر ۳) اللہ تعالےٰ ... آپ کو ... اپنے ماسوا سے اپنی طرف کرے آمین۔

آپ کی طبابت کے شغل کو ترک کر کے پھر کانپور تشریف لا کر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہوا بہت خوشی ہوئی اللہ جل جلالہ آپ کی اس خدمت میں برکت دیکر آپ کے برکت و فیض سے تمام مسلمانوں کو مستفیض و مستفید کرے۔ میں نے قبل ہی آپکو مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہئے دنیا ... خود ہی اچھی صورت میں خدمت کو حاضر رہیگی۔ بہرکیف آپ لوگ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں آپ لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیدا کر کے بڑے درجے عنایت کئے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا خیال سب پر مقدم رکھنا چاہئے۔ (از مکتوب نمبر ۳ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ)

(نمبر ۴) نامہ بہجت شمامہ آں عزیز باتمیز رسید از اسماع حال ذوق و شوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند ... بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است

(از مکتوب نمبر ۴ مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ)

(نمبر ۵) اللہ تعالیٰ آپکو بادۂ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ دار رکھے (از مکتوب نمبر ۵ مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۰۸ھ)

(نمبر ۶) آپ کا محبت نامہ ہدیہ معرفت ... پہونچا کمال مسرور و مشکور کیا خداوند تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات میں رکھے اپنے کام میں لگے رہو [illegible] ورنہ فقیر تو اپنے آپ کو خوب جانتا ہے [illegible]

(نمبر ۷) [illegible]

Marfat.com

حفاظت میں رکھے۔ (از مکتوب نمبر ۸ مورخہ نامعلوم)

نمبر ۸) آپ کا خط ..... وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ آپ کو ترقی دارین عطا فرمادے۔
...ں ازیں گو کہ خط عزیزم مولوی احمد حسن صاحب سے آپ کے مع الخیر شہر کانپور میں پہونچنے کی خبر معلوم
...ی تاہم آپ کے خط کا بہت انتظار تھا اور تعلق قلبی بھی زیادہ تھا۔ الحمد للہ کہ آپ مع ہمراہیاں خیریت سے
...ونچے آپ کو یہ سفر مبارک ہو ہموارہ اپنے حالات سے اطلاع کرتے رہیں (از مکتوب نمبر ۹ مورخہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ)

نمبر ۹) خط آپ کا ..... وصول ہوا۔ نہایت مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز القدر کو ترقی دارین اور
...ی محبت نصیب فرمادے۔ الحمد للہ فقیر بخیر ہے آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ آپ نے جو تحریر
...ت تحریر کیا ہے فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصداق لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کا آپ کو کرے
...مد للہ فقیر اس خبر سے بہت مسرور ہوا حق سبحانہ آپ سے مخلوق کو فیضیاب کرے اور برکات بزرگان
...ر اپنی محبت عطا فرمادے۔ شاہ صاحب آپ کے پیر بھائی اور نیکبخت آدمی ہیں آپ شاہ صاحب
...ے حال پر مہربانی رکھیں اور جو بات اور ذکر وغیرہ دریافت کریں بتا دیا کریں اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوگا۔
(از مکتوب نمبر ۱۱ مورخہ ۱۸ رج ۱۳۱۲ھ)

نمبر ۱۰) خط آپ کا ..... وصول ہوا کمال ممنون و مشکور کیا اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اپنی رضامندی
...وق و شوق و حسن خاتمہ نصیب فرمادے ..... آپ کے لئے فقیر اکثر اوقات دعا و ہمت میں
مصروف ہے۔ (از مکتوب نمبر ۱۲ مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ)

نمبر ۱۱) خط اور شجرہ مرسلہ آپ کے وصول ہوئے کمال مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ بزرگان سلاسل کی برکت
اور فیض نصیب فرمادے فقیر اور تمام حضار دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔
(از مکتوب نمبر ۱۳ مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ)

نمبر ۱۲) خط آپ کا مع ہدیہ جائے نماز چرمی ..... وصول ہوا کمال مشکور کیا اللہ تعالیٰ
محبت و رضا نصیب فرمادے۔ فقیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ کریں (از مکتوب ...)

(نمبر ۱۳) آپ کا خط مع ہدیہ مبلغ پانچ روپیہ وصول ہوا کمال مشکور ... عزیز کو
اپنی محبت و رضا و حسن خاتمہ نصیب کرے اور آپ کے مال و جان میں برکت دیوے بہت دنوں سے
آپ کی خیریت و کیفیت معلوم نہ ہوئی تعلق خاطر ہے اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔
(از مکتوب نمبر ۱۵ مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۴) آپ کے محبت نامہ کا بہت دنوں سے انتظار تھا الحمد للہ عین انتظار میں پہونچا ...

Marfat.com

نہایت ہی جی خوش ہوا یہ مضمون عزیزی سے آگہی ہوئی آپ کے دونوں رسالے دیکھنے کو بہت جی چاہتا
اگر روانہ ہو گئے ہوں۔ فبہا المراد ورنہ فوراً روانہ کیجئے گا۔ (از مکتوب نمبر ۱۶ مورخہ ۸ صفر ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۵) السلام علیکم وقلبی لدیکم۔ الحمد للہ فقیر بہرحال خیریت سے ہے اور خیریت آنعزیز کی خدا
جناب سے شبانہ روز مطلوب۔ خط آپ کا . . . وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آنعزیز کو
اپنی یاد اور ذوق وشوق اور مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے ہر دو رسالہ پیش فقیر موجود ہیں۔ ہر
طبع کریں یا ایک مرضی آنعزیز خالی فائدہ رسانی سے نہیں خیر الناس من ینفع الناس اوراق منو
تنویر کبھی فقیر کے پاس پہونچے اور سنے بہت پسندیدہ ہوئے . . . . . معاودت طبع تنو
سے فقیر کو بھی اطلاع کریں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے بھی روانہ ہو سکتے ہیں مال فقیر ہمراز آنعز
دریغ نیست۔ دربارۂ شرکت ندوۃ العلماء آنکہ ؎

من نگویم کہ ایں بکن آں کن مصلحت بیں و کار آساں کن

جو آپ کی طبیعت کے موافق ہو کریں بلکہ سالک کو انقطاع عن الناس ضروری ہے اور ذاکر شاغل
خود خدا نصیب کرتا ہے۔ ہر کہ از حق الف گیرد از خلق وحشت گیرد آپنے اور عزیزم مولوی محمد حسین
الہ آبادی نے جو پیش بینی کی وہ بہت بجا اور حق معلوم ہوتی ہے (از مکتوب نمبر ۱ مورخہ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۶) اصل نسخہ مثنوی کا میں نے عزیزی احمد حسن صاحب اور آپ کو دیا ہے آپ دونوں صاحب
اپنے پاس رکھئے گا خدا برکت دیگا . . . کتابا کسیر دانوار الوجودنی اطوار الشہود (کلمہ) پہونچی آپ
خط کے مضمون سے آگہی ہوئی طبیعت نہایت خوش ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے انشاء اللہ
تعالیٰ دن بدن ترقی ہوگی باطن فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ ہے اور جن جن صاحبوں نے بیعت حضرات
کے لئے درخواست کی ہے ان کو میں نے قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرماوے۔ آمین آپ
اُن کی استعداد کے موافق کچھ معمول بتلا دیجئے گا (از مکتوب نمبر ۱۸ مورخہ ۲۲ ربیع ۱۳۱۳ھ)

(نمبر ۱۷) پس از دعیہ وافرہ وتحیات متکاثرہ واضح رائے عزیز باد . . . . . احسنتم . . موصول
ہوا موجب انشراح خاطر بنا شاء اللہ آپ اور آپ کے متعلقین ذوق وشوق کی کیفیت سن کر طبیعت
نہایت ہی خوش ہوئی اللہ تعالیٰ باہر ذکر وتشغل دائم مشغول رکھے دن بدن ترقی درترقی فرماے مقصو
اصلی تک پہونچائے آمین ثم آمین۔ (از مکتوب نمبر ۱۹)

(نمبر ۱۸) بعد دعائے ترقی مدارج مشاہدات واضح باد انشاء اللہ تعالیٰ ہمہ امور حسب مرضی شما
خواہند شد۔ (از مکتوب نمبر ۲۰ مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ)

نمبر ۱۹) عزیزم جو آپ نے ہدیہ روانہ کئے وہ سب پہونچے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے حرمین شریفین مرحمت فرمائے اور اپنے دریائے محبت کا غواص بنائے اور مراد سے مالا مال فرمائے باطن فقیر ہر وقت آپ کے لئے محبت قلبی چاہتے اس کی بدولت سب کچھ ہوتا ہے (از مکتوب نمبر ۲۱ موصولہ ۹ محرم ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۰) بعد دعوات زائد ذوق و شوق مع الجمعیتہ و انشراح و انبساط خاطر واضح باد . . . . انشاء اللہ تعالیٰ بعیت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند۔ (از مکتوب نمبر ۲۳ مورخہ ۱۳۱۲ھ غالباً)

نمبر ۲۱) سلام علیکم چو در خاطری . . گر از چشم دوری بدل حاضری . . . . راحت نامہ مشعر احوال باطنیہ مزیدہ مع کوائف مختلفہ وصول ہوا آپ کے مژدہ ترقیات باطنیہ نے کمال مسرور کیا اللہ تعالیٰ شب و روز ترقی مزید فرماوے میں ہر وقت دست بدعا ہوں گو اس وقت میری طبیعت اچھی نہ تھی مگر آپ کی نسبت سنکر بہت ہی خوش ہوا افاقہ ظاہری محسوس ہونے لگا (از مکتوب نمبر ۲۵ مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۲) ہمیشہ خیال آپ کا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات علیا عطا فرماوے اور فیض آپ کا بیشہ جاری رہے۔ (از مکتوب نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۳) اللہ تعالیٰ آں عزیز کو علی الدوام خوش و خرم رکھے اور اپنی یاد میں ہمیشہ مشغول رکھے آمین سب استدعا آں عزیز عزیزی مولوی اسحاق علی صاحب کو میں نے داخل سلسلہ کیا اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماوے آمین آپ ان کے مناسب حال وظیفہ وغیرہ تلقین کر دیجئے گا۔

(از مکتوب نمبر ۲۷ مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۴) جو جو کوائف و حالات مندرجہ خط تھے [illegible] محمود و آمین بیں انشاء اللہ [illegible] در ترقی پذیر ہوں گے بیفکر خاطر رہنا چاہئے۔ میرا تعلق خاطر مبارک جانبین ضرور ہے [illegible] سابق میں جو آنعزیز کو تکلیف ہوا تھا کہ اگر علاج پورے دل [illegible] وقتاً فوقتاً خبر ان کو دیا کیجئے [illegible] جانا مناسب سمجھا اس سے مراد یہ تھی کہ ضرورت بالذات ضرورت ترک تعلق کی ہوتی ہے [illegible] جانا چاہئے۔ بلکہ ہمارا خیال ہے [illegible] تم سے مانوس و مطمئن ہے تو وہاں سے [illegible] اور طالبان [illegible] جو تا ہاں اگر خدانخواستہ تمہاری طبیعت کسی وجہ سے دل [illegible] اس حالت میں میری رائے یہ تھی کہ [illegible]

(از مکتوب نمبر ۲۹ مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ)

نمبر ۲۵) آپ کا محبت نامہ [illegible] میں ہوئیں باعث [illegible] آپ کے [illegible]

Marfat.com

سُن کر بہت جی خوش ہوا اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی خداوند کریم اس میں ترقی عطا فرمائے اور ہمارے جمیع احباب کو نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو خود ان کی محمودیت معلوم ہو جاوے گی۔ خدا کا شکر بجا لایئے اور اس سے زیادتی کے شب و روز طالب رہیئے تھانہ بھون کے متعلق میں جو آپ نے تامل کیا نہایت عقلمندی کو کام میں لائے۔ عزیزم میری غرض یہ ہے کہ جہاں کہیں رہو باخدا رہو اور بالفعل کانپور کے لوگ آپ کے تہ دل سے مشکور ہیں آپ کی ذات سے ان کو فائدہ ہے لہٰذا بالفعل قیام کانپور مناسب و انسب معلوم ہوتا ہے جبتک یہاں کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھیئے بعد ازاں کچھ تھانہ بھون میں محض توکل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جایئے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب سامان آپ کے درست کر دیگا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے گا۔

(از مکتوب نمبر ۲۹ مورخہ ۱۶ ر ج ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۳۶) الحمد للہ سب کیفیت آپکی اچھی ہے خداوند کریم روز افزونی فرمائے آمین

(از مکتوب نمبر ۳۰ مورخہ ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۳۷) راحت نامہ آنعزیز . . . . عین انتظاری میں . . . . وصول ہو کر باعث مسرت قلبی آپ کے اور آپ کے متعلقین کے حالات سُن کر نہایت جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے۔ آمین۔

(از مکتوب نمبر ۳۱ مورخہ ۲۱ ج ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۳۸) . . . . فقط۔ عزیزم میاں مولوی سید اسحاق علی صاحب بعد سلام مسنون کے آپ نے خوب کیا آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مولانا صاحب کو بجائے میرے معلوم کرنا جو ہدایت وارشاد فرماویں عمل کرنا۔

(از مکتوب نمبر ۳۳ مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۳۹) کوائف معلوم ہوئے نہایت خوشی حاصل ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ازدیاد انوار باطنی ہوگی اور خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ سے فائدہ عظیم ہوگا ہر وقت ایک خیال خاص تمہاری طرف رہتا ہے . . . . عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ وہاں ضیاء القلوب وارشاد مرشد ہے مطالعہ فرماویں اور مولانا سے اشکالات دفع کریں . . . اور مولانا صاحب کو میرے جگہ جانکر ان سے تعلق، وظائف و ذکر میں مشغول رہیں (از مکتوب نمبر ۳۴ مورخہ ۶ ر ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ)

(نمبر ۴۰) خط آپ کا پہونچا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضامندی نصیب کرے . . . اور ایک عبا سبز رنگ کا بدست شاہ بہاء الدین صاحب دستی روانہ کیا گیا ہے آپ کے لئے

Marfat.com

قبول فرماویں اور اللہ آپ کو زیادہ علم و فضل بخشے جس میں خلق اللہ کو نفع عام ہو اور تصانیف مفید و مقبول ہوں میرا تعلق آپ کی طرف اکثر اوقات رہتا ہے اور اس وقت فقیر یاد کا طلب ہے امید دعا بالخیر کی رکھتا ہے ... جبہ یعنی عبا کو آپ اپنے تصرف میں لاویں ۔

(از مکتوب نمبر ۳۵ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۱) بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے ۔ (از مکتوب نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۲) آپ کے استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے (از مکتوب نمبر ۳۷ مورخہ ۶ رجب ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۳) بخدمت فیض رحبت عمدۃ السالکین نجبۃ الواصلین حضرت العالم الحافظ الکامل القاری شاہ محمد اشرف علی التھانوی ادام اللہ عرفانہ و محبتہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ خط آپ کا پہونچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اور قلب کو فرحت ۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو ترقی ظاہر و باطن عطا فرماوے اور خلق اللہ کو مستفید بفوار صوری و معنوی کرے آمین انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا ۔ ہر مدرسہ و مسجد و حجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی ..... وقت آخر ہے دعائے خاتمہ بالخیر کا طالب ہوں ۔ کتب کثیرہ یہاں موجود ہیں مستحسن یہ ہے کہ اگر ہو سکے ایک دفعہ آپ تشریف لاویں کہ اس بہانہ سے ملاقات ہو جاوے ۔ اور کل کتابیں اپنے ہمراہ لیتے جاویں ۔ والا بالضرور کسی کے ہمراہ روانہ کر دیں گا ۔

(از مکتوب نمبر ۳۸ مورخہ ۱۶ رمضان شریف ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۴) خط آپ کا پہونچا نہایت مسرت حاصل ہوئی اللہ آپ کو جمیع مقاصد دارین عطا کرے ..... اور محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا حاجت نہیں دل خود ... عزیزم ... کو سلسلۂ بیعت عثمانی میں داخل کیا آپ ان کو ... آپ کا نائب بنا ہر طالب ہو ان سب کو ذکر و اشغال بتانے کی اجازت نامہ ... ہر وقت آپ کی طرف ہے ۔

(از مکتوب نمبر ۳۹ مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ)

(نمبر ۳۵) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے (از مکتوب نمبر ۴۰ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۶) اللہ تعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے فقیر کامل ہی ملنے کی بہت چاہ ہے (از مکتوب نمبر ۴۱ مورخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ)

Marfat.com

(نمبر ۳۷) آپ کی حالت بہت اچھی ہے مقام شکر ہے ذلک فضل اللہ فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے شمار کرلے ۔ (از مکتوب نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۸) دو عدد رسالہ جزا الاعمال بھی پہونچے فقیر کے پسند آئے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن میں ترقی کرے (از مکتوب نمبر ۴۳ مورخہ یکم ج ۲ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۳۹) خط پہونچا الحمد للہ کہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف و رجا ہے اسی کو ہیبت و انس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جانا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہئے ۔

(از مکتوب نمبر ۴۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۰) خط آپ کا دوسرا بھی پہونچا پہلے خط کے جواب میں لکھدیا گیا ہے مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا۔ فقیر دعا کرتا ہے ..... جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے ۔

(مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۱) آپ کی حالت بہت اچھی ہے ۔ پہلے آپ کو لکھدیا گیا ہے ..... اس قسم کی گھبراہٹیں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہو جاؤ گے ۔ فقیر دعا کرتا ہے انہ سمیع قریب

(مکتوب نمبر ۴۶ مورخہ ۸ شعبان ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۲) حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا ۔ فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے ۔ ..... دونوں کتابوں کو فقیر نے سنا بہت پسند آئیں اللہ تعالیٰ اختتام کو پہونچائے ۔

(از مکتوب نمبر ۴۷ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۳) خط آپ کا پہونچا الحمد للہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے (از مکتوب نمبر ۴۸ مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ)

(نمبر ۴۴) آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی فرمائے ۔ کانپور سے آپ کے وہاں کے قیام کے بارہ میں خط آیا تھا جواب انکو لکھ دیا گیا تھا۔ آپ کو بھی تحریر ہے کہ فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا کسی وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کانپور بھی دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون سے کچھ دور نہیں ہے چنانچہ کانپور بھی یہ ہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے ۔

(از مکتوب نمبر ۴۹ ۱۵ محرم ۱۳۱۷ھ)

(نمبر ۴۵) خط آپ کا پہونچا فقیر کا دل بہت خوش ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ضعف کی یہ حالت ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ لینا مشکل ہے اب تو یہی آرزو ہے کہ اللہ تعالےٰ اس دار فانی سے جلد بلائے فقیر جملہ احباب کے لئے دعا کرتا ہے اللہ تعالےٰ فائز المرام کرے گفتگو کی طاقت نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں (از مکتوب نمبر ۵۰ مورخہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ وہذا آخر المکتوب)

نوٹ۔ ان مکتوبات کے متعلق ضروری فوائد اور ان کے بعض الفاظ مصطلحہ تصوف کی تشریحات مجموعہ مکتوبات امدادیہ کے حاشیہ پر موجود ہیں جس کو ضرورت واقع ہو اس کتاب میں ملاحظہ فرمائے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ناظرین نے ان اقتباسات مکتوبات امدادیہ سے خود اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب رح کو حضرت والا کے ساتھ کس درجہ خصوصی تعلق تھا احتیاج احتجاج نہیں۔ کیا ٹھکانا ہے محبت کا کہ حضرت والا کے ایک عریضہ حالات سے مژدہ ترقیات باطنیہ معلوم فرما کر اس قدر مسرور ہوئے کہ مرض ظاہری میں بھی افاقہ محسوس ہونے لگا جیسا اقتباس نمبر ۲۱ مرقومہ بالا سے معلوم ہوا بعض دیگر واقعات عنایت خاص مناسب موقع پر بعد کو مذکور ہوں گے۔ اور یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اپنے آخری والا نامہ میں جس کے بعد دو ماہ کے اندر ہی سفر آخرت فرمایا۔ یہ وصیت فرمائی کہ مناسب حال ہر شخص کے آپ خود تعلیم کریں۔ اس طرح اس دار فانی سے رخصت ہوتے وقت حضرت والا کو اپنے بعد اپنا جانشین خاص تجویز فرما گئے۔

مکتوبات کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی یاد آیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے کسی عریضہ حالات کو پڑھکر ایک صاحب سے جو اس وقت موجود تھے ایک ایسی خاص الخاص بشارت ارشاد فرمائی جو حضرت والا کی شان کو نہایت ہی ارفع و اعلیٰ قرار دیتی ہے اور ایک خاص امتیاز بخشتی ہے لیکن حضرت والا نے تاحیات اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی ہے غرض حضرت حاجی صاحب کی توجہات و عنایات بعض حیثیتوں کے اعتبار سے جس نوعیت خاص کی حضرت والا پر تھیں ویسی کسی [illegible] کیونکہ علم الٰہی میں یہ طے ہو چکا تھا کہ حضرت والا کو خانقاہ امدادیہ میں حضرت [illegible] بنا کر بٹھایا جائے اور علوم معارف امدادیہ کو بواسطہ حضرت والا [illegible] تعالیٰ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

اسی کا پیش خیمہ حضرت حاجی صاحب [illegible] ارشاد تھا جو حضرت والا سے بوقت واپسی ہندوستان فرمایا تھا جس کا ذکر مستقلاً آگے آتا ہے اور جس کا حوالہ اقتباسات مکتوبات میں آ بھی چکا ہے اس کو اجمالاً یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا۔

تو محل بخدا خانہ بھون جاکر بیٹھ جانا۔ اور جب حضرت والا کانپور کا تعلق قطع فرما کر حسب الارشاد تھانہ بھون اگر مقیم ہوئے تو حضرت والا کو تحریر فرمایا، بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لیگئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے (منقول از مکتوبات نمبر ۳۶ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

مکتوبات امداد یہ ملاحظہ ہو اقتباس نمبر (۳۱) اسی طرح مکتوب نمبر ۳۳ مورخہ ۱۶ رمضان شریف ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں، انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر مدرسہ و مسجد و حجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۳۳) الخ یہ سب ارشادات حقہ بالکل اس مصرعہ کے مصداق ثابت ہوئے ؎ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

جن حالات عالیہ کو آج ایک دنیا مشاہدہ کر رہی ہے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ شروع ہی میں دنوں پہلے اپنے نور بصیرت سے کھلی آنکھوں مشاہدہ فرما رہے تھے اب یا تو اس کو فراست و پیشینگوئی سے تعبیر کیا جائے یا دعاؤں اور تمناؤں کا نتیجہ قرار دیا جائے جن سے مکتوبات بھرے پڑے ہیں یا ثانی کو اصل اور اول کو تابع سمجھا جائے حاصل سب کا ایک ہی ہے ؎

عبارتنا شتی وحسنک واحدٌ وکل الی ذاک الجمال یشیر

خلاصہ یہ ہے کہ جو جو باطنی دولتیں بمشیت و القائے خداوندی حضرت والا کے سینہ مبارک میں ودیعت فرمانی تھیں وہ سب کی سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس چھ ماہ کی قلیل مدت قیام ہی میں بکمالہا عطا فرما کر اضمحلال بیعت کی اجازت عطا فرمادی اور اپنا جانشین و خلیفہ خاص بنا کر منصب ارشاد و تلقین پر متمکن فرمادیا

اللہ اللہ وہ کیسی مسعود و مبارک اور خلاصہ از منہ ساعت تھی جس میں ایک قطب الارشاد حکیم الامت مجدد دین ملت ایک شیخ العرب والعجم کے دست مقدس و مبارک سے دنیائے اسلام سے رسوم و بدعات کو مٹانے اور اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دکھانے مسلمانوں کو افراط و تفریط سے ہٹانے اور جادۂ مستقیم پر لانے علوم و معارف کے دریا بہانے اور خواص و عوام سب کو متمتع و مستفید فرمانے فیوض و برکات ظاہری و باطنی کو شرقاً و غرباً پھیلانے بڑے بڑے عقدہ ہائے لاینحل اور پیچیدہ و مسائل علمیہ و عملیہ کی گتھیاں سلجھانے بندگان خدا کو صحیح آداب عبودیت و اصول معاشرت سکھانے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان اور انسانوں کو صحیح معنی میں انسان بنانے تعلیم و تہذیب اسلامی کی خوبی و متانت کو عالم آشکارا اور تعلیم جدید و تہذیب نو کی ملمع کاری و نظر فریب چادر زرنگار کو پارہ پارہ کر کے اس کی دھجیاں اڑانے اور نئی روشنی کی مخفی ظلمات کھلی آنکھوں دکھلانے

Marfat.com

اہل دنیا کے قلوب میں اہل دین کا سکہ بٹھانے۔ دین و اہل دین اور علم دین و اہل علم دین کی وقعت بڑھانے اور بڑے بڑے سرکشوں کے سر جھکانے۔ شبہات جدیدہ کو اصول منطق و فلسفہ ہی کی بنا پر باطل ٹھہرانے۔ اور بڑے بڑے مدعیان منطق و فلسفہ سے بھی کتاب و سنت کے احکام و اخبار و عقائد حقہ منوانے۔ اعلاء السنن میں احادیث تائیدیہ جمع کرا کر فقہ حنفی کو چار چاند لگانے۔ ہزاروں بے نمازیوں سے نماز پڑھوانے سود خواروں سے سود اور دیگر ناجائز آمدنی والوں سے ناجائز آمدنیاں ترک کرانے اور اہل حقوق کے حقوق دلوانے صدہا اہل معاصی کے معاصی ظاہرہ و باطنہ چھڑوانے۔ بڑے بڑے مہلک امراض روحانی کے نہایت سہل سہل اور تیر بہدف معالجات اور نادر طرق اصلاح بتانے نہایت باریک باریک مکائد نفس سمجھانے۔ بڑے بڑے مہلکات طریق کی طرف توجہ دلانے اور ہلاکت باطنی سے بچانے تصوف کو بچانے اس کے موجودہ مصنوعی عباد قبا کے اس کا صدیوں کا اترا ہوا اصلی خرقہ دیرینہ پہنانے۔ اور سالکین کو سلف صالحین کے برگزیدہ اور بالکل مطابق کتاب و سنت طریق پر جو مدت دراز سے متروک تھا پھر چلانے ترغیب و ترہیب کے پر اثر مضامین سے روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو رلانے۔ بالخصوص آیات و بشارات رحمت سنانے اور ہزارہا مایوسین کی ڈھارس بندھانے۔ اور نامرادوں کی مرادیں برلانے۔ صدہا طالبین کو جن میں ہر اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ اور پیشہ کے افراد شامل ہیں محبوب حقیقی تک بہ اقرب طرق پہونچانے۔ غرض ہر شعبہ دینی خصوصاً تفسیر و تصوف کے متعلق ہر ضروری خدمت بہ احسن وجہ ابلغ وجود بجا لانے کے لئے سریر آرائے منصب ارشاد ہوا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ اس لحاظ سے کہ دین محمدی علی صاحبہ السلام والتحیۃ کی از سر نو تجدید اور رسوم قبیحہ قدیمہ و بدعات سیئہ دیرینہ کی تردید آیندہ اسی کی بدولت ہونا تھی یہ واقعہ دنیا کے اہم ترین واقعات سے بھی زیادہ اہم واقعہ تھا جو قابل صد تہنیت و مبارکباد اور لائق ہزار شکر ہے جس پر حضرت حافظ شیرازی رح کا شعر کہ یہ مصرعہ گویا صادق آتا تھا مصرعہ ہے

زدند اور حضرت حافظ رح کے اشعار دلنشین نسبت ہی سہیل ہے

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد عالم پیر دگر باره جواں خواہد شد

بیگمہ

صحابہ تہنیت پیرت ز خویش آمد کہ دوست طالب و عاشق ز نوش آمد
ہوائے نفس گفت و با زمانہ بستا وفات سنت سید رسل ز پوش آمد

Marfat.com

اس مقام پر حضرت والا کے مختلف کارناموں کو متعدد و مسلسل متعاطفات کی صورت میں اسلئے جمع کر دیا گیا ہے کہ حضرت والا کی دینی خدمات پر اس سلسلہ میں ایک اجمالی نظر ہو جائے چنانچہ بحمد اللہ مذکورہ بالا اجمالی فہرست سے جو ابھی گذری یہ مقصود حاصل ہو گیا۔

السوق من الشوق

اس موقع پر حضرت والا کے دینی کارناموں کے استحضار نے اس احقر مؤلف معروف بہ مجذوب کے جذبات شوق کو اس درجہ برانگیختہ کیا کہ قلم سے ایک پوری نظم اور وہ بھی بزبان فارسی شدت ذوق و شوق میں نکل گئی حالانکہ احقر نے فارسی بالکل نہیں پڑھی یہاں تک کہ آمدنامہ بھی نہیں پڑھا۔ نہ اس سے قبل کبھی فارسی اشعار لکھنے کا اتفاق ہوا۔ کیونکہ فارسی زبان سے بالکل نابلد ہونے کی وجہ سے اسطرف توجہ ہی ممکن نہ تھی مجھے خود حیرت ہے کہ فارسی اشعار لکھنے پر کیونکر قدرت حاصل ہو گئی سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور تھا کہ حضرت والا کی مدح ہو چنانچہ ایک نااہل کو بھی اس کا بقدر ضرورت اہل بنا دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ دوران تحریر مقام ہذا میں احقر سے ایک صاحب نے یہ فرمائش کی کہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کے منظوم شجرۂ فارسی میں اضافہ کرنے کیلئے حضرت والا کے توسل کے متعلق دو تین اشعار فارسی میں تصنیف کر دوں تاکہ حضرت والا کے خدام اس شجرہ کو پڑھتے وقت اُن اشعار کو پڑھ لیا کریں احقر نے فارسی نہ جاننے کا عذر پیش کر دیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو کچھ سرسری فکر کی پھر کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است مضامین مدحیہ کا دریا امنڈ آیا یہاں تک کہ پورے سو اشعار پر جا کر قلم کو بہ جبر روکا گیا تب بمشکل رکا۔ گویا حضرت والا کے منجھلے ماموں جناب پیر جی واجد علی صاحب کی جو بڑے زبردست ادیب فارسی تھے ذیل کی رباعی ہو بہو صادق آرہی ہے

وہ چہ شوق است کہ در دست قلم می رقصد ۔۔۔ زدم انگشت بہ پہلو کہ صنم می رقصد
خامہ را بیں کہ بہ مضمون مبارکبادی ۔۔۔ ہمچو مستان ادا با خم و چم می رقصد

اور گویا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار منطبق ہو رہے تھے

ایں زماں جاں دامنم برتافتہ است ۔۔۔ بوئے پیراہان یوسف یافتہ است
واجب آمد چونکہ بردم نام او ۔۔۔ شرح کردن رمزے از انعام او

چونکہ احقر کی نظم مذکور اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اسی پر متفرع بھی اس لئے بے اختیار جی

Marfat.com

چاہتا ہے کہ اس کو بھی حضرت والا کے کمالات و کارہائے نمایاں کی مذکورۂ بالا اجمالی فہرست کے سلسلہ میں یہاں درج کر دیا جائے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بھی بعد ملاحظہ اس تطویل کو بجائے لاطائل قرار دینے کے ہر طرح مناسب مقام ہی قرار دیں گے بلکہ انشاء اللہ تعالےٰ نہایت پُر لطف و خوشگوار پائیں گے۔ اس نظم کے دو حصے ہیں اوّل حصہ میں دُعائیہ اشعار ہیں اس کا عنوان "دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین" ہے دوسرے حصہ میں مدحیہ اشعار ہیں اس کا عنوان "دعوت سالکین برائے رجوع الی الصادقین ہے" اور مجموعہ کا نام "صدائے مجذوب" ہے۔ چونکہ دونوں قسم کے اشعار میں باہم ربط بھی ہے جیسا ملاحظہ سے معلوم ہوگا نیز دعائیہ اشعار کا نکال دینا سوء ادب بھی ہوتا پھر یہ دعائیہ اشعار نافع اور دلچسپ بھی ہیں بالخصوص طالبین و سالکین کے لئے اس لئے پوری ہی نظم کو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

صدائے مجذوب

دعائے طالبین بدرگاہ رب العالمین

الٰہی رحم کن بر حال زارم
ز دست نفس و شیطان رہ فگارم

مرا از دستبرد نفس و شیطاں
بود ہر لحظہ بیم دین و ایماں

بچشم لطف قلب من نگہدار
نگردد تا ز راہ صدق زنہار

بچشم لطف سوئے من نظر کن
مرا از نفس و شیطاں بیخبر کن

دلم را کن ز رہ خویش آگاہ
کہ بود و طریق عشق گمراہ

بحق حضرت اشرف علی شاہ
کہ شد از دست او دلہا الٰہی

ز طبعم دور کن کبر و منی را
شناسا کن ز خود اہل غنا را

نگہدار ای نفس ما را مطمئن
ز نفس غالب کن ہر دو ہیں

نگہدار حال ما ز ہر بد حال
بیارا نفس را بر عالم بسیط کن

بتقدیر خفیہ خود بہا کن
بیارم از نظر ہر جاہ را

چناں بخشا ز غیبی خود کنی ما را

ہزاراں با تو واصل شیخ و شباب اند — بدرگاہت ہزاراں بار یابند
من ناکارہ را ہم بخش بارے — من آوارہ را ہم دہ قرارے
رہم دہ پیش من صد سد باب است — حجاب اندر حجاب اندر حجاب است
من محجوب را مجذوب گرداں — محب خویش و ہم محبوب گرداں
کرامت کن الٰہی استقامت — عنایت کن عنایت کن عنایت
حیاتم را حیاتِ پاک گرداں — مماتم را مماتِ پاک گرداں
بخود[عہ] مشغول دار اندر حیاتم — اگر میرم بدہ یارب نجاتم
دم آخر بخیر انجام ما کن — بخلدم زیر پائے مصطفےٰ کن

دعوتِ سالکین برائے رجوع الی الصادقین

نہ تنہا اے دعاگو ایں دعا کن — دعا کن ہم تلاش رہنما کن
دریں رہ رہنما شرط وصول است — بخود سعی تو بیکار و فضول است
مگر رہبر بسے کم در جہانند — بشکل رہنمایاں رہزنانند
اگر خواہی شدن یابندۂ حق — مشو از ہر کسے جویندۂ حق
بجو از حضرت اشرف علی شاہ — کہ ہست اہل جہاں را حجۃ اللہ
ز جد و جہد او تجدید دیں شد — بصدق اسلاف خود را جانشیں شد
مسمیٰ بود چوں از غیب اشرف — بعہد خویش شد لاریب اشرف
دلیل و ہادی راہ شریعت — امام و قدوۂ اہل طریقت
بہ علم ظاہر و باطن یگانہ — حکیم الامۃ و قطب زمانہ
برائے دردہائے دل دوائے — پئے امراض روحانی شفائے
ز ہر مصلح بعہد خود بہ است او — کہ ہم جراح و ہم مرہم نہ است او
پئے تادیب چوں پُر قہر گردد — فدائے قہر او صد مہر گردد
بصورت مظہر شان جلالی — بمعنی مظہر شان جمالی
چہ پُر مہر آں نگاہ خشمگیں است — کہ در دلہا محبت آفریں است

عہ یہ شعر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کا ہے بامید قبول مناجات تبرکاً شامل کر دیا گیا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

نگاہ مست او بیگانہ وار است — نگر دزدیدہ بر ہر میگسار است
بسوزد او ہزاراں دل بہ آہے — کند سرمست صدہا در نگاہے
جہاں سوزد اگر در غمزہ آید — شکر ریزد اگر در خندہ آید
بہ لب خنداں بدل گریاں کند او — چہ در ظاہر چہ در پنہاں کند او
چہ گویم حال آں کو را ندیم است — عجب مجموعۂ امید و بیم است
عجب حال است پیشش حال بندہ — بخندہ گریہ و در گریہ خندہ
بہ گویائیست صد اصلاح کوشی — ہزاراں معنی دارد خموشی
برائے وعظ گفتن او چو خیزد — بسے دُرہا بسے گلہا بریزد
الا اے طوطی گویائے اسرار — مبادا از شکر خالیت منقار
ز نور حق چو قلبش طور گشتہ — وجود او سراپا نور گشتہ
رخش آئینۂ حسن نگارے — برانگیزد بہ دلہا عشق یارے
سر او عقل صد فرزانہ دارد — کنار او دل دیوانہ دارد
صراحی در بغل تسبیح در دست — کسی کم دیدہ چوں او زاہد مست
بہ ذکر اللہ او رطب اللساں است — بیاد حق دلش ہم شادماں است
چہ خوش وقتے و خرم روزگارے — کہ بر لب ساغر و در بر نگارے
عجب پُر جوش کیف ایں شراب است — کہ او در عین پیری در شباب است
بہ دل بردن عجب او را کمال است — عجب او دلبر دیرینہ سال است
بہ بیں اے خواجہ جاہ اشرف ما — بیا در خانقاہ اشرف ما
بخواہی دید اگر تو خواہی آمد — کہ فقر اندر قبائے شاہی آمد
عجائب کارہائے کارسازند — کہ یکجا مجتمع نازو [illegible]
گہے بر طارم اعلیٰ نشیند — گہے [illegible]
نہ تنہا صورت شاہانہ دارد — کہ ہم صد ہیبت شاہانہ دارد
نہ ملکے و نہ تختے و نہ تاجے — مگر شاہانہ میدارد مزاجے
ہر اہل دل زباں آور دلیرے — گم است اینجا چو گربہ پیش شیرے
کسے را پیش او تاب سخن نیست — چناں گویا زباں اندر دہن نیست

Marfat.com

چہ پیش حاجت اظہار حال است
کہ حلِ عقدہ ہا بے قیل و قال است

چہ جائے قیل و قالِ گفتگوئے
کہ ایں بزم است بزم دیدہ روئے

بگوشِ ہوش بشنو ایں سخن را
مزن دم قفل زن بر پیش و دہن را

رہے پیدا بدو از دل بہ دل کن
دلت را با دلِ او متصل کن

دلے کو با دلِ او بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

بکن خود را تو غائب در دلِ او
تماشا کن عجائب در دلِ او

تنِ او با ہمہ بالائے فرش است
دلِ او با خدا بالائے عرش است

عجب فرحت کدے ایں خانقاہ است
عجب نزہت کدے ایں خانقاہ است

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یکے ساقی و میخواراں ہزارند
دو چشمِ مستِ او مشغول کارند

بمیخانہ بہار است و بہار است
کہ در وجد و طرب ہر سبکسار است

خوشا ایں بادہ نوشانِ الٰہی
زہے رندی زہے شانِ الٰہی

مپرس از ذاکران نیم شبہا
کہ مشغول اند با دلہا و لبہا

چہ پرسی لطفِ وردِ صبحگاہی
کہ ایں لقمہ بہ است از مرغ و ماہی

پرانِ ذکر ست گوہر حجرہ تنگ است
چہ خوش ایں نغمہ ہائے عود و چنگ است

دلِ اینجا میکند اللہ اللہ
کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے
دلِ اینجا بے دوا یابد شفائے

کجائید اے خدا جویاں کجائید
کجائید اے شفا جویاں کجائید

بیائید اے طلبگاراں بیائید
بیائید اے دل افگاراں بیائید

تعالی اللہ چہ عالی بارگاہے
کہ اینجا ہر گدائے بادشاہے

کس اینجا سیم و زر آرے ندارد
مگر با کس سر کارے ندارد

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

بیا خود ترک کن کبر و منی را
چہ گویم جلوہ ہائے دیدنی را

ز شرح فیض او ذاکر زبان است
کہ کشتی بہ بحر بیکران است

بیا تا دیدہ گردد ایں شنیدہ
شنیدن کے بود مانند دیدہ

Marfat.com

نگویم غیر حق چوں امر دیں است — یقیں کن ایں ہمہ عین الیقیں است
کہ مجذوب ایں ہمہ نشنیدہ گوید — قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید
ز خاصان خدا اشرف علی است — ولی ہست و ولی ساز ولی ہست
کہ قول و فعل و حال او گواہند — جمال و ہم کمال او گواہند
شک آوردن بجز بیحاصلی نیست — کہ کار اہل دل زور و دلی نیست
ہر اہل عقل و دیں را او امام است — خلاف او شدن سودائے خام است
بدل ہر معترض ہم مائل اوست — زبان منکر مگر دل قائل اوست
ز بغض او چہ سود دشمناں است — زیاں است و زیاں است و زیاں است
نمی شاید بہ شبیراں پنجہ کردن — کہ ہست این دست خود را رنجہ کردن
ہر آں کو با ولی حق ستیزد — برائے جنگ پیش حق بخیزد
چہ باک از دشمنانِ او کہ خوارند — چہ پیشِ مہر ذراتِ غبارند
ہمہ گیری نور او عیاں است — مگر بر شپرہ چشماں نہاں است
چناں سوزِ نہانِ او عیاں شد — کز انفاسش جہاں آتش بجاں شد
ہزار افتد از و شعلہ بدامن — بگشت از مشعلے صد شمع روشن
دلش از عشق دائم زندہ بادا — بجام قبض او پابندہ بادا
چہ شد مجذوب اگر دیوانہ اوست — ہمہ عالم بہ بیں پروانہ اوست

تمت بالخیر

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اب میں پھر اصل مقصود کی طرف عود کرتا ہوں۔ جب حضرت والا مشرف بہ تکمیل باطنی ہو کر شیخ العرب والعجم کی خدمت سے رخصت ہونے لگے تو حضرت شیخ نے اپنے [illegible]
پر دو وصیتیں خاص طور سے فرمائیں ایک تو یہ کہ دیکھو میاں اشرف [illegible]
حالت پیش آئے گی عجلت مت کرنا [illegible] کے تعلق سے
دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا بلکہ اللہ اللہ کرتے ہوئے جانا [illegible]
میں ترک تعلق کو منع فرمایا تھا کیونکہ وہ زمانہ تلوین کا تھا اور اب بعد حصول تمکین خود ترک تعلق کا [illegible]
میں غرض حضرت والا بامداد اللہ الاعلیٰ بہشتی [illegible] جواں [illegible]

Marfat.com

فی الارض ہے بہ تمام وکمال منصبغ ہوکر اور اس طریق زبق کے جملہ مراحل ومدارج طے فرماکر اور جمیع کمالات واوصاف باطنی سے مشرف ومتصف ہوکر مراجعت فرمائے ہندوستان ہوئے اور حکیم الامت ہوکر اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ کو امراض روحانی سے شفایاب کرنے اور دولت باطنی سے مالا مال فرمانے میں مشغول ہوگئے۔

حال ہی کی بات ہے کہ حاجی محمد بشیر صاحب لکھنوی نے خاص حضرت والا ہی کی مجلس میں بیان فرمایا کہ ان سے جناب بخشی نذیر حسن صاحب مرحوم کانپوری نے جو ایک دیندار صالح شخص تھے عرصہ ہوا اپنا ایک مفصل خواب اس زمانہ کا بیان کیا جب کہ حضرت والا مکہ معظمہ سے حضرت حاجی صاحب ج کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرماکر واپس تشریف لا رہے تھے اور روانگی کی اطلاع کانپور پہونچ چکی تھی۔ حاجی جی نے بیان کیا کہ مجکو اس خواب کا خلاصہ ابتک یاد ہے۔ یعنی بخشی جی نے دیکھا کہ حضرت والا مکہ معظمہ سے ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور جس وقت جہاز سے اترے دفعتہً سارے ہندوستان میں ایک روشنی سی پھیل گئی اور وہ تاریکی جو اس سے قبل جہالت خواب محسوس ہو رہی تھی یک بیک دور ہوگئی اھ

آج تو الحمد للہ اس رویائے صالحہ کی تعبیر روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے اور کسی کو مجال انکار تو کیا مجال تامل بھی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس وقت حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ کیا خواب دیکھا کیونکہ گو کانپور کے لئے حضرت والا کی ذات بابرکات اس وقت بھی دافع ظلمات وناشر دینیات عموماً تسلیم کی جاچکی تھی لیکن اس قدر ہمہ گیری فیوض وبرکات کا کسی کو کیا گمان ہوگا غرض حضرت والا سرچشمۂ فیوض وبرکات ومنبع خیرات وحسنات ہوکر اپنے پیر ومرشد کی خدمت فیضدرجت سے بہ تمام وکمال بہرہ اندوز ہوکر کانپور واپس تشریف لے آئے۔ اور مشغول افاضۂ ظاہری وباطنی ہوگئے۔ اہل کانپور جو حضرت والا کے والہ وشیدا تھے اس طویل مفارقت کے بعد نہایت شاندار اور بڑے زبردست ہمیانہ پر استقبال کرنے کے اہتمام میں تھے جس کا حضرت والا کو پہلے سے احتمال قوی تھا لیکن چونکہ حضرت والا اپنی شان کو بالکل مٹاکر عبدیت کاملہ کے شرف سے مشرف ہوکر اپنے پیر ومرشد کی خدمت شریف سے تشریف لا رہے تھے لہذا نہایت اہتمام سے اپنی آمد کا اخفاء فرمایا یہاں تک کہ ایک شخص بھی اسٹیشن پر نہ پہونچ سکا اور حضرت والا دفعتہً بلا اطلاع بطور خود مدرسہ آپہونچے مشتاقین کو بڑی حیرت اور حسرت ہوئی کیونکہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے پائی اور استقبال کے سارے ارمان اور سامان یوں کے یوں ہی رہ گئے۔ حضرت والا کا مدرسہ میں پہنچنا تھا

Marfat.com

تمام شہر میں مژدۂ تشریف آوری تار برقی کی طرح دوڑ گیا اور مشتاقان زیارت جوق جوق آنے لگے اور پھر ایسا تانتا لگا کہ کسی طرح ختم ہی ہونے نہ آتا تھا۔ لوگوں نے اپنے قصد و اہتمامات استقبال کو بیان کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ اسی وجہ سے تو میں بے اطلاع چلا آیا۔

لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ گھر کے لوگ بھی ہمراہ تھے اسٹیشن پر بڑی زحمت ہوئی ہوگی۔ مگر تذکرہ میں فرمایا کہ یہ زحمت بھی کچھ نہیں ہوئی اللہ تعالےٰ نے ایسا فضل کیا کہ اتفاق سے پلیٹ فارم ہی پر ایک ڈولی مل گئی اس میں گھر کے لوگوں کو سوار کرا کے اور اسباب کو ایک قلی پر لدوا کے اسٹیشن سے باہر تک آگیا۔ پھر سواری میں بیٹھ کر یہاں چلا آیا۔ مجھے بھی کوئی زحمت نہ ہوئی اور اتنے سارے مسلمان بھی تکلیف سے بچ گئے ورنہ تکلفات میں کلفت ہی کلفت تھی۔ سادگی میں جو بات ہے وہ تکلف میں کہاں اھ۔ غرض حضرت والا مکۂ معظمہ سے واپس تشریف لا کر پھر مشغول درس و تدریس و وعظ و تبلیغ ہو گئے اور مزید برآں ارشاد و تلقین بھی شروع فرما دیا مگر دیکھنے والے دیکھتے تھے اور حیرت کرتے تھے کہ یا اللہ کیا حال تھا اور کیا ہو گیا اب تو کچھ رنگ ہی اور تھا۔

چنانچہ احقر کو اپنے والد صاحب مرحوم و مغفور کا بہت پرانا قول اب تک خوب اچھی طرح یاد ہے فرماتے تھے کہ ہم نے مولانا کا ایک تو وہ زمانہ دیکھا تھا کہ نہایت سرخ و سفید ہشاش بشاش خوبصورت اور چمکتے ہوئے پٹہ دار بال خوش لباس ایسے کہ گویا ہر وقت دولھا بنے رہتے تھے اور جوانی کا وہ عالم تھا جس کو کہتے ہیں کہ شباب پھٹا پڑتا ہے اس کے بعد پھر وہ زمانہ بھی دیکھا جب حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد تشریف لائے کہ چہرہ بالکل زرد اور اداس پژمردہ ژولیدہ حال نہ بالوں میں تیل کا اہتمام نہ کنگھی کا التزام نہ اچکن نہ انگرکھا نہ پیمک نہ بیل بوٹے صرف سادہ کرتہ اور پاجامہ حضرت والا فرمایا کرتے میرے بڑے گھر میں مجھ کو بہت پر تکلف کپڑے پہنائے رکھتی تھیں کیونکہ بیل بوٹے کاڑھنے کا بہت شوق تھا۔

غرض حضرت والا کو باطنی باغ و بہار نے ظاہری [illegible] بالکل بے پروا کر دیا تھا لیکن اس خستہ حالی پر ہزار بناؤ سنگار قربان ہوتے تھے اور پہلے سے زیادہ کشش ہوتی تھی۔ گویا حضرت والا اپنے پیر و مرشد کی خدمت سے اس شعر کے پورے پورے مصداق ہو کر تشریف لائے تھے ؎

Marfat.com

قبا دا کردہ و کاکل پریشاں کردہ می آید بہ بیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

حضرت والا پر اپنے پیر و مرشد کی خدمت سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد پھر کیفیت شوقیہ الٰہیہ کا نہایت جوش و خروش کے ساتھ ورود ہوا اور حالت سابقہ نے عود کیا مگر اب کی بار اس کا رنگ بدلا ہوا تھا قبل حاضری جو کیفیت شوقیہ تھی اس میں اضطراب تھا اس میں اشتیاق اس میں پریشانی تھی اس میں فرحت۔ اس میں کلفت تھی اس میں لذت وہ ایک گونہ ناگوار تھی یہ خوشگوارہ سیر الی اللہ تھی یہ سیر فی اللہ۔ وہ دوا دوش طریق تھی یہ طواف کعبہ مقصود وہ عدم وصول سے ناشی تھی یہ وصول سے۔ وہ وقت طلب تھا یہ وقت وصول تھا وہ زمان ہجر تھا یہ زمان وصال۔ وہ دور حسرت تھا یہ دور شوق وہ تلوین تھی یہ تمکین وہ حالت مشاہدہ سے قبل کی تھی یہ بعد کی وہ اثر عشق تھا یہ اثر حسن بمصداق قطعہ حضرت حافظ شیرازی رح ؎

بلبلے برگ گلے خوشرنگ در منقار داشت واندراں برگ و نوا خوش نالہ ہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

غرض اس مرتبہ کی بیچینی بخلاف پچھلی مرتبہ کی بیچینی کے بڑے مزے کی بیچینی تھی۔ کیونکہ یہ بے حد غایت انس مع اللہ سے ناشی تھی گویا شوق و انس دونوں سے مرکب تھی اور بجائے آثار اضطراب آثار اشتیاق نمایاں تھے جیسا کہ ابھی اوپر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مدرسہ کا رنگ ہی بدل گیا۔ درسی کتابوں کا سبق ہو رہا ہے اور ادنی مناسبت سے تصوف کے مضامین کی ہو رہی ہیں اور طالبوں پر کیفیت وجدیہ طاری ہو رہی ہے۔ بہت سے مدرسین اور طلبہ نے ذکر و شغل شروع کر دیا اور حالات عجیبہ و کیفیات غریبہ کا ورود ہونے لگا۔

حضرت والا نے شروع شروع کے جوش افاضہ میں حلقہ توجہ بھی منعقد کر دیا تھا۔ غرض مدرسہ مبدل بہ خانقاہ ہو گیا اس زمانہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت والا فرماتے ہیں کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو ذاکر و مشاغل اور ولی کامل بنا دوں۔ اس زمانہ کے رنگ کے دیکھنے والے اور حلقہ توجہ میں شامل ہونے والوں میں سے بعض کو احقر نے بھی دیکھا ہے۔ مثلاً جناب شاہ لطف رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے ایک بڑے قوی الحال خلیفہ باکمال تھے۔ بارہا احقر کے سامنے بھی کسی بات پر کبھی کسی شعر پر اس قدر شدید کیفیت طاری ہو جاتی کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور بے اختیار چیخنے چلانے اور بسمل کی طرح تڑپنے اور تلملانے لگتے ایک بار احقر کی درخواست پر مع چند دیگر احباب سفر منصوری فرمایا۔ چونکہ بہت نحیف و

نازک مزاج تھے اور چڑہائی زیادہ چڑہنی پڑی سفر سے بیحد تعب ہوا۔ عین تکان کی حالت میں جبکہ سخت چڑہائی کے موقع پر سخت پریشان تھے اور ناگواری میں احقر سے شکایت فرما رہے تھے۔ احقر نے یہ شعر پڑھ دیا ؎

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا ۔۔۔ مزا ہے دل لگانے کی مزہ ہے آشنائی کا

بس یہ شعر سننا تھا کہ تکان و تعب سب بھول گئے۔ جوش میں آکر زور سے ایک چیخ ماری اور وجد میں آکر رقص کرنے لگے۔ ان پر زیادہ تر خوف و خشیت ہی کا غلبہ رہتا تھا۔ اور اکثر مغفرت کے تذکروں پر حال طاری ہو ہو جاتا تھا بارہا دیکھا گیا کہ بے اختیار ہو ہو کر موقع بے موقع حضرت والا کے پاس پہونچ جاتے اور مغلوبیت کی باتیں کرنے لگتے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قدر خوف و خشیت کا غلبہ میں نے کسی پر نہیں دیکھا جب وہ غلبۂ حال میں باتیں کرتے تو ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کا اس وقت کلیجہ پھٹا جا رہا ہے بروایت استادی جناب مولانا سراج احمد صاحب امروہوی جو حضرت والا کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ ایک بار شاہ صاحب پر حضرت والا کی عدم موجودگی میں بحالت نماز جماعت شدید کیفیت طاری ہوئی اور نماز میں بے اختیار اللہ اللہ کر کے کبھی صف سے آگے بڑہ جاتے کبھی پیچھے ہٹ جاتے۔ حضرت والا کی واپسی سفر کے بعد بھی وہی حالت تھی۔ حضرت والا نے جب پانی دم کر کے پلایا تب جا کر سکون ہوا۔ حضرت والا نے تنبیہاً ایک اور صاحب سے جو کیفیات کے بہت متمنی رہتے تھے فرمایا کہ کیا آپ بھی اپنی ایسی ہی حالت چاہتے ہیں انہوں نے کہا نہیں حضرت یہ تو سخت حالت ہے اس کا تحمل کہاں تو باوجود ان کیفیات قویہ کے جو ابتک موجود تھیں شاہ صاحب حضرت والا کے زمانہ کانپور کے جوش و خروش کو اخیر وقت تک یاد ہی فرماتے رہے اور حضرت والا سے ویسی ہی توجہ کے طالب رہے۔ حضرت والا یہ فرما کر تسلی فرماتے رہے کہ وہ کیفیات سابقہ نفسانی تھیں اور موجودہ کیفیات لطیفہ روحانی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔

اس زمانہ کی توبہ کے آثار کی ایسی مثال تھی جیسے بڑے زور کی بارش [illegible]

اور پھر نہ بادل رہا نہ پانی۔ زمین بدستور خشک کی خشک اور آج [illegible] مثال ہے جیسے لگاتار پانی کی پھوہار برس رہی ہو جس کو جھڑی لگ [illegible] دیکھنے میں تو پھوہار ہے جو زور کی بارش کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں لیکن کیفیت یہ ہے کہ زمین کے اندر پیوست ہوتی چلی جا رہی ہے ریلے کی طرح نہیں کہ ایک ساتھ بہتا ہوا نکل گیا اور زمین کے اندر کچھ اثر ہی نہ پہونچا۔ زمین تو کاشت کے قابل ایسی ہی ہلکی ہلکی اور جمی ہوئی بارش سے ہوتی ہے۔ اھ۔

Marfat.com

احقر نے ایک بار شاہ لطف رسول صاحب رح سے حضرت والا کے اس پرانے جوش خروش کے حالات سن کر حضرت والا سے عرض کیا کہ کبھی حضرت کو بھی وہ حالات وکیفیات یاد آتی ہیں۔ فرمایا کہ اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے چاندی کا چمکدار زیور اتار کر سر سے پاؤں تک سونے کے زیورات سے لاد دیا ہو جو چاندی کے زیور کے مقابلہ میں بظاہر ماند معلوم ہوتا ہے تو کیا وہ عورت اس اترے ہوئے چاندی کے زیور کو بھی کبھی یاد کرے گی یا برخلاف اس کے شوہر کا شکر ادا کرے گی کہ چاندی کا گھٹیا زیور اتار کر سونے کا بڑھیا زیور پہنا دیا۔

غرض حضرت والا کا حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی جوش وخروش کا زمانہ تھا جس کے اثر سے طلبا و مدرسین بھی ذاکر شاغل ہو گئے تھے چنانچہ ایک طالبعلم نے بھی حضرت والا کی دیکھا دیکھی بلا مشورہ اپنے طور پر ذکر و شغل شروع کر دیا۔ اس سے اگلے ایک دن جبکہ وہ بوستاں کا سبق ایک اور مولوی صاحب سے پڑھ رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار پر ایک سخت حالت طاری ہو گئی ؎

بہ مجنوں کسے گفت کائے نیک پے — چہ بودت کہ دیگر نیائی بجے
بگرد سرت شور لیلے نماند — خیالت دگر گشت و میلے نماند
جو بشنید بیچارہ بگریست زار — کہ اے خواجہ دستم ز دامن بدار
مرا خود دل و دردمندست خیز — تو نیزم نمک بر جراحت مریز
نہ دوری دلیل صبوری بود — کہ بسیار دوری ضروری بود

اس قدر قوی حالت تھی کہ لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے۔ جو لتا اس سے کہتے جاتے کہ کہو لا الہ الا اللہ ایسا اثر تھا کہ جس سے کہتے وہ لا الہ الا اللہ کہنے پر اس وقت مجبور ہو جاتا۔ چنانچہ بہت سے ہندوؤں یہاں تک کہ ہندو کانسٹبلوں سے بھی لا الہ الا اللہ پڑھنے کو کہا تو وہ بھی بے اختیار پڑھنے لگے ان طالب علم کے ماموں کہ وہ بھی طالبعلمی کرتے تھے سخت پریشان ہونے لگے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میاں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہ تمہارا بھانجہ ولی ہو گیا۔ تڑپنے وقت وہ اپنے بھانجہ کو دبا کر بیٹھ گئے تو حضرت والا نے منع فرما دیا کہ ایسا نہ کرو۔ تڑپنے دو ورنہ گھٹ کر دم نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسی شدید کیفیات میں یہی چاہیئے کہ خوب تڑپنے دے۔ انہوں نے عذر کیا کہ چوٹ لگ جائے گی فرمایا کہ چوٹ تو دل پر لگ چکی اب ظاہری چوٹ کی اتنی رعایت رکھو کہ ان کو گرنے پڑنے مت دو مگر پکڑ دھکیں

Marfat.com

جب بازار کی طرف بھاگے ہوئے گئے تو پیچھے پیچھے ان کے ماموں اور دوسرے لوگ بھی بھاگے اور بمشکل پکڑ کر لائے جب مدرسے پہونچے تو عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا حضرت والا نے فرمایا کہ گو یہ اس وقت مکلف نہیں مگر پھر بھی یہی اچھا ہے کہ ان سے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا۔ لیکن انہیں لا الٰہ الا اللہ ہی کی رٹ لگی ہوئی تھی۔

چونکہ آداب وجد میں سے یہ ہے کہ صاحب وجد کی حاضرین بھی موافقت کریں لہٰذا حضرت والا کے ایک شاگرد مولوی محمد یونس صاحب نے یہ ترکیب کی کہ ان سے پہلے تو یہ کہا کہ لا الہ الا اللہ کا وضو کر لو۔ یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً وضو کر لیا پھر کہا کہ لا الہ الا اللہ کی نماز بھی پڑھ لو۔ چنانچہ نماز کے لئے بھی کھڑے ہو گئے۔ لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی۔ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت وغیرہ کے اشعار عشقیہ پڑھتے تھے۔ اس وقت انہیں بہت سے اشعار یاد آتے چلے گئے۔ حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا تھا۔ اس نماز میں انھوں نے سجدے بھی بے تعداد کئے۔

رات بھر یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ اس کیفیت کے سلب کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی دوسرے روز ان کو حضرت والا نے ایک صاحب تصرف ولایتی درویش میاں خاکی شاہ کے پاس جو کانپور ہی میں رہتے تھے اور جن کی توجہ حضرت والا کو معلوم تھی سلب کیفیت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے کہا یہ خوب بات ہے کہ گولی تو مار دی خود اور اب نکلوانے بیٹھے ہیں مجھ سے کچھ انہوں نے توجہ کا عمل کیا اور دوسرے روز پھر آنے کے لئے کہا لیکن شب کو اس طالب علم نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کمبختی آئی ہے۔ ایسی نعمت کو سلب کراتا ہے۔ جب یہ خواب حضرت والا نے سنا تو ان طالب علم کو ان درویش کے پاس جانے سے منع فرما دیا۔

سوچنے سے دوسری تدبیر یہ ذہن میں آئی کہ ان کے جوش وجد کو [illegible]

چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب سماع صوفی سے کہا کہ [illegible] البتہ تم ان کو اپنے یہاں لیجا کر ذرا سماع سنوا دو اور یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں آلات بھی ہوں گے۔ انہوں نے اس فرمائش کو بہت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ کیونکہ یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ مولویوں کو بھی ہماری احتیاج ہوئی۔ چنانچہ وہ ان کو اپنی جماعت کے پاس لے گئے۔ لیکن جب وہ لوگ آلات سماع لیکر بیٹھے تو وہ طالب علم بہت بگڑے کہ یہ کیا واہیات ہے مجھے معصیت میں مبتلا کرتے ہو [illegible]

Marfat.com

توڑ پھوڑ دوں گا۔ یہ کہکر وہاں سے بھاگ آئے پھر حضرت والا نے ایک خوش آواز بنگالی طالب علم سے جن کی آواز میں درد تھا کہا کہ تم ان کو کسی الگ جگہ لیجا کر کچہہ اشعار سنا دو اور اس جگہ اور کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خسروؒ کی یہ غزل ان کو خلوت میں لے جاکر سنائی ؎

از ہجر تو دل کباب تا کے — جاں در طلبت خراب تا کے
در مصحفِ روئے او نظر کن — خسروؔ غزل و کتاب تا کے

ان اشعار کو سُن کر انہیں وجد آیا اور بیحد جوش خروش ہوا اور کھڑے ہو کر زور زور سے خود بھی یہ کہتے جاتے تھے۔ تا کے، تا کے، حضرت والا تک بھی یہ آواز آرہی تھی۔ جب دل کی بھڑاس اچھی طرح نکل گئی تو پھر سکون ہو گیا۔ غرض یہ تدبیر نافع ہوئی۔ انہیں طالب علم نے یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم کسی سے بیعت ہو جاؤ انھوں نے جب عرض کیا کہ حضرت کس سے؟ تو فرمایا جس سے زیادہ اعتقاد ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا۔ جواب میں فرمایا جس سے اعتقاد ہو اس سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ مجھے تو آپ سے اعتقاد ہے۔ یہ کہہ کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے اس بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہے بلا تامل بیعت فرما لیا۔ حضرت والا نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ یہ لوگ ان کیفیات کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی بس یہ حقیقت ہے کہ صرف چار دن تک تو خوب جوش و خروش رہا پھر ویسے کے ویسے ہی ہو گئے چنانچہ وہ صاحب اب تک ہیں لیکن بالکل کورے بقول شخصے چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔ اھ

جناب شاہ لطف رسول صاحب رح کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حضرت والا کے حلقۂ توجہ میں کشف بہت ہونے لگا تھا۔ ایک بار حضرت والا کو شوق ہوا کہ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو توجہ دیں چنانچہ ان پر اس قدر اثر ہوا کہ ہاتھ پیروں میں تشنج پیدا ہو گیا اور حالت غیر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ خود حضرت والا بھی گھبرا گئے اور جلدی سے توجہ کو ہٹا کر پانی دم کر کے پلایا تب خدا خدا کر کے افاقہ ہوا۔

غرض بعد واپسی مکۂ معظمہ کچہہ عرصہ تک خوب ذکر و شغل کا ذوق و شوق احوال و مواجید کا طریان ورود اور افاضۂ باطنی کا جوش و خروش رہا جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب سترہ مورخہ ۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے بھی مترشح ہوتا ہے جس میں حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کو ارقام فرماتے ہیں کہ خط آپ کا بذریعہ ڈاک وصول ہوا کمال خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ آں عزیز کو مدام اپنی یاد

در ذوق و شوق و مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ اھ (ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۱۵) لیکن جب مقامات محصلہ میں رسوخ ہو گیا تو اس شوق نے دوسرا رنگ اختیار کیا یعنی مقامات متوقعہ کی طلب شدید دامنگیر ہوئی جس نے بمصداق اشعار ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات ضاعف اللہ بہ کل زماں عطشی

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست آنجا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

دوبارہ پھر ویسی ہی کیفیت اضطرابیہ والتہابیہ رونما کر دی جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ ابتدائے حال میں طاری ہوئی تھی۔ لیکن ان دونوں کیفیتوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا کیونکہ وہ کیفیت طلب ابتدائی سے ناشی تھی اور یہ طلب مزید سے۔ اور اس قسم کے تغیرات و تقلبات تو لوازم طریق سے ہیں۔ کیونکہ گو پانی کو سمندر میں پہونچکر سکون ہو جاتا ہے لیکن وہاں بھی مد و جزر اور تلاطم ساتھ لگا ہوا ہے۔ جس کی قوت و شدت اور شوکت و صولت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ پہاڑوں کی سر بہ فلک چوٹیوں پر بھی پہونچکر گہری گہری وادیوں سے سابقہ پڑتا ہے اور حدود بارگاہ شاہی میں داخل ہونے کے بعد بھی خاص خاص محلات میں پہونچنے کے لئے لمبی لمبی اور تیرہ تار سرنگوں میں ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

غرض چونکہ اللہ تعالےٰ کو حضرت والا کا رفع مراتب کرنا منظور تھا بفحوائے پیشینگوئی حضرت حاجی صاحب رح حضرت والا کی حالت باطنی نے پھر پلٹا کھایا اور پہلے سے بھی زیادہ تشنگی طلب نے زور دکھایا۔ چنانچہ بمصداق النہایۃ ھی العود الی البدایۃ پھر ویسی ہی حیرانی و پریشانی موجود پائی جیسی قبل قیام مکہ مکرمہ لاحق ہوئی تھی بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یہ تشنگی طلب حقیقت شناس اور لذت آشنا ہو جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی اور گو یہ پریشانی نہایت لذیذ پریشانی تھی لیکن مثل سابق کے پھر کسی دستگیر کی شدید فوری ضرورت محسوس ہوئی۔ اور پھر قدرتی طور پر اسی لذت پر نظر [illegible] ابتدا سلوک میں ایک کونہ تسلی ہو چکی تھی یعنی پھر اپنے شفیق ماموں پیر [illegible]

جن کو گاہ گاہ حالات کی اطلاع فرماتے ہی رہتے تھے اس پریشانی [illegible] خاص طور سے رجوع فرمایا۔ لیکن جو قلب انوار سنت سے منور اور رنگ [illegible] سے مصبغ ہو چکا تھا وہ اب کسی دوسرے رنگ کو کیونکر قبول کر سکتا تھا اور جو محی سنت و ماحی بدعت و مجدد ملت ہونے والا تھا اس کی طبع شریف و لطیف کیوں ہر اس شے کو رد نہ کر دیتی جس میں شائبہ بھی خلاف سنت کا ہو۔ اگرچہ اس شے کا دینے والا خود بوجہ غلبۂ حال معذور ہو۔ چنانچہ [illegible] صاحب کی توجہ بلیغہ

وتدابیرات مختلفہ نیز خاص اپنے مواجہہ میں شغل روحی وغیرہ کرانے سے بھی بجز ازدیاد اضطراب وشدت تشنگی طلب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

گو ان تدابیر سے شرح میں کسی قدر افاقہ کی سی صورت نظر آنے لگی تھی لیکن وہ افاقہ بالفاظ حضرت حاجی صاحب رح محض ظنی ومستعار تھا۔ قیام پذیر نہ تھا۔ جیسا کہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب ۲۳ کی نقل سے واضح ہوگا جو بعد کو درج کی جائے گی۔ اس اضطراب کا اصل سبب حسب ارشاد حضرت والا حصول مقصود کی غایت عجلت اور احوال وکیفیات غیر اختیاریہ کی شدت طلب ورغبت تھی۔ یہ مفرط یہاں تک بڑھا کہ اس نے بمصداق ؎

تا بدانی ہر کہ ابزداں بخواند از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

سارے مشاغل سے دل اچاٹ کر دیا۔ نہ درس وتدریس سے دلچسپی رہی نہ افاضۂ ظاہر و باطنی کا شوق رہا۔ درس وتدریس کی جانب تو خیر بے تکلف توجہ فرمانی ہی پڑی کیونکہ ایسا ترک بدیہ مشاہرہ کے واجب تھا لیکن دیگر افاضات ظاہری وباطنی مثلاً وعظ وتلقین وغیرہ کو بالکل بند فرما دیا۔ کیونکہ اول خویش بعدہٗ درویش یہاں تو اپنی ہی فکر پڑی ہوئی تھی۔ دوسروں کی فکر کا کسے ہوش تھا۔ وقت درس وتدریس سے بچتا بس محبوب حقیقی ہی کی دھن اور دھیان میں گذرتا۔ غرض سب تعلقات غیر ضروریہ کو خیرباد کہہ کر یکسوئی اختیار فرمالی۔ یہاں تک کہ وعظ کہنا بھی موقوف فرما دیا جس کے اہل کانپور بے حد دلدادہ وگرویدہ اور ایک مدت مدید یعنی شروع قیام کانپور ہی سے یعنی خود کردہ ولذت چشیدہ ہو رہے تھے۔

وعظ کا موقوف فرمانا تھا کہ تمام مسلمانان کانپور میں ایک ہل چل مچ گئی اور اس چشمۂ فیض سے جو تشنگان علوم ومعارف اشرفیہ آئے دن سیراب ہوتے رہتے تھے وہ ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہو گئے اور طرح طرح سے حضرت والا پر وعظ فرمانے کے لئے زور ڈالنے لگے۔ ایک دن خود جناب عبدالرحمٰن خانصاحب مرحوم ومغفور جو بانی مدرسہ جامع العلوم تھے اور ایک معمر وصالح بزرگ تھے بیتابانہ حاضر خدمت ہوئے والہانہ یہ شعر پڑھا ؎

نصاب حسن در حد کمال است زکاتم دہ کہ مسکین وفقیرم

حضرت والا نے نہایت دردناک لہجہ میں فرمایا کہ حضرت میں تو خود ہی فقیر ہو رہا ہوں دوسرے کو کیا دوں۔ اہ جو اپنے کو اس قدر حرماں نصیب سمجھے ہوئے ہو اور جس پر عبدیت کا اتنا غلبہ ہو اسکو کہنا وعظ کہنے کی جس میں ایک صورت ترفع اور دعوے کی ہوتی ہے کیونکر جرأت ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

اسی زمانہ میں مدرسہ کا جلسہ ہوا۔ اس میں حضرت والا کے وعظ کی سب حضرات اراکین مدرسہ کو بہت ہی شدید ضرورت محسوس ہونے لگی اور بزبان حال کہنے لگے ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شود و حیراں بگشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید

شرکت جلسہ کے لئے بیرونی حضرات علماء بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو ساتھ لے کر اراکین مدرسہ حاضر خدمت ہوئے اور بواسطہ ان حضرات کے نہایت شد و مد کے ساتھ وعظ کے لئے اصرار کرنے لگے۔ حضرت والا کے قلب سلیم میں حضرات اہل علم کا اس درجہ ادب و احترام ہے کہ نو عمر مولویوں کا بھی غایت درجہ لحاظ فرماتے ہیں اور وہ تو اکابر علماء کو سفارشی بنا کر لائے تھے حضرت والا کو نہایت درجہ تنگی واقع ہوئی کیونکہ نہ انکار فرما سکتے تھے نہ اقرار۔ جب کچھ نہ بن پڑا تو مجبور ہو کر گردن جھکالی اور رونے لگے۔ یہ حال دیکھ کر مولانا مظہر الاسلام صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا دل پانی پانی ہو گیا اور بے ساختہ یہ شعر پڑھا ؎

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بس چلئے یہاں نہیں ہو سکتا۔ یہ اپنے حال پر چھوڑ دو تنگ نہ کرو۔ مولوی شاہ سلیمان صاحب نقشبندی نے کہا کہ [illegible] لوگوں نے اصرار کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے عجیب جواب دیا کہ اگر ایسی [illegible] شخص سے وعظ کہلوایا تو بس ممبر پر بیٹھتے ہی اس کے منہ سے [illegible] نکلے گا۔ ایسی حالت پر اصرار بیجا مناسب نہیں اور [illegible] حضرت والا کا [illegible] واردکہ وعظ گفتن نمی آید۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس [illegible] میں نے وعظ کہنا چھوڑ دیا تھا نہ جانے کیا منہ سے نکل جائے [illegible] نقصان ہو جائے [illegible] خاص شاگرد [illegible] زمانہ میں پریشان حالی غالب تھی [illegible] فقاکہ آنحضرت سے [illegible] سبحان اللہ حضرت والا کو غایت حیا [illegible] زبان ہی رکنے لگی [illegible]

ہم اہل نظر کو ٹھہرا نہ سکا آشفتہ بیانی میری

Marfat.com

اسی کیفیت کے متعلق ایک اور بھی مہتم بالشان واقعہ ہے جس کو حضرت والا اکثر بیان فرمایا کرتے ہیں چونکہ اس سے بھی اس کیفیت کی جس کو اس وقت بیان کیا جارہا ہے توضیح وشرح ہوتی ہے اس لئے اس موقع پر اس کو بیان کردینا مناسب ہے۔ اس واقعہ کو خود حضرت والا نے اپنے وعظ شکر المثنوی کے اخیر میں بہ تفصیل بیان فرمایا ہے لہذا مطبوعہ وعظ مذکور کے صفحات ۲۲ و ۲۳ سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جبکہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم رحیم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی ہوا کہ مولانا رومی رح سے مشورہ لو یہ خیال کرکے مثنوی کھولی تو پہلے صفحہ پر یہ اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کے سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں ؎

چارہ ہجو و درد بیمار من ۔۔۔ می شنود و مدتش آہ سرد من
می تواند ہم کہ بے ایں انتظار ۔۔۔ رہ نماید و ادہم راہ گذار
تا ازیں طوفان دوراں وارہی ۔۔۔ بر سر گنج وصالم پا نہی
لیک شیرینی و لذات سفر ۔۔۔ ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند خویشاں برخوری ۔۔۔ کز غریبی رنج محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلّم ہے کہ تمہارا درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے۔ (اس میں میرا مقدمہ اولے تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تمکو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کردوں اور تمہیں آنے کے لئے راستہ دیدوں تاکہ تم گردش زمانہ کے طوفان سے نجات پاجاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تسلیم کیا اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے) لیکن کسی قدر تاخیر میں تمہارے لئے فائدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور ہمیشہ کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب سے مل کر جو لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے

Marfat.com

جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے اور میرے تمام مقدمات کو تسلیم کر کے اسی مقدمہ خامسہ سے شبہ کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں اس توقف میں یہ مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو۔"

اسی زمانہ میں جبکہ یہ کیفیت زور پر تھی ایک بار حضرت والا عید کے موقع پر وطن تشریف لائے ہوئے تھے بعد نماز عید حسب عادت اہل قصبہ درگاہ شاہ ولایت صاحب میں بموجودگی مجمع عام بغرض فاتحہ حاضر ہوئے۔ وہاں سب کے سامنے ایک صاحب نے حضرت والا پر اعتراض کیا کہ آپ کو اپنے ماموں پیرجی امداد علی صاحب رح سے رجوع نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہ آپ نے اپنی شان علمی کے خلاف کیا۔ کیونکہ پیرجی صاحب رح کی حالت بے تکلف شریعت پر منطبق نہیں حضرت والا بجائے اس اعتراض کے جواب دینے اور قیل وقال کرنے کے سارے مجمع کے سامنے معترض کے قدموں پر گر پڑے اور قطع نزاع کے لئے اعتراف قصور کر لیا اور فرمایا کہ ہاں صاحب ہاں میں واقعی سرتاپا قصور و خطا ہوں خدا کیلئے معاف کیجئے قیل وقال نہ کیجئے بس رہنے دیجئے میں خود ہی تسلیم کرتا ہوں کہ میں اس سے بھی زیادہ برا ہوں جتنا آپ مجھے سمجھ رہے ہیں۔ اھ۔ اس واقعہ سے غلبہ عبدیت اور قیل وقال سے غرت وحشت کا جو کچھ اثبات ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

اسی زمانہ جوش وخروش میں حضرت والا نے رہنے کا ایک مکان بمقام تھانہ بھون تعمیر کیا [illegible] اس کے کہ شان ترک بہت بڑھی ہوئی تھی یہ تجویز کیا کہ تعمیر پر لفظ خانہ آزاد [illegible] کرایا جائے لیکن جناب پیرجی صاحب رح نے اس بنا پر منع کر دیا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس میں ایک نمائش اور شہرت کی سی صورت ہے۔ اھ

ان سب واقعات سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت [illegible] قوی حال طاری تھا۔ اس موقع پر حضرت والا کا [illegible] یاد آیا جو نقل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ حضرت والا کی اس [illegible] ہے وہ شعر یہ ہے ؎

[illegible]

اس زمانہ میں [illegible]

ذیل میں جو اس کیفیت [illegible]

Marfat.com

(از حضرت حافظ شیرازی)

اے بادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی — دل بے تو بجاں آمد وقت ست کہ بازآئی
اے دردِ تو ام درماں بر سترِ نا کامی — وے یادِ تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

(از حضرت امیر خسرو رح)

حیراں شدہ ام در آرزویت — اے چشم جہانیاں بسویت
ما نیم و شکیب و خوشدلی ہا — آفاق ہمہ بگشتہ گویت
خسرو کشد تو امیر ست — چیزے کہ کیا و دزدِ کویت

جیسا کہ پہلے بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے یہ اضطراب بہت پر لطف اضطراب تھا کیونکہ اس کا منشا جیسے ارشاد حضرت والا مجلت طلب میں الرجا اور شوق مطلوب مقرون بہ امید کامیابی تھا پریشانی تو تھی لیکن وحشت نہ تھی محبوب پریشانی تھی کیونکہ ذوق و شوق کی پریشانی تھی جیسے اسی رجعت میں حضرت والا فرماتے ہیں یہی چاہتا تھا کہ بس سب کی یہی حالت ہو جائے اس سے حضرت والا کی غایت شفقت علی الخلق اور حسن اشاعت طریق جو لازم بیعت ہے ثابت ہوتی ہے ورنہ ناقصین اپنی دولت باطنی میں کب کسی دوسرے کی شرکت گوارا کرتے ہیں۔

غرض جب حضرت والا کی کیفیت تنویہ حد سے زیادہ بڑھی اور اپنے قلب میں پیر جی امداد صاحب کی بھی تدابیر سے بجائے افاقہ و تسلی و پریشانی و اضطراب میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا تب تو بہت گھبرائے اور خاص طور سے اپنے اصل دستگیر حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں پیر جی صاحب رح سے رجوع کرنے کا بھی حال صاف صاف درج کر دیا کیونکہ بالکل مخفی اور طلب صادق کی بنا پر رجوع کیا تھا بلکہ نہایت سادگی کے ساتھ اپنے لئے پیر جی صاحب کی خدمت میں آتے جاتے رہنے کی خود حضرت حاجی صاحب رح سے بھی اجازت طلب کی کیونکہ حضرت حاجی صاحب رح سے خط و کتابت کرنے کے لئے بوجہ بُعد مکانی بہت طویل مدت درکار ہوتی تھی اور یہاں عجلت طلب اور پے در پے تغیرات احوال کا یہ مقتضا تھا کہ جلد جلد عرض حال کیا جائے اور جہاں کہیں سے بھی ممکن ہو جلد سے جلد مقصود حاصل کیا جائے۔ پھر خود حضرت حاجی صاحب رح کا یہ معمول محفوظ بھی سنے ہوئے تھے فرمایا کہ سب صاحب سن لیں۔ میں اپنا بندہ نہیں بنانا چاہتا۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں کیونکہ خدا مقصود ہے [illegible] میرے پاس جو کچھ تھا اور دادا کر دیا [illegible]

Marfat.com

ضرورت ہو تو بیعت کی بھی اجازت ہے اور۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ شوق طلب عارض تھا۔ اور گو میں نے اپنے ذہن میں یہ طے کر رکھا تھا کہ اخیر میں اپنے حضرت ہی سے بالخصوص ہندوستان میں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز سے رجوع کروں گا لیکن اس احتمال پر کہ شاید کوئی خاص دولت اور جگہ بھی ہو تو لاؤ اسے بھی حاصل کر لیں اور یہ حضرات تو اپنے ہیں ہی ان سے تو آخر میں بہر حال رجوع کرنا ہے ہی اور اگر اپنے حضرات سے پہلے رجوع کر لیا تو پھر کسی دوسرے سے رجوع کرنا باعث بے ادبی ہوگا۔

غرض جب ان پریشان حالات کا خط حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہونچا تو شفقت ملاحظہ فرمائیے۔ جواب لانے والے صاحب نے حضرت والا سے واپس آکر بیان کیا کہ جس وقت آپ کا خط پہنچا ہے تو اس کو پڑھ کر حضرت حاجی صاحب پر غیرت موسم گرمی گھر کے اندر تشریف لے جاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور بار بار فرماتے کہ جوان آدمی ہیں غلبہ ہو گیا ہے تحمل نہیں ہو سکا۔ مگر جب تو اتنی دور ہوں کیا کروں اور اس پریشان صاحب سے فرمایا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں جاتا رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحب بہت خوش ہو گئے اور اس خط کا جواب لکھوا کر انہیں صاحب کے ہاتھ بھیجا اور زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی دوسرے کی طرف رجوع کرتے ہو حضرت والا ان صاحب کا بیان ہے کہ ان کی آمد سنی تو لوٹ پوٹ ہو گئے اور گویا حضرت حاجی صاحب کے یہ اشعار زبان حال پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے بلکہ ان کا مضمون ہو گئے۔

اے صبا نکہتے از خاک مدینہ بیار ۔۔۔ تا دہم دل و جان را ز غمش آرام
مکتوبت ز ما را ز دہن یار بگو ۔۔۔ نامہ ز شہ آمد ز گدا چیست پیام
تا مژدہ دہد لطف نسیم تو شمام ۔۔۔ شد از نفحات تو مشام دل و جان
[illegible] ۔۔۔ [illegible]
[illegible] ۔۔۔ [illegible]

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر — زار و بیمار غمم راحتِ جانے بمن آر
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد — یعنی از خاکِ درِ دوست نشانے بمن آر
در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم — ساغرِ می ز کفِ تازہ جوانے بمن آر

انہوں نے حضرت حاجی صاحب رح کا کرامت نامہ دیا اور زبانی پیغام بھی نقل کیا اور پھر یہ اشعار صادق آنے لگے ؎

بحمد اللہ چہ راحت یافت جان بیقرار من — کہ آمد ناگہان نامہ ز سوئے شہریار من
بایں شکرانہ بردیدہ نہادم پائے قاصد را — کہ از نامہ منور کرد چشم انتظار من

حضرت والا فرماتے ہیں کہ قبل ظہر انہوں نے حضرت کا مجھے یہ پیغام سنایا تھا بس سنتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے دہکتے ہوئے تنور پر کسی نے بھری ہوئی مشک چھوڑ دی اور جلتے ہوئے سینہ پر برف کا ٹکڑا رکھ دیا ہو۔ عصر تک نصف سے بھی کم پریشانی رہ گئی اور مغرب تک تو بس بالکل مطلع صاف تھا۔ پریشانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پھر میں نے صبح کو حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ جس کی پیشانی پر حضرت حافظ شیرازی رح کے یہ اشعار حسب حال لکھے ؎

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند — وانداں ظلمتِ شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگیٔ پیرِ مغاں — خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

اور حضرت مولانا رومی کا یہ شعر بھی لکھا ؎

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست — دست او جز قبضۂ اللہ نیست ۔ الخ

اسی زمانہ میں حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کو خواب میں بھی اس طرح دیکھا کہ پیر جی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ان کے پاس نہ بیٹھا کرو خارش ہو جائے گی اھ یہ بھی غیبی دستگیری تھی۔

حضرت حاجی صاحب رح نے جو مذکورہ بالا پیغام زبانی دیتے وقت حضرت والا کے عریضہ حالات کا جواب باصواب تحریر فرما کر دستی حوالہ فرمایا تھا۔ اس کے بعض خاص خاص فقرات کی نقل بھی حسب وعدہ درج کی جاتی ہے۔ یہ مکتوب مجموعہ مکتوبات امدادیہ کا تیئیسواں مکتوب ہے۔ حضرت حاجی صاحب اپنے اس مکتوب بہت اسلوب میں حضرت والا کو تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد دعوات زائد ذوق وشوق مع الجمعیت والانشراح وانبساط خاطر تو اصبح باد۔ خط آں عزیز رسید کیفیت حالات معلوم شد۔ نوشتہ بودند کہ از وقت ہجر زیارت صاحب [illegible] داد وہ است [illegible] انقطعی و مستمر است [illegible]

Marfat.com

طبیدہ بودند از طرف فقیر اجازت است زنا اوراد و اشغال مختلف بحالت تلوین ہم زیان است زیرا کہ اثر ہر یک جداگانہ است۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بدانکہ باعث تفرقہ و تشویشات خاطر بچند وجہ نرسودہ اند الی قولہ این علاج در ضیاء القلوب از صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ مرقوم است بعمل آرند۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند۔ ثم الی قولہ باقی حالات اینجانب زبانی مولوی عبدالرزاق صاحب معلوم خواہد شد۔ . . . . فقط ۱۳۱۳ھ غالباً

یہ مکتوب راحۃ القلوب بڑے بڑے نادر حقائق طریق و رفع تشویش خاطر کی بڑی بڑی نافع تدابیر ایق سے مملو تھا۔ لیکن جو اس والا نامہ فیض شمامہ کی روح تھی وہ حضرت کاتب یعنی حضرت حاجی صاحب کی قلبی دعا و توجہ تھی۔ چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ تدابیر مرقومہ مکتوب کے استعمال کی ضرورت ہی واقع نہ ہوئی۔ پیغام زبانی سنتے ہی اور خط پڑھتے ہی تسلی ہو گئی اور (جیسا اوپر بیان کیا گیا) مغرب تک بالکل مطلع صاف تھا۔ پریشانی کا نام و نشان بھی نہ رہا کامل سکون ہو گیا۔ اھ احقر مؤلف عرض کرتا ہے حضرت حاجی صاحب رح کی یہ مرقومہ بالا بشارت کہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواہد شد خاطر جمع دارند،، اللہ تعالیٰ نے اتنی جلد پوری فرما دی کہ برسوں کی پریشانی گھنٹوں میں ختم ہو گئی اور امداد غیبی نے حضرت والا کو گرداب تحیر و توحش سے نکالکر دفعۃً ساحل سلامت و سکون پر لا کھڑا کیا۔

اپنے ماموں صاحب سے رجوع کرنے کے متعلق حضرت والا نے جو معذرت نامہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بزبان عربی تحریر فرمایا تھا اس میں اپنی معذوری کی تفصیل بہت مؤثر الفاظ میں درج فرمائی ہے۔ اس کے اس حصہ کا اقتباس جس میں کیفیت اضطرابیہ و التہابیہ کے دفع ہونے کا حال مسطور ہے اپنے موقع پر نقل کیا جائیگا۔ بہ یہ موقع اس کے اس حصہ کے اقتباس کو نقل کرنے کا ہے جس میں حضرت والا نے خود اپنے قلم مبارک سے کیفیت اضطرابیہ مذکورہ کے بعد اس بسکون ہونے کا تذکرہ اقوام فرمایا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

ثم لما ساعدنی الجد بلقاء جناب الوالد [illegible]

لیکون مؤانسی ان یلوں [illegible]

من الخیال + وما دریت باللیلیٰ [illegible]

یا من شفی [illegible]

[illegible]

فاذکرانا مرکم وانی ھا ثم فانظر الی بحر من یاھا د
یا سیدی للہ شیئا انہ انذکر لی المجدی والی نجادی

فعلت الی وبشرنی وقال حبا وکرامہ + واقامنی علی ساحل السلامہ + فلزمت شوقا وتمنیت زیارتہ

دوش وقت سحر از عمر نبا تم دادند واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیا نیست عجب بندگی پیر مغاں خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

۵

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہ رقیتی وتریاقی

ترجمہ: بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا اپنے مرشد برحق کی دعا و توجہ کی برکت سے اس کھائی سے پار ہو گئے اور حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت سے اپنے ناموں صاحب سے علیحدگی اختیار فرمالی اور گو اس انقطاع تعلق کی خبر حاجی صاحب کو اطلاع کرنا حضرت والا کو بربنا رعایت ادب و حسن ظن و امکان تاویل گراں تھا اور اس میں اپنے ادبی محسوس فرماتے تھے لیکن شریعت کے تقاضا میں طبیعت کو مروانہ وار مقلوب فرما کر بقضائے شریعت غرہ شعبان ۱۳۱۵ھ میں حاجی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ ایک تعزیتی عریضہ لکھا اور آئندہ تعلق استفاضہ و استفادہ باطنی رکھنے سے بربنا شریعت معذرت صاف عذر یا دیا تیز کہ شیخ و مقتدا بیعت ہے بحث حفظ حرام باوجود نزاہت تربیہ خاصہ آمد و رفت کبھی ترک فرمائی لیکن ادب و حشمت کا نہ کبھی ثابت و رعایت ملحوظ خاطر رکھا اور اب تک نہایت ادب و محبت و حسن ظن کے ساتھ دنیا میں بہترین معاصر ہیں کے حالات اور حکمت آمیز کلمات اکثر لطف سے لکھ بھیجا فرمایا کرتے ہیں اور جناب پیر جی صاحب نے بھی تعلیم حضرت والا کے ساتھ حسن ظن اور حسبتہ للہ کا نہ رکھی ہے یہاں تک کہ ایک موقع پر شیخ کی خادم نے حضرت والا کے اس انقطاع تعلق کی شکایت پیر جی صاحب سے کی تو انہوں نے تبسم کے ساتھ یہ کہہ دیا اور فرمایا کہ میری اولاد سے میرا لڑکا ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں جیسے بچپن میں کبھی اس نے مجھ پر پیشاب بھی کر دیا ہوگا تو کبھی پیر نے اس کو ایک آدھ طمانچہ بھی مار دیا ہوگا ایسے ہی سب ہوا ہی ہے لیکن کسی دوسرے کو پیش نہیں جانے دیتا کہ اسکو بہکنے حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھے تو دانا مولیٰ صاحب کے ایک مرید نے ان الفاظ لکھا یا۔ اس میں لکھا تھا کہ بوجہ اختلاف مشرب فلاں شخص (یعنی حضرت والا) کی صحبت میں بیٹھنا تو مناسب نہیں لیکن بے ادبی کبھی نہ کرنا وہ اپنا گمراہ ہے شریعت کی رو سے اس پر واجب ہے اور ہمارا

علاوہ ازیں اس غائبانہ اظہار تعلق و محبت کے خود حضرت والا کو بعد اس قطع تعلق کے بھی خط میں لکھکر بھیجا تھا کہ مجھے ایک چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سینہ بسینہ بطور امانت پہونچی تھی۔ تم جوان صالح تھے اور اس امانت کے اہل تھے میں نے تمہیں وہ امانت دینی چاہی تھی لیکن تم نے لینا ہی نہ چاہا۔ اگر اب بھی لینا چاہو تو میں اب بھی وہ امانت تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں اھ۔ حضرت والا نے جواب میں لکھ بھیجا کہ اگر وہ چیز شریعت کے موافق ہے تو میں لینے کیلئے حاضر ہوں لیکن اگر سر مو بھی شریعت کے خلاف ہے تو مجھے اس سے معاف رکھیں۔

غرض حضرت والا نے بضرورت شرعیہ جناب پیر جی صاحب رح سے نہایت ادب اور [illegible] خوبی کے ساتھ علیحدگی اختیار فرمالی جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز [illegible] اس معاملہ میں خط و کتابت ہو رہی تھی بہت مسرور ہوئے اور بہت تحسین فرمائی اس خط و کتابت کا خلاصہ اوپر گذر چکا ہے جو کہ ایک جزو ہے۔ اس مکاتبت کا اُسی کا دوسرا جزو مسئلہ مولود شریف کی تحقیق بھی ہے جس کا خلاصہ خود حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا یاد یاران تذکرہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ حضرت والا سے نقل کیا جاتا ہے وہ اقتباس یہ ہے۔

"میں مدت تک مسائل اختلافیہ میں اہل الحق و اہل البدعۃ کے متعلق باوجود صحت عقیدہ کے (والحمد للہ) ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے اعمال متفرع رہے یعنی بعض اعمال رسمیہ مثل مجلس متعارف میلاد شریف و امثالہ سے جو محققین بعض مفاسد کی [illegible] عوام الناس کو مطلقاً اور ان عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں ان مفاسد کو تو میں [illegible] مذموم اور ان کے مباشر کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ ان مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا رہتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال میں جم رہی تھی کہ علت نہی کی [illegible] میں جہاں علت نہ ہوگی معلول بھی نہ ہوگا پس خواص جو کہ ان مفاسد سے مبرا ہیں ضرورت نہیں اور اسی طرح عوام کو بھی علی الاطلاق روکنے کی حاجت نہیں [illegible] سے کر ان کے ان مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہیئے بلکہ [illegible] تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح [illegible] میں عوام مخالف سمجھیں گے اور عقیدہ کی اصلاح بھی نہ ہوگی۔

ایک مدت اس حالت میں گذر گئی اور باوجود دائمی درس [illegible] کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف انتقال التفات نہیں [illegible]

Marfat.com

اذکروں کہ خود ہی نہایت رافت و شفقت سے مولوی منور علی صاحب ورجنگوی مرحوم سے اس امر
میں میری نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اسی غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا تھا کہ بعضے
درویشوں سے جن کی حالت کا انطباق شریعت پر تکلف خالی نہ تھا میں نے خیال حسن ظن و وضع
مالکیہ بعض اذکار و اشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت و صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور
لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقائد خود درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں
اور عوام کو حق و باطل پر تقریراً متنبہ کرتے رہنا دفع مفسدہ کے لئے کافی ہے سو حضرت رح نے خصوصیت
کے ساتھ اس پر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور نہایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نہایت کریم و حیا سے بالمشافہ کسی پر عتاب نہ فرماتے تھے اسی طرح حضرت قدس سرہ نے
باوجود حاضری کرنے بعد مرنے کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہیں فرمایا اور اس سے زیادہ لطف و کرم
یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اس کو محمل حسن پر حمول فرمایا اور اسی غلطی
کی ایک فرع تھی کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحب رح نے ایک تقریر وہابی مخالفت
تنازع و اختلاف مسائل مشہودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجکو اس کی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن
میں وہی خیال جما ہوا تھا اس کی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے جزو تحریر میں لایا اور حضرت
حاجی صاحب رح کے حضور میں اس کو سنایا۔

چونکہ حضرت رح کو بوجہ لزوم خلوت و قلت اختلاط مع العوام و بنا بر غلبۂ حسن ظن عوام کی
حالت اور جہالت اور ضلالت پر پورا التفات نہ تھا لامحالہ اس مفصل تقریر کو پسند نہ فرمایا اور کہیں کہیں
اس میں اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اصل مضمون حضرت رح
کے ارشاد فرما کر قلمبند کرنے کا حکم دیا تھا لہذا حضرت رح نے اس تقریر کو اپنی ہی طرف سے
لکھوایا اور خود اپنے دست مبارک سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جلد عنوان
[illegible] کیونکہ ان مقامات میں صراحتہً رد ہے صرف نجدی عقیدہ خوش فہم لوگوں کو اجمالاً رخصت دی تھی
اس لئے ان کو میں نے اپنی ہی خیال میں رکھا کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے مفاسد کا خواص پر کیوں اثر پڑے نہ کہ حضرت
قدس سرہ نے ان سب کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا مولوی صاحب نے اقرار کیا تو حضرت
کے قوت فرمانے سے بحال تو مجکو اپنی غلطی پر متنبہ ہو گیا لیکن زیادہ تعمیر خاطر کے لئے میں نے اس بارے میں
مستقل رسالہ تحریر کیا جس کا نام صراط مستقیم ہے جو مطابع سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجکو بصیرت و تحقیق کے ساتھ اپنی غلطی پر بفضلہ تعالےٰ اطلاع ہو گئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ مدت تک مغلق تھا مفتوح ہو گیا جس کا ملخص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اُس کا مباشر ہو خواہ اس کا سبب ہو پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اُسی کا عقیدہ فاسد ہو گا اور اگر وہ خواص میں ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اُس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہو گا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اسکی تقریر پہونچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہ پہونچا تو یہ شخص اُس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک کی ضلالت کا کوئی شخص سبب بن جائے تو بُرا ہے اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں اسی شخص میں ہوں لیکن قاعدہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو تو اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائے گا پس اس قاعدہ کی بناء پر اُن مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ اُن مفاسد سے احتراز کے لئے اُس فعل کو ترک کر دیں گے البتہ جو فعل ضروری ہے اور جس میں مفاسد پیدا ہوں وہاں اُس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان اُن مفاسد کی اصلاح کی جائے گی چنانچہ اس مضمون و مسائل فقہیہ سے یہ سب احکام و قواعد ظاہر ہیں ماہر پر مخفی نہیں اُن میں سے کسی قدر رسالہ اصلاح الرسوم میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے جب میرے اس خیال کی اصلاح ہو گئی تو اس کے سبب شرح صدر و انشراح اصلاح بفضلہ تعالیٰ ہو گئی چنانچہ خلاف شریعت درویشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات ہو کر فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق بھی ایک ضروری ضمیمہ لکھنا لکھا گیا جس سے اس کے متعلق اور دیگر مقالات کے سب اوہام کو رفع کر دیا گیا ہے انتہی الالتباس۔

ناظرین اوپر کی گفتگو والے کے مختلف تغیرات و انقلابات حالت علمیہ سے جو ہوا تک میرے حال میں آئے یہ معمولی اندازہ ہو گیا ہو گا اب میں اپنی شان سابق کے متعلق سے جو کہ کہیں زیادہ بلند و بالا تھی [illegible]

والد ہی کا ایک لفظ ضائع نہیں پایا آیا اور [illegible]

ارفع ہوتی ہے مثلاً [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اُس کیفیت کا ورود ہوا جس کو اصطلاح صوفیہ میں شوق کہتے ہیں خدمت پیر و مرشد میں پہونچکر وہ شوق مبدل بہ اُنس ہوگیا اور یہ اُنس اُس شوق سے ارفع تھا۔ واپسی پر پھر شوق کا ورود ہوا جو اُس اُنس اور اُس پچھلے شوق سے بھی ارفع تھا۔ اس کے بعد پھر بہ توجہاتِ حضرت حاجی صاحب رح شوق مبدل بہ اُنس ہوگیا۔ جیسا ابھی بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔ اس اُنس مع اللہ کی شان ساری کیفیات ماسبق سے ارفع و اعلیٰ تھی جس کا لازمی اثر بقول مشہور یہ ظہور پذیر ہوا "ہر کہ از حق اُنس گیرد از خلق وحشت گیرد" اور جس کا حسب ارشاد حضرت مولانا رومی یہ نتیجہ ہوا ؎

تا بدانی ہر کرا ایزد بخواند از ہمہ کار جہاں بے کار ماند

چنانچہ رفتہ رفتہ حضرت والا کو تعلقات سے وحشت شروع ہوئی اور گو جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اسی قسم کی وحشت قبل قیام مکہ معظمہ بھی ایک بار لاحق ہوئی تھی لیکن چونکہ وہ زمانہ تلوین کا تھا۔ اور یہ کیفیت بھی تلوین ہی سے ناشی تھی اور راسخ نہ تھی اور اس لئے حضرت حاجی صاحب رح نے اجازت چاہنے پر اُس وقت بھی حضرت والا کو ترک تعلق کی اجازت نہ دی تھی اور اب کی بار کی وحشت عن الخلق تمکین سے ناشی تھی اس لئے راسخ بھی تھی اور بروقت بھی تھی یہ بھلا کیونکر فرو ہو سکتی تھی (اور اس وحشت کے عروض سے حضرت حاجی صاحب رح کے اس ارشاد کے ظہور کا وقت آگیا جو فرمایا تھا کہ جب کانپور سے دل برداشتہ ہو تو تھانہ بھون جا بیٹھنا)

چنانچہ اُنس مع اللہ کے ساتھ وحشت عن الخلق بھی یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت والا کو کانپور جیسے محبوب مقام اور درس و تدریس جیسے دیرینہ دلچسپ شغل سے بھی متوحش کر دیا۔ کیونکہ یہ وہ وقت تھا کہ اب حضرت والا کو ہر طرح کامل و مکمل بنا کر خالص افادۂ باطنی ہی کے لئے مع انضمام التشریف تفویض فرما دیا گیا تھا۔

غرض دل کو کوئی بہتیرا ہی بہ غلبۂ تقاضا سے حضرت والا کو کانپور سے دل برداشتہ کر دیا حضرت والا کو کانپور اس درجہ محبوب تھا اور جب حضرت حاجی صاحب رح نے حضرت والا کو رخصت پر مامور فرمائی تھی کہ اگر کبھی کانپور سے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ نہ ٹھہرنا بھون جا کر بیٹھ جانا اُس وقت حضرت والا کو تعجب ہوا تھا کہ حضرت یہ کیوں دل بھلا کانپور سے کر دیا ہے ہونے لگا۔ مگر ان لوگوں کی محبت سے متنفر مانوس کر دیا ہے کہ میں نے کانپور کو ہمیشہ کے لئے ہندوستان ہی کی بالکل نہیں تھی کہ اگر کبھی کانپور سے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ نہ ٹھہرنا بھون جا کر بیٹھ جانا اُس وقت حضرت والا کو تعجب ہوا تھا کہ حضرت یہ کیوں دل بھلا کانپور سے کر دیا ہے ہونے لگا۔ مگر ان لوگوں کی محبت سے متنفر مانوس کر دیا ہے کہ میں نے کانپور کو ہمیشہ کے لئے ہندوستان ہی کی بالکل نہیں تھی

Marfat.com

اچھی قید لگادی نہ میرا دل کبھی کانپور سے برداشتہ ہوگا نہ ترک کانپور کی نوبت آئے گی لیکن ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں میدہد یزداں مراد متقین

کا ظہور تو بالضرور ہونا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کو تو اب حضرت والا سے کام ہی اور لینا تھا یعنی حضرت حاجی صاحب رح کا بہمہ وجوہ قائم مقام اور جانشین خاص بناکر قدیم خانقاہ امدادیہ واقع تھانہ بھون کو جو حضرت حاجی صاحب رح کی موجودگی میں مشائخ کے طبقہ میں دکّان معرفت کے لقب سے یاد کیجاتی تھی از سر نو آباد کرانا اور اس دکّان معرفت کو پھر وہی رونق اور گرم بازاری بخشنا اور اس مرکز پر بٹھلاکر علوم و معارف امدادیہ سے اکناف عالم کو بہرہ اندوز فرمانا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اور اب اس خانقاہ پر بحمد اللہ تعالےٰ دکّان معرفت کا پُرانا لقب پھر بالکل صادق آنے لگا اس مکرر آبادی خانقاہ کی یہی صورت ہوئی جو اُسوقت بیان کی جارہی ہے۔

غرض ۱۳۱۴ھ کے ختم پر حضرت والا شغل درس و تدریس اور تعلق کانپور کو یک قلم ترک کردینے پر بالکل آمادہ ہوگئے لیکن اہل کانپور سے جن کو حضرت والا کے حسن معاملہ حسن اخلاق حسن تعلیم اور حسن بیان نے انتہا درجہ کا گرویدہ کرلیا تھا پیچھا چھڑانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت والا ان لوگوں سے بہت ہی حسن تدبیر اور بلیغ اہتمام اخفا کے ذریعہ عہدہ برآ ہوسکے ورنہ اگر حضرت والا کے قصد کی انھیں پہلے سے ذرا بھی اطلاع ہوجاتی تو ہرگز نہ آنے دیتے۔ سبحان اللہ اپنی خداداد خوش فہمی اور خوش سلیقگی سے ایسا نفیس طریق اختیار فرمایا اور اس خوبی سے مدرسہ کے تعلق ملازمت کو بتدریج ترک فرمایا کہ نہ اُس کے کسی انتظامی شعبہ میں مطلق خلل پیش آیا نہ ذرا تعلیمی حرج واقع ہوا جس کا حضرت والا کو سب سے زیادہ تردد تھا اور اس کی بڑی فکر تھی کہ میری علیحدگی سے مدرسہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچے۔

چنانچہ حضرت والا نے اول تو یہ کیا کہ مدرسہ سے تنخواہ لینی [illegible] لوگوں [illegible]

کی کیونکہ انھیں شبہہ ہوا کہ جب تنخواہ نہ لیں گے تو مدرسہ [illegible] تعلق [illegible]

کا بھی خیال تھا [illegible] مدرسہ کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

یعنی خود حضرت والا کو تو سرپرست مدرسہ بنایا جاتا ہے اور اُن کی جگہ موجودہ مدرس دوم مولوی محمد اسحاق صاحب بروہانی کو مدرس اول مقرر کیا جاتا ہے اور اسی ترتیب سے سب مدرسین کو ترقی دی جاتی ہے اس پر بھی بعضوں کو شبہہ ہوا اور اس تجویز کی مخالفت کرنے لگے لیکن حضرت والا نے اُن کو بمصلحت اخفا ڈانٹا کہ آپ لوگ میری ترقی اور میری سرپرستی کو پسند نہیں کرتے اس پر وہ بیچارے خاموش ہو گئے۔

اسباق کا یہ انتظام فرمایا کہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق یہ کہکر اپنے ذمہ لے لیے کہ اُن کے اسباق مختلف اساتذہ کے پاس ہیں اور وہ زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور ان کو زیادہ وقت کی ضرورت ہے تاکہ جلدی فارغ ہو سکیں اور میرے پاس وقت زیادہ ہے اس لئے ان کے اسباق مجتمعاً میں اپنے ذمہ رکھتا ہوں۔ اس سے حضرت والا کا مطلب یہ تھا کہ میرے چلے جانے سے کسی طالب علم کا حرج نہ ہو کیونکہ قریب الفراغ طلبہ کے اسباق سے تو بعد فراغ سبکدوش ہو جائیں گے اور پھر کوئی سبق میرے پاس نہ رہ جائے گا بقیہ طلبہ بدستور دیگر مدرسین سے پڑھتے رہیں گے اب رہا نشست کا انتظام اس کی صورت اختیار فرمائی کہ جمعہ کی نماز میں منبر پر درس دینے لگے اور وعظ بیان کی کہ فارغین کی جماعت بڑھ جائے اُن کے لئے مدرسہ کی مسجد کافی نہ ہو نہیں لینا چاہئے مسجد میں تعلیم دینا جائز ہے۔ لہٰذا میں تو مسجد میں پڑھاؤں گا اور میری جگہ میں مولوی محمد اسحاق صاحب بروہانی مدرس اول ہو کر پڑھائیں گے۔

غرض اس انتظام کے ساتھ مولوی محمد اسحاق صاحب کو ہر طرح مدرسہ اول اور ہمہ وجوہ اپنا قائم مقام بنا کر مدرسہ کو اُن کے سپرد کر دیا یہاں تک کہ جو بعض انتظامی امور مدرسہ تام حق تعالیٰ کے سپرد تھے اُن کو بھی کم فرصتی کا عذر ظاہر کر کے مولوی صاحب ہی کے سپرد فرما دیا لیکن ہر تقریر کے ساتھ کہتے تھے میرا نام میرا نمبر لکھا رہے تعلیم چھٹے۔ یہ تھا اس سے ہر صاحب کہ لوگوں کو حضرت والا کے قطع تعلق کا شبہہ نہ ہو اور پھٹ نہ چل جائے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف اسی طرح نام لکھتے رہے بعد انصرف علی بالقلم محمد اسحاق اور مظہرت والا کے ترک تعلق کے بعد بھی برابر مولوی محمد اسحاق صاحب جب تک وہ مدرسہ العلوم میں رہے اسی طرح لکھتے رہے اور اسی طرح مدرسہ العلوم حضرت والا کی تعلیم کا لکھتے رہے جس کا ہر لکھنا صحیح نہ تھا بلکہ حضرت والا کے ترک تعلق کے بعد بھی برابر نام

جیسا کہ سوچا تھا بہ آسانی یہ عذر پیش کر سکے کہ اتنی بڑی جماعت کو فارغ التحصیل کرنے میں مجھ کو مشقت بہت پڑی ہے جس سے تکان ہو گیا ہے لہذا اب مجھے کچھ دن آرام لینے کی ضرورت ہے کوئی پابندی تو رہی نہ تھی کیونکہ تنخواہ لینا بند ہی کر چکے تھے لہذا آزادی کے ساتھ رخصت لیکر وطن تشریف لے آئے لیکن کسی کو قطع تعلق کے ارادہ کی مطلق اطلاع نہ ہونے دی ایک شخص سے البتہ کہا نہ تھا نہ جون سے وہاں کے ایک صاحب کو بذریعہ خط اطلاع کر دی تھی کیونکہ حضرت والا نے بعض اہل وطن کو اپنے اس ارادہ سے قبل ترک تعلق ہی مطلع کر دیا تھا لیکن جب اُن صاحب نے حضرت والا سے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے تو حضرت والا نے بغرض اخفا اُن کو ڈانٹا کہ کیا تم کو یہاں سے میرے چلے جانے کا انتظار تھا۔ مجھے اس کی شکایت ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال ہی کیوں پیدا ہوا اور مجھ سے ایسا سوال اور تذکرہ ہی کیوں کیا غرض بات وہیں ختم ہو گئی اور اس کا چرچا اور لوگوں میں نہ پھیلنے پایا۔

حضرت والا اسباب بھی اپنے ساتھ لے گئے تاکہ کسی کو شبہ نہ ہونے پائے لیکن بہت دن پہلے سے اپنے سب اسباب کو باندھنا شروع کر دیا تھا اور جب روانہ وطن سے تشریف لائے ہیں تو گٹھریاں بندھی ہوئی اور سب اسباب ایک جگہ جمع کر کے اور مقفل کر کے رکھ آئے تھے تاکہ بعد کو منگوا لینے میں سہولت رہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت کا ہونے والا ہے اُس وقت یہ حق ہے اُس کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت تک قائم ہو گئی ہو اللہ تعالیٰ کا بڑا لطف و کرم ہے کہ یہ شعار ربانی

[illegible]

Marfat.com

جب حضرت والا نے حضرت حاجی صاحب رح کو مستقل قیام تھانہ بھون کی اطلاع کی تو حضرت حاجی صاحب رح نے اسپر بہت اظہار مسرت فرمایا اور پے در پے خطوط میں دعائیں تحریر فرماتے رہے اور نہایت وثوق کے ساتھ یہ تحریر فرماتے رہے کہ بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا اھ

حضرت والا نے وطن پہونچنے کے بعد بھی کئی مہینہ تک اپنے واپس نہ آنے کے قصد سے کانپور والوں کو مطلع نہ کیا اور برابر مدرسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے اور مشورے دیتے رہے۔ جب ہر طرح اطمینان ہوگیا کہ مدرسہ کے سب کام اچھی طرح چل رہے ہیں اور کوئی اندیشہ انتظامات مدرسہ میں خلل پڑنے کا نہ رہا اسوقت حضرت والا نے مطلع کر دیا کہ اب میرا ارادہ آنے کا نہیں ہے اور حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر جو بالکل حسب حال تھا لکھ بھیجا ؎

از قیل وقال مدرسہ حالے دلم گرفت — یک چند نیز خدمت معشوق می کنم

جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہونچا تو اُن کے قلق اور اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر آپس میں مشورہ کر بصد الحاح یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے۔ حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب رح (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایماء سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں بھی بہت الحاح اور اصرار کے ساتھ التجا کی کہ حضرت والا کو کانپور میں قیام کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی جائے لیکن حضرت حاجی صاحب رح تو خود ہی اس صورت کے مدتوں پہلے سے جوز تھے وہاں سے اس کی اجازت کیونکر مل سکتی تھی اور حضرت رح حضرت والا کے مستقل قیام تھانہ بھون کو صرف مناسب ہی نہیں بلکہ خلق اللہ کے نفع کے لئے ضروری خیال فرماتے تھے جس کا ضروری ہونا اب تو سب کو مشاہد ہو رہا ہے لیکن اُسوقت حضرت حاجی صاحب رح ہی جیسے صاحب بصیرت اس جزم کے ساتھ یہ رائے قائم فرما سکتے تھے چنانچہ اپنے مکتوب ۹ ہم محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تفصیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا جس وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کان پور کا

Marfat.com

بھی دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون کا نپور سے کچھ دور نہیں ہے۔ چنانچہ کانپور کی یہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے اور ملاحظہ ہو اقتباس نمبر ۴۴۲) چنانچہ حسب ارشاد حضرت حاجی صاحب رح جب وہ لوگ بلاتے حضرت والا ہو آتے اور اکثر بلاتے ہی رہتے اور حضرت بھی نہایت خوشی سے وہاں جایا کرتے کیونکہ ان حضرات کی محبت اور خلوص کی وجہ سے حضرت والا کو بھی وہاں کے لوگوں سے بہت محبت تھی اور اب تک ہے۔ لیکن اب تو مدت سے سفر ہی منقطع ہے۔

جناب حاجی عبدالقیوم صاحب کے والد ماجد جناب حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم وقت کانپور میں نہ تھے جبکہ حضرت والا وہاں سے رخصت ہوئے کیونکہ وہ کلکتہ گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے اور انھوں نے دیکھا کہ حضرت والا تشریف لیجا چکے ہیں اور اب آنے کا بھی قصد نہیں ہے تو انہیں بے حد صدمہ ہوا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بلانے ہی کیوں دیا اگر میں ہوتا تو مدرسہ میں تالا لگا کر کنجی ان کی جیب میں ڈال دیتا اور کہہ دیتا کہ لیجئے مدرسہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنے ارادے سے کسی کو مطلع ہی کب ہونے دیا یہاں تک کہ واپس نہ آنے کے ارادے سے جا رہے ہیں۔

اس کل واقعہ سے حضرت والا کی کمال دانشمندی و حسن تدبیر و مقبولیت ہر دلعزیزی و باہر سے وہ نہ ایسے معمولوں پر عموماً اپنی ذاتی مصلحتیں ہی ملحوظ نہیں ہوتی ہیں جیسا مدرسہ سے کوئی تعلق ہی رکھتا نہ ہو آپ مدرسہ کی مصلحتوں کو دل نہیں کرتے ہیں ماشاء اللہ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ترک ملازمت کا دوسرا پہلو

خود حضرت والا جو کانپور میں [illegible]

ملازمت اگر سب ارشاد پر وہ شرعی [illegible]

ہے وقت ہو گئے اور [illegible]

منشاء اللہ تعالیٰ بطول بقاہ۔

تو کل کے متعلق [illegible]

(باقی بقیہ اقتباس نمبر ۴۴۲ میں ملاحظہ ہو) [illegible]

Marfat.com

(یعنی کانپور) کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھئے بعد ازاں پھر تھانہ بھون میں محض توکل بخدا خدا کا نام لیکر بیٹھ جائیے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب کام آپ کے درست کر دے گا انشاء اللہ تعالےٰ کوئی تردد نہ کرنا پڑے گا اھ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ یہی ظہور پذیر ہوا اللہ تعالےٰ نے نہایت فراخی کے ساتھ فتوحات ظاہری بھی عطا فرما رکھی ہیں اور حضرت والا باشاء اللہ تعالےٰ ہر لحاظ سے شاہانہ زندگی بسر فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہدایا قبول فرمانے میں بہت ہی تنگی اور احتیاط فرماتے ہیں اور متعدد شرائط جو عین مصلحت اور مناسب ہیں مقرر فرما رکھی ہیں ان کے خلاف ہرگز قبول نہیں فرماتے چنانچہ بڑی بڑی رقمیں اور قیمتی قیمتی اشیاء آئے دن آتی ہوتی رہتی ہیں لیکن اللہ تعالےٰ پھر اس سے بھی زیادہ موافق شرائط کے عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ سب حضرت حاجی صاحبؒ کی دعا اور تجویز کی برکت ہے اسی لئے حضرت والا منجملہ آداب توکل کے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلا شیخ محقق کی رائے کے اسباب کو نہ چھوڑے۔

جب حضرت والا نے اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے بعض مشتبہ اموال کو نہ لینا چاہا تو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر لو تو خوشی سے گنجائش ہے اور اگر نہ لو تب بھی اللہ تعالےٰ تم کو روزی سے کبھی پریشان نہ کرینگے جب اتنی دعائیں شامل حال تھیں پھر کیوں نہ غیبی امداد ہوتی۔

اس کے متعلق حضرت والا کا طالب علمی کے زمانہ کا ایک خواب یاد آیا۔ دیکھا کہ ایک تالاب جس میں بجائے پانی کے چاندی فوارے کی طرح اُبل رہی ہے۔ میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعبیر دی تھی کہ انشاء اللہ تعالےٰ دنیا تمہارے پیچھے پیچھے پھرے گی اور تم اُس کی طرف رخ بھی نہ کرو گے چنانچہ الحمد للہ یہی ہو رہا ہے۔ بفحوائے انتہ الدنیا دنی راغبۃ یہ تو مال کے متعلق خواب تھا ایک خواب میں جاہ کی بھی بشارت عطا فرمائی گئی تھی وہ خواب خود حضرت والا کے قلم مبارک کی لکھی عبارت میں "اصدق الرؤیا فی تشریف بعض الاشراف بالبشریٰ" سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک مردانہ مکان ہے جیسا حضرت اوستاذی مولانا محمود حسن صاحبؒ کا ہے اُس کے چبوترہ پر ایک بزرگ بہت لطیف اور نازک بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک مکلف چارپائی اور مکلف بستر پر تشریف رکھتے ہیں اُنھوں نے مجھ کو ایک پرچہ لکھکر اور مہر لگا کر دیا یہ مہر پرچہ کی تمام جوانب میں جا بجا لگی ہوئی تھی میں نے اسکو پڑھا تو اُس میں لکھا تھا کہ ہمنے تم کو عزت دی اور مہر میں تھا (صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲) پھر اسی خواب میں

۱۲ اس رسالہ کا مفصل پتہ فہرست تالیفات جو سوانح ہذا کے آخر میں منسلک ہے درج ہے ۱۲ منہ

ایک دنیادار کے مردانہ مکان میں ایک دنیوی حاکم کو میز کرسی لگائے دیکھا اُس نے بھی ایک پرچہ پر اسی طرح لکھ کر اور مہر کر کے دیا اُس میں بھی یہی مضمون تھا "ہم نے تم کو عزت دی" مگر مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔

یہ دونوں خواب بفضلہ تعالےٰ ہو بہو صادق آئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو دین و دنیا دونوں کی ایسی عزت عطا فرمائی کہ فی زماننا بے نظیر ہے جیسا کہ آج عالم آشکارا ہے۔ بڑے بڑے اہل دولت اور ملک التجار ذی وجاہت و ذی اقتدار نوّابان و رؤسا و عہدہ داران بلکہ بعض والیان ملک تک حضرت والا کی جانب نہایت نیازمندی کے ساتھ رجوع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور حضرت والا نہایت استغنا مگر تہذیب کے ساتھ اور اُن کے مرتبہ کے موافق اُن سے برتاؤ فرماتے ہیں گو یہ امر مدار قبولیت عند اللہ ہرگز نہیں لیکن عادت اللہ یہی رہی ہے کہ ایسے حضرات کی جانب جن سے عام خدمت دینی لینی ہوتی ہے اور جن کو مرکز رشد و ہدایت بنانا ہوتا ہے ہر طبقہ کے ذی وجاہت افراد کو بھی مائل کرا دیا جاتا ہے۔ تاکہ نفع عام ہو۔

حضرت والا توکل کے اندر جو حضرت حاجی صاحب رح کی تعمیل ارشاد میں اختیار کیا گیا تھا اس قدر مستقل تھے کہ شروع شروع میں کسی قدر قرض ہو گیا تو حضرت والا نے حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا اور غالباً حضرت حاجی صاحب رح کو بھی تحریر کیا۔ حضرت حاجی صاحب [illegible] مکتوب نمبر ۳۷ مورخہ ۶ رجب ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرمایا کہ آپ کی استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ظاہری اور باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اھ

اور حضرت مولانا گنگوہی رح نے حضرت والا سے پوچھا کہ کہو تو مدرسہ دیوبند میں تمہارے لئے مدرسی کی تحریک کروں۔ حضرت والا نے غایت ادب سے عرض کیا کہ میرا تو اس وقت عرض کرنے کا مقصود صرف دعا ہے باقی حضرت حاجی صاحب رح نے بعد ترک تعلق کانپور کسی اور جگہ کوئی تعلق کرنے کی ممانعت فرما دی ہے لیکن اگر حضرت کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحب [illegible] سمجھوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ حضرت حاجی صاحب [illegible] نے اپنی پچھلی تجویز کو [illegible] تجویز فرما دی ہے۔ کیونکہ تجویز موخر ناسخ ہوتی ہے تجویز مقدم کی۔

یہ سنکر حضرت مولانا گنگوہی نے فوراً [illegible]

حاجی صاحب کی ممانعت ہے تو میں ہرگز اس کے خلاف [illegible] قرض سے سبکدوش فرمائے۔ چنانچہ [illegible] دعا کی برکت سے [illegible] سبکدوشی ہو گئی اور پھر بفضلہ تعالےٰ کبھی تنگی واقع نہیں ہوئی [illegible] قلبی کے ساتھ خلق اللہ کی خدمت دینی میں مشغول ہے بالخصوص تصانیف مفیدہ [illegible]

حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت والا کی خدمات دینی کے حالات سن سنکر نہایت مسرور ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت والا سے اظہار مسرت فرماکر آخر میں فرمایا کہ بھائی میرا جی تو جب خوش ہوگا جب تمہارے پاس کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی جمع ہو جائیں گے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ آپ کی دعا سے انشاء اللہ یہ بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ حضرت مولانا رح کی یہ آرزو جلد ہی پوری ہو گئی۔ اور طالبین حضرت والا کی طرف کثرت سے رجوع کرنے لگے۔ اور اللہ اللہ کرنے والوں کا ایک مجمع کا مجمع خانقاہ میں رہنے لگا اور بفضلہ تعالےٰ ابتک یہ سلسلہ روز افزوں ہے اللھم زد فزد

حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی کبھی کبھی اپنے پاس آنے والے طالبین کو حضرت والا کے پاس بھیجدیا کرتے تھے بلکہ یہ سلسلہ وقت قیام کانپور ہی سے جاری تھا۔

مستقل قیام تھانہ بھون کے بعض حالات باطنیہ

۱۳۱۴ھ تک کے باطنی حالات اور تغیرات و تقلبات سلوک جو حضرت والا کو مختلف اوقات میں واقع ہوتے رہے بہ تفصیل بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب جو نیا دور ۱۳۱۵ھ سے شروع ہوا اس کے یعنی مستقل قیام تھانہ بھون کے بعد کے حالات معرض تحریر میں لائے جاتے ہیں جو قدرتی طور پر بہت ہی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اب تو حضرت والا سارے تعلقات کو چھوڑ کر طے منازل سلوک ہی کے لئے اپنے کو بالکل فارغ اور اسی کام کے واسطے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ہمہ تن وقف کر چکے تھے اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اسی غرض سے آکر مستقلاً قیام پذیر ہو گئے تھے۔ یہاں کی ترقیات باطنیہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ انس مع اللہ کا اسقدر غلبہ ہوا کہ ملنے جلنے والوں سے سخت وحشت ہونے لگی۔ لیکن بے مروتی کو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ مجبور ہو کر یہ ارادہ کیا کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر آبادی سے باہر سکونت اختیار کیجائے لیکن حضرت والا نے باوجود تقاضائے شدید بلا استشارہ بزرگاں بطور خود ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ مولانا گنگوہیؒ سے لوگوں کے ہجوم کی شکایت کرکے آبادی سے باہر رہنے کی اجازت طلب کی۔ مولا نے اس کی اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق نہیں رہا۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ البتہ اگر لوگوں سے ملنے جلنے کو جی نہیں چاہتا اور حرج اوقات ہوتا ہے تو سب کو جھاڑو سو کسی کی پروا نہ کرو جب اپنے کو تنگی ہو تو پھر کس کی مروت کس کا لحاظ اس ارشاد پر ایک شعر یاد آیا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

چنانچہ پھر حضرت والا نے ایسا ہی کیا بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

Marfat.com

باتو پیوستم واز غیر تو دل ببریدہ ام — آشنائے تو ندارد سر بہ بیگانہ خویش

اور زیادہ تر وقت خلوت ہی میں اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز ہی میں گذارنے لگے

بقول حضرت آشفتہ رح ؎

چہ خوشست باتو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن — در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

اور بقول حضرت حافظ رح ؎

ذکر رخ و زلف تو دلم را — دردیست کہ صبح و شام دارد

تمہید مضمون قبض و ہیبت معنون بہ الغیبہ فی الہیبہ

(جو عنقریب آنے والا ہے)

غرض بعد ترک تعلق مدرسی حضرت والا کانپور سے اپنے وطن مالوف تھانہ بھون میں آکر اور مقیم خانقاہ امدادیہ ہوکر ہمہ تن مشغول بحق ہوگئے بفحوائے ؎

بہ سودائے جاناں زجاں مشتغل — بہ ذکر حبیب از جہاں مشتغل

اور ایک عرصہ تک گویا حضرت حافظ شیرازی رح کے ان اشعار کے مصداق اور مخاطب رہے ؎

اے کہ در کوئے خرابات مقامے داری — [illegible]

اے کہ با زلف و رخ یار گذاری شب و روز — [illegible]

اور برابر نہایت سکون اور انشراح و انبساط کے ساتھ [illegible]

لیکن بھلا عشق و محبت کے کوچہ میں عافیت واقعی کہاں عشق تو گویا جنم روگ ہے [illegible]

[illegible] بھی چین نصیب نہیں کیونکہ اکثر احوال میں [illegible]

احادیث و اقوال عارفین و عشاق [illegible]

[illegible] ذیلی سرخی بیان واقعات غلبہ قبض و ہیبت [illegible]

[illegible] سے چند سطور کے بعد مذکور ہیں

[illegible]

[illegible]

یہ بھی ہے کہ اُس کو ایک جاں پر نہ رکھا جائے لہٰذا اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض و بسط یا خوف و رجا یا ہیبت و انس یا عروج و نزول یا بطور حاصل یوں کہیے کہ تشیب و فراز طریق حسب خصوصیات استعداد سالک مختلف منازل پر مختلف ازمنہ میں مختلف الوان سے کم و بیش عمر بھر میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی فصل و وصل کو کسی نے اس عنوان سے بیان کیا ہے

باعی

خواندی مارا و بازراندی مارا — راندی مارا و بازخواندی مارا
در شہر و خرابہ و بدشت و گلزار — اے عشق کجا کجا رساندی مارا

غرض سالک کے حالات میں برابر تغیرات و تقلبات لگے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے۔ کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے جو حقیقتاً ایک ہی نور کی شعاعیں ہوتی ہیں جس کو حضرت حافظ رح نے اس عنوان سے بیان فرمایا ہے ؎

ایں ہمہ عکسِ مئے و نقشِ مخالف کہ نمود — یک فروغِ رخِ ساقیست کہ در جام افتاد

اور ہر چہ از دوست رسد نیکو است کے مصداق کیونکہ محبوب کی تو ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ حسب ارشاد حضرت حافظ شیرازی رح ؎

اے ہمہ شکل تو مطبوع و ہمہ جائے تو خوش — وہ از غنچۂ شیریں شکر خائے تو خوش
ہمچو گل بر گ تری ہست و جودِ تو لطیف — ہمچو سرو چمنی ہست سراپائے تو خوش
ہم گلستانِ خیالم ز تو پُر نقش و نگار — ہم مشامِ دلم از زلف سمنسائے تو خوش
غنچۂ نازِ تو شیریں خط و خال تو ملیح — چشم و ابروئے تو زیبا قد بالائے تو خوش
پیشِ چشمم تو بمیرم کہ بداں بیماری — میکند درد مرا از رخ زیبائے تو خوش
در بیابانِ فنا گرچہ ز ہر سو خطرست — میرود حافظ بیدل بہ تولائے تو خوش

اسی طالب صفت آئینہ کے موافق حضرت والا کو بھی ترک تعلقات اور قیام وطن کے تقریباً ایک سال بعد دورانِ سلوک میں یہ سلسلہ ترقیات باطنیہ ایک نہایت ہیبتناک اور وشوار گذار گھاٹی پیش آئی یعنی قلب پر دفعتاً ایک ایسی سخت کیفیت کا ورود ہوا جس نے آن واحد میں اُس سارے انشراح و سکون باطنی کو جو ایک عرصہ سے حاصل تھا یک قلم غارت کر دیا اور حضرت والا ایک شدید ترین غم کے غم واندوہ میں مبتلا ہو گئے اور بزبان حال بلکہ حضرت والا تو خیال ہے

؎ یہ مصرعہ بدلا ہوا ہے ۱۲ منہ

کہ غالباً بزبان قال بھی بار بار بیتابانہ یہ شعر پڑھتے تھے ؎

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدہ — بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

چونکہ حضرت والا کی یہ حالت باطنی بہت ہی مہتم بالشان اور گویا سلوک کی آخری گھاٹی تھی اس لئے بغرض امتیاز اُس کی تفصیل لکھنے کے قبل اُس کا ایک عنوان بھی تجویز کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جیسا اس سے قبل بھی ایک مضمون خاص کا "السوق من الشوق" عنوان تجویز کیا جا چکا ہے وہ عنوان یہ ہے۔

الغیبہ فی الہیبہ

اس داستان غم کو شروع کرنے کے قبل خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کا ایک نہایت برمحل شعر زیب عنوان کرتا ہوں وہ شعر یہ ہے ؎

نوش ما دیدی بہ بیں ہم نیش ما — عیش ما دیدی بہ بیں ہم ریش ما

اس کے بعد بنام خدا اُس کی تفصیل بیان کرتا ہوں ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا — دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

اس دردناک افسانہ کی ابتداء ایک ناگہانی قتل کے خونیں حادثۂ جانکاہ سے ہوتی ہے جس پر گویا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نمیدانم حدیث نامہ چون است — ہمی بینم کہ عنوانش بخون است

بیان واقعات غلبۂ قبض و ہیبت

واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ مکرمہ و معظمہ جناب بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے [illegible] کو جو چرتھاول کے زمیندار اور پنشنر سب انسپکٹر تھے ایک مقدمہ کے [illegible] نے شہید کر دیا۔ اس حادثۂ عظیم کی خبر پاتے ہی جناب بڑی پیرانی صاحبہ [illegible] چرتھاول پہونچیں اور حضرت والا ہی کے اہتمام اور نگرانی میں تجہیز [illegible] حضرت والا ہی کے مواجہہ میں ہوا۔ دوران غسل [illegible] کا حسرتناک منظر برابر حضرت والا کے پیش نظر رہا اور حضرت والا کے نازک [illegible] قلب مبارک کو دزدیدہ طور پر سخت زخمی اور متاثر کرتا رہا لیکن بظاہر اس وقت حضرت والا کو کوئی خاص اثر محسوس نہ ہوا اور نہایت سکون کے ساتھ تجہیز و تکفین کے اہتمام میں مشغول [illegible]

Marfat.com

فارغ ہو کر تشریف لے آئے اور آکر دہلیز میں بیٹھے تو گھر کے اندر سے ستورات کے رونے کی آواز
آئی قلب تو زخمی ہو ہی چکا تھا اس سنتے ہی اس پر ایک ایسی کاری چوٹ لگی کہ بے چین ہو گئے اور
سخت اضمحلال قلبی عارض ہو گیا یہاں تک کہ اختلاج کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

ابھی ایک تاثر سے قلب سبکدوش نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرا ہی دن کے بعد سسرال میں
ایک اور غمی ہو گئی جس کے سامان میں گنگوہ جانا ہوا۔ اس واقعہ سے عہدہ برآ ہو کر قلب کو ایک اور
صدمہ پہونچا اور چوٹ کھائے ہوئے دل پر ایک اور چوٹ لگی۔ گو اپنی حیثیت میں تو یہ دوسرا
حادثہ پہلے حادثہ کے برابر سخت نہ تھا لیکن وہ پچھلے تاثر کے بڑھا دینے میں معین ہو گیا اسی حال میں
کہ قلب سخت مکدر و متاثر ہو رہا تھا پچھلی رات کو تہجد کے لئے وضو کر رہے تھے یک بیک بلا اختیار
ایک خطرہ منکرہ کا ورود ہوا جس کا تحمل چند الفاظ سے ہو سکتا ہے جو وقتاً متخیلہ میں وارد ہو گئے گو یہ کوئی
نئی بات نہ تھی کیونکہ اس قسم کے خطرات سالکین کو پیش آتے ہی رہتے ہیں بلکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم
بھی خطرات سے خالی نہ تھے جیسا کہ حدیث ذالک صریح الایمان سے ثابت ہے اور خود حضرت والا
کو بھی اس سے قبل بھی اور بعد بھی اس قسم کے خطرات آئے ہوں گے لیکن اس مرتبہ اس درجہ شدید اثر
ہوا کہ حضرت والا اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو گئے فرمایا ؎

تو ہستی چناں نداری دوست تو ندانی کہ ہستی چناں نداری

یہاں تک کہ خودکشی تک کے وسوسے آنے لگے چنانچہ فرماتے تھے کہ ایک بار ایک صاحب
ملنے آئے ان کے پاس اس وقت ہمرہی ہوئی ہندوق موجود تھی۔ بارہا میرے جی میں آتا تھا کہ ان سے
کہوں کہ ذرا اسکے لئے فیر کر کے میرے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کر دو کیونکہ میں اس حالت کو
بیمار اور اس بیماری کو گناہ سے اپنے آپ کو فرعون اور ہامان سے بھی بدتر پاتا تھا اپنے کو مومن اور ان کو
کافر سمجھتے کے بجائے سمجھتا تھا اور چونکہ یہ دو چیزیں ہیں اس لئے تقریب فہم کے لئے بس اس سے زیادہ
شرح نہیں کر سکتا کہ یوں سمجھتا تھا کہ جس بلا میں وہ لوگ مبتلا تھے اس سے تو ان کو ایمان لا کر
ایک منٹ میں چھٹکارا ہو سکتا تھا اور میں جس بلا میں مبتلا ہوں اس سے سابقہ سال میں بھی خلاصی
ممکن نہیں ہے۔

فائدہ اس حالت کے انکار و استبعاد عقلی کو ان دلائل نقلی سے دفع کرنا چاہیے
سے ممکن ہے فی رسالۃ القشیریہ عن جبلون رانتوفی سنۃ
قال من ظن ان نفسہ خیر من نفس فرعون فقد اظہر الکبر۔ اور اس سے بھی اقوی گرفت ہو جاتی

Marfat.com

حضرت اسامہ صحابی رض کا یہ قول ہے حتّٰی تمنیت انی اسلمت یومئذ رواہ مسلم فی باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ من کتاب الایمان جو ایک جہاد میں اُن سے غلطی ہو جانے پر اُنھوں نے فرمایا تھا جسکی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں معناہ لم یکن تقدم اسلامی بل ابتدأت لان الاسلام یمحو عنی ما تقدم و قال ھذا الکلام من عظم ما وقع فیہ اھ وجہ الدلالۃ ظاھر حیث رجح بعض الاحوال المذمومۃ علی بعض الاحوال المحمودۃ لکون الاول اقرب الی دفع الضرر من الثانی لعارض مع ان حقیقۃ الامر عکسہ فی نفسہ اور حضرت والا نے اس حالت کی شدت کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ بڑی مصیبت یہ تھی کہ اگر ذکر کرنے بیٹھتا جو کہ قرب کی حالت تھی تو ساتھ کے ساتھ وہ خطرۂ منکرہ بھی عود کرتا اور اگر عود خطرہ سے بچنے کی غرض سے ذکر کو منقطع کرنا چاہتا جو کہ بُعد تھا تو اس کو بھی کسی طرح دل گوارا نہ کرتا گویا یہ حالت تھی ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دل کشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رُخ نمائی
نزدیک آنچنانم دور آنچناں کہ گفتم — نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

غرض سخت کشمکش میں مبتلا تھا اور ایسی شدید حالت تھی کہ باوجود صحت بدنی کے موت کو حیات پر ہزارہا درجہ ترجیح دیتا تھا اھ۔

اَسبابِ اشتدادِ خطرہ

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اُس خطرۂ منکرہ کے اس درجہ مؤثر ہو جانے کے تین سبب ہیں اول تو یہ کہ پے در پے صدمات نے (جن کا ذکر ابھی کیا گیا) قلب کو پہلے ہی سے چوٹل اور گداز کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اُس میں تأثر و انفعال کی کیفیت اور قبول خطرہ کی استعداد بدرجۂ اتم پیدا ہو گئی تھی پھر جب اُس خطرۂ منکرہ کا وقوع ہوا تو قلب بوجہ نہایت ضعف و اضمحلال نہ اُس کی مدافعت [illegible] لہذا وہ دلنشین ہو کر رہ گیا۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ میں نے بعد ترک تعلق [illegible] بہت زیادہ مبالغہ کیا تھا اور تعلقات سے اپنے قلب کو بالکل یکسر [illegible] میں تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ اتنا مبالغہ مضر ہوتا ہے کیونکہ [illegible] تو قلب کو خالی کر لیا گیا اور [illegible] عالم غیب کوئی مشاہد چیز نہیں دوسری شے اُس میں اُس قوت اور تمکن کے ساتھ بھری نہ جا سکی لہذا اس خلوے قلب کی حالت میں شیطان کو وساوس ڈالنے کا بسہولت موقع مل گیا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر تیار کیا گیا تو اُس کو [illegible]

Marfat.com

گھوم پھر کر دیکھا اور جب اُس کو اندر سے خالی پایا تو اس سے خوش ہوا کہ اس کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ اپنے قابو میں نہ ہوگا (یعنی جب یہ خالی ہے تو میں اس کے اندر آسانی سے حلول کر سکوں گا چنانچہ مشہور بھی ہے "خانۂ خالی را دیو میگیرد") الفاظ حدیث موصوف کے یہ ہیں۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما صوّر اللہ آدم فی الجنۃ ترکہ ما شاء اللہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ فینظر ما ھو فلما راٰہ اجوف عرف انہ خلق خلقاً لا یتمالک۔ رواہ مسلم۔

تیسرا سبب شدّت تاثر کا یہ تھا کہ وہ خطرۂ منکرہ صورۃً کمالِ محبت کے منافی تھا لہذا بے انتہا شاق گذرا۔ اھ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایسے خطرہ پر جو صورۃً کمالِ محبت کے منافی نظر آتا تھا اس درجہ غم و اندوہ کا طاری ہو جانا تو خود کمالِ محبت پر دال تھا بفحوائے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذالک صریح الایمان لیکن کمالِ محبت میں تو صورتِ بُعد بھی مضطرب کر دینے کے لئے کافی ہے بمصداق ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود گر ز باغِ دل خلالے کم بود (یعنی بگمانِ خود)

تدابیر انسدادِ اشتدادِ خطرات

تاثر خطرہ کے اشتداد و امتداد کے ان ہر سہ اسباب کو بیان فرمانے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ان ہر سہ اسباب سے سالکین کے واسطے خطرات کے اثر کے اشتداد و امتداد کے انسداد کے لئے تین نہایت مفید اور کارآمد دستور العمل مستفاد ہوئے۔

اوّل یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لئے مقویات و مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب قویہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعۂ حزن کا جسکی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اُس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا کسی کی ہمدردی ہو یا اُس کے آثار و نتائج متیقنہ یا محتملہ کا ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اُس کا تکرار ہے یعنی بقصد اُسکو سوچنا اور اُس میں خوض و فکر کرنا یا اُس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متأثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعۂ خون سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اُس کا بار بار یاد کرنا یا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر نصوص میں لا تحزن اور لا تحزنی وارد ہے کیونکہ منہی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اُس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح

Marfat.com

اُسکا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ متایّد بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے۔ کلمۂ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اسکا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے تعزیت کی حقیقت بھی یہی ازالہ ہے اُس کا لقب شرعی اور عنوان لغوی خود اس کا مساعد ہے ایک عارف کا ایک مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما فی طبقات الکبریٰ عن الحسین بن عبد اللہ الصنجی قال لا یقطعک شیٔ عن شیٔ الا اذا کان القاطع اتم واکمل واعلیٰ عندک فان کان مثلہ او دونہ فلا یقطعک فالحکم لما غلب علی القلب اور واقعۂ غم کی یاد کی مذکورۂ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اُس کی وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھُٹ جاتی ہے اور اُس کی قوت واقعۂ غم گھُٹ جاتی ہے اسلئے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اُس واقعۂ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے اسکی بھی تائید نص سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہونچے۔ اس کے لئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اُسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے مؤثر ہونے کے لئے ضروری ہو۔ اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم و تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ قلب [illegible] ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں بفحوائے ع انائے کہ [illegible] چوں پُرد۔ جیسے اگر کوئی شخص بوتل کو ہوا سے خالی کرنا چاہے تو اس کی [illegible] پانی سے بھر دے۔ پھر اُس کے اندر نہ ہوا رہے گی نہ ہوا کا [illegible] غیبیات کا مشاہدہ اُس میں متمکن نہ ہو تو اُس حالت [illegible] ہیں کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ نفس ایک وقت میں [illegible] مباحہ میں تعلقات [illegible] ہیں مثلاً انتظامات معاش، سیر و تفریح، مطالعۂ تواریخ وغیرہ

تیسرے خطرات کے اشتداد و امتداد کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ یہانتک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد بھی اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوتے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلا قصد آویں تو وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانۂ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں وہ ضرور سامنے آئیں گی جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ پر نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر اُدھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلا قصد نظر کے سامنے ضرور رہینگے لیکن مستقل طور پر نظر اسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہیگی۔ اھ

یہ تو خطرات کے اشتداد و امتداد کے انسداد کی تدابیر مذکور ہوئیں اور اگر اشتداد و امتداد واقع ہو چکا ہو تو صورت حال حضرت والا کو پیش آئی اُس کے رفع کی تدابیر بعد کو مذکور ہوں گی۔ کیونکہ ترتیب کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اس ابتلاء کے واقعات کی تفصیل کو جو اس وقت بیان کی جا رہی ہے مکمل کیا جائے پھر جو جو اسرار و حکم الٰہیہ اس ابتلاء میں مضمر تھیں اُن کو بیان کیا جائے گا۔ اُس کے بعد اشتداد و امتداد خطرات کے رفع کی تدابیر انشاء اللہ تعالیٰ معرض تحریر میں لائی جائیں گی لہذا بمقتضائے ترتیب ہذا اب واقعات کی بقیہ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

بقیہ تفصیل واقعات غلبۂ قبض و ہیبت

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حسن اتفاق سے ابتداءً یہ ابتلاء تہجد کے وقت گنگوہ کے قیام میں پیش آیا تھا چنانچہ حضرت والا نے صبح کو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر استعلاجاً عرض حال کیا۔ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ التفات نہ کیا جائے۔ پھر حضرت والا تھانہ بھون واپس تشریف لے آئے۔ چونکہ اسباب مذکورہ کی بناء پر قلب میں انفعال کی کیفیت حد درجہ پیدا ہو گئی تھی اس لئے وہ خطرۂ منکرہ برابر عود کرتا رہا اور روز بروز زور ہی پکڑتا چلا گیا جس سے کیفیت انفعالیہ میں اور بھی ترقی ہوتی چلی گئی وَھَلُمَّ جَرًّا یہاں تک کہ اختلاج قلب کے شدید دورے پڑنے لگے اور حضرت والا چند روز ہی میں ایسے کمزور ہو گئے جیسے کوئی مدتوں کا مریض ہو۔

حکیم مولوی محمد صدیق صاحب گنگوہی سے جو اپنے مقام سب یعنی گڑھی پختہ سے تھانہ بھون آئے

Marfat.com

ہوئے تھے بغرض معالجہ رجوع کیا گیا۔ مولوی محمد یونس صاحب مرحوم جو حضرت والا کے شاگرد تھے اور حضرت والا ہی سے بیعت بھی تھے قارورہ لیکر گئے۔ حکیم صاحب نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ مجھے حیرت ہے یہ شخص زندہ کس طرح ہے۔ کیونکہ قارورہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حرارت غریزیہ بالکل فنا ہو چکی ہے۔ مولوی صاحب نے واپس آکر از راہِ سادگی حضرت والا کے سامنے یہی قول بلفظہ نقل کر دیا۔ حضرت والا نے اُنھیں بہت ڈانٹا کہ تم نے یہ کیا حماقت کی۔ بھلا ایسی بات بھی کہیں مریض سے کہی جاتی ہے اور پھر مریض بھی مریض قلب۔ وہ بہت نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی مجھسے حماقت ہوئی۔ لیکن اب تو ہوگئی اب کیا کروں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اب یہ کرو کہ پھر اس قارورہ کو لیجاؤ اور راستہ ہی سے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد آکر مجھسے کہو کہ میں حکیم صاحب کے پاس پھر قارورہ لیگیا تھا اب وہ کہتے ہیں کہ میری پہلی رائے غلط تھی یہ تو اچھے خاصے ہیں کوئی اندیشہ کی بات نہیں مولوی صاحب نے اسپر طالبعلمانہ اشکال پیش کیا کہ اس سے کیا ہوگا آپ تو خود ہی مجھے یہ سب سکھا کر بھیج رہے ہیں۔ فرمایا تمھیں اس سے کیا جو میں کہہ رہا ہوں تم یہی کرو۔ کیونکہ الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت والا واقعی اپنے قلب کو اُس وقت دیکھتے تھے کہ اس غیر واقعی اطلاع سے بھی اُسکو بہت سکون ہوا اور اُس وحشت میں کمی ہوگئی جو پہلی خبر سے پیدا ہوگئی تھی۔ کیونکہ قلب کی حالت تو اُس زمانہ میں بہت ہی نازک ہو رہی تھی ذرا ذرا سی بات کا اثر ہوتا تھا کیوں نہ ہو ع نیست بیماری چو بیماریِ دل۔

جب طبیب کے علاج سے کچھ نفع نہ ہوا تو حضرت والا نے خود ہی یہ علاج تجویز کیا کہ [illegible] سفر میں جانا چاہئے اور دوست احباب سے ملنا چاہئے کیونکہ حضرت والا کو جیسا اوپر بیان کیا [illegible] ترک مشاغل مباحہ میں غلو کا بھی منجملہ اسباب تشویش ہونا منکشف ہو چکا تھا۔ جب حضرت والا نے سفر کا قصد فرمایا تو بعض محبین اہل وطن نے حضرت مولانا گنگوہی سے جا کر عرض کیا کہ [illegible] سے بہت فیض پہونچ رہا ہے اُن کو سفر سے منع فرما دیا جائے لیکن [illegible] سے اچھی طرح واقف تھے فرمایا نہیں نہیں اس وقت اُن [illegible] ہے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔

حضرت والا نے اپنی ہی تجویز سے یہ تدبیر ظاہری بھی کی کہ مستعار بندوق لیکر میدان میں تشریف لیجاتے اور بلا نشانہ خالی فیر کیا کرتے اس سے بھی فائدہ ہوا کیونکہ بندوق کی محض آواز سے بھی قلب میں فرحت پیدا ہوتی تھی۔ غرض ادھر تو حضرت والا ایک شیخ محقق واقف طرق تربیت اور ماہر جذبات

Marfat.com

فطرت ہونے کی بنا پر اپنے فہم خداداد سے ان خارجی تدابیر نافعہ کو عمل میں لائے اور اُدھر حضرت مولانا گنگوہی رح سے برابر بذریعہ خطوط بھی اور حاضر ہو ہو کر بھی عرض حال کرتے رہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی رح شروع سے اخیر تک برابر اُسی ایک تجویز پر قائم رہے کہ خطرات منکرہ کی طرف التفات نہ کرو اور ہمیشہ اسی پر زور دیتے رہے۔ جس سے مولانا رح کی اعلیٰ درجہ کی شانِ ارشاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا اور توجہ بھی خاص طور سے فرماتے رہے۔ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی رح کا ایک یہی ارشاد کہ خطرات کی طرف التفات نہ کرو مولانا کے امام فن ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اھ

اب اس حالت کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے بعض والا نامجات کا اقتباس مکاتیب رشیدیہ سے لیکر نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

(مکتوب اول) خط آپ کا موصول ہو کر کاشف مافیہ ہوا۔ اگر یہ خوف و حزن امورِ آخرت سے ہے تو محمود ہے (چنانچہ واقع بھی یہی تھا کیونکہ امر منکر پر اگرچہ وہ غیر اختیاری ہو طبعًا محزون ہونا اُس کا منشا بجز حُبِّ حق کے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اس حُزن سے خوفِ بعد ناشی ہوا اور ان سب کا آخرت میں سے ہونا ظاہر ہے) بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا حتیٰ کہ بعض سے جان بھی دی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جانِ صدّیقاں ازیں حسرت بسوخت کاسماں بر فرقِ ایشاں خاک بیخت

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالی رح اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء اُن کے علاج سے عاجز ہو گئے آخر ایک یہودی طبیب نے اُن کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی جسمی مرض نہیں ہے بلکہ خوفِ آخرت ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے پس مژدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادت کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اُس کا جواب بدون دریافت حقیقت حال کے میں نہیں لکھ سکتا۔ اور یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو بقولے ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ مگر معہذا اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبتِ صلحاء جس قدر میسر آوے غنیمت ہے فقط والسلام۔

(مکتوب دوم) آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی میں آپ کے لئے دعاء خیر کرتا ہوں

Marfat.com

(الی قولہ) وسوسۂ مذکورہ میں اندیشۂ سوء خاتمہ بھی منجملۂ اوہام ہے اس کو حتی الوسع دفع کرتے رہیں اور اجر و تکفیر (سیئات) بھی یقینی ہے انشاء اللہ تعالیٰ الخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا گنگوہی رح سے رجوع کرنے کے علاوہ حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو بھی جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہے اور وہاں سے بھی تدبیرات و بشارت و دعوات حاصل ہوتی رہیں چنانچہ مکتوبات امدادیہ کے مکتوب نمبر ۴۴ مورخہ یکم رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الحمد للہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف و رجا ہے اسی کو ہیبت و انس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جاتا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہئے اھ دوسرے مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں خط آپ کا دوسرا بھی پہونچا پہلے خط کے جواب میں لکھدیا گیا ہے۔ مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا فقیر دعا کرتا ہے (الی قولہ) جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے اھ۔ پھر مکتوب نمبر ۴۶ مورخہ ۸ شعبان ۱۳۱۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے پہلے آپ کو لکھدیا گیا ہے (الی قولہ) اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا ہی کرتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ہو جاؤ گے فقیر دعا کرتا ہے انہ سمیع قریب اھ

پھر مکتوب نمبر ۴۷ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ میں بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیۂ قبض ہے وہ بھی رفع انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔ فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کرے اھ پھر مکتوب نمبر ۴۸ مورخہ ۱ ذوالحجہ ۱۳۱۶ھ میں بھی استحسان حالت تحریر فرمائی اور پھر مکتوب نمبر ۴۹ مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۱۷ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی فرماوے اھ۔ واقعات اور مکتوبات کی تاریخوں سے مظنون ہوتا ہے کہ تقریباً ایک سال تک یہ غلبہ [illegible] رہا اور یہ سال حضرت والا کے دور سلوک کا گویا عام الحزن تھا [illegible] بجز خود حضرت والا کے کوئی دوسرا کر نہیں سکتا بفحوائے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل — کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست — حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

چنانچہ حضرت والا "الابتلاء لاھل الاصطفاء" میں ایک طالب کو جنہوں نے اپنی سخت سخت باطنی پریشانیوں کی ایک طویل تفصیل لکھ کر بھیجی تھی تحریر فرماتے ہیں کہ جو جو مضائق [illegible]

Marfat.com

وعقبات وبلیات آپ نے لکھی ہیں یہ تو سو حصّوں میں سے ایک حصّہ بھی نہیں جو جو بعض کو پیش آتے ہیں اسوقت مجھ کو بعض (میرا و خود حضرت والا) کے احوال یاد آ گئے اور سر سے پاؤں تک اُس نے مجھ کو ہلا دیا ہے کہ مشکل سے اپنے کو سنبھال کر لکھنے کو موقوف نہیں کیا الخ (منقول از مقدمہ تبویب تربیت السالک) اس تحریر کی تاریخ ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۲ھ ہے یعنی حالت غلبۂ ہیبت کے فرو ہو جانے کے پندرہ برس بعد بھی آپکی کیفیت کے محض تصوّر نے حضرت والا کو سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔ اللہ اکبر اسی سے ناظرین اندازہ فرمالیں کہ جس کیفیت کے محض تصوّر نے اور وہ بھی اتنی طویل مدت گذر جانیکے بعد اس درجہ اثر کیا اُسکے عین طریان کے زمانہ میں حضرت والا پر نہ معلوم کیا گذرتی ہوگی

غرض جس حالت کا بیان کیا جا رہا ہے وہ بہت ہی شدید قسم کی حالت تھی جس کا اتنی مدت تک تحمل بہ اعانتِ خداوندی و بہ توجہات بزرگان حضرت والا ہی جیسے عالی ظرف اور راسخ الایمان سے ہو سکا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بدحواسی میں ضرور اپنے ایمان یا جان یا ایمان اور جان دونوں کا سخت نقصان کر بیٹھتا چنانچہ خود احقر کو بعض اہل قبض کے حالات معلوم ہیں جن کی ایسی خطرناک حالت ہو گئی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی برکت و دعا و توجہ سے جلد افاقہ نہ ہو جاتا تو وہ کہیں کے بھی نہ رہے تھے نہ دین کے نہ دنیا کے دونوں ہی جہان سے گئے گذرے تھے حالانکہ حسب ارشاد حضرت والا اُن کی حالت ہزارواں حصّہ بھی اُس حالت کی نہ تھی جو خود حضرت والا پر طاری ہوئی تھی۔

حضرت والا کی تواضع اور صدق طلب بھی قابلِ صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستغنی نہیں سمجھا۔ جب بھی ضرورت پیش آئی بلا ادنیٰ تامل علاوہ اپنے پیر و مرشد کے اپنے بڑے رتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض حال کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو حضرت حاجی صاحب کے خلیفۂ مجاز تھے اس حالت کو ظاہر کیا۔ سید صاحب نے بھی حال سُن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی۔ اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لئے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گذرتا ہوا نظر آتا ہے آہ اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ شیخ اور مربیٔ باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سُن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی بھی کامل درجہ کے تھے اھ۔

غرض بفضلہ تعالیٰ حضرت والا سلوک کی اس دشوار گذار اور آخری گھاٹی سے بہ توجہات

تدبیرات و دعواتِ بزرگان پار ہو گئے اور حُسنِ اتفاق دیکھئے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ بشارت کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب گھاٹیوں سے پار ہو جاؤ گے حضرت حاجی صاحبؒ کی حیات ہی میں پوری ہو گئی کیونکہ حضرت والا کی اس حالت کے فرو ہونے کے چند ماہ بعد ہی دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے گویا اپنے سامنے ہی حضرت والا کو سب گھاٹیوں سے پار کرا گئے اور حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر صادق آگیا ؎

آں پریشانیٔ شبہائے دراز و غمِ دل ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

اس جگہ حضرت حافظ شیرازی رح کی دو غزلیں بھی یاد آگئیں جن میں سے پہلی غزل حالتِ ابتلاء کے اور دوسری غزل حالتِ سکون کے مناسب ہے وہ دونوں غزلیں بمناسبت مقام ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی غزل

(مناسب حالتِ ابتلاء)

نفس برآمد و کامم از تو برنمی آید
فغاں کہ بختِ من از خواب برنمی آید

نگر بروئے دل آرائے یار من ورنہ
بہیچ گونہ دگر کار بر نمی آید

دریں خیال بسر شد دریغ عمر عزیز
بلائے زلفِ سیاہت بسر نمی آید

چناں بحسرتِ خاکِ درِ تو می میرم
کہ آبِ زندگیم در نظر نمی آید

بسے حکایتِ دل ہست با نسیمِ سحر
ولے بہ بختِ من امشب سحر نمی آید

قدِ بلندِ ترا تا ببر نمی گیرم
درختِ کامِ مرا ادم ببر نمی آید

مقیمِ زلفِ تو شد دل کہ دشمنِ ہوائے دشت
ہمیشہ تیرِ نگاہِ من خطا نہ شد

کنوں چہ شد کہ یکایک
ز بسکہ شد دلِ حافظ زمیدہ از ہمہ کس

دوسری غزل

(مناسب حالتِ سکون)

روزِ ہجران و شبِ فرقت یار آخر شد
از غمِ ایں فالِ کہ نشناخت و بسر آخر شد

Marfat.com

آں ہمہ ناز و تنعّم کہ خزاں می فرمود — عاقبت در قدم باد بہار آخر شد
بعد[1] ازیں نور بہ آفاق دہیم از دل خویش — کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد
آں پریشانی شبہائے دراز و غم دل — ہمہ[2] در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد
ساقیا عمر دراز و قدحت پُر می باد — کہ بسعی تو امم اندوہ خمار آخر شد
خطاب بشیخ ۱۲
شکر ایزد کہ بہ اقبال گلہ گوشۂ گل — نخوت باد دے و شوکت خار آخر شد
صبح امید کہ بد معتکف پردۂ غیب — گو برون آئے کہ کار شب تار آخر شد
گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود — حل ایں عقد ہم از روئے نگار آخر شد
در شمار ار چہ نیاورد کسے حافظ را — شکر کاں محنت بیحد و شمار آخر شد

اس حالت کے طریان کے زمانہ میں حضرت والا نے بیعت لینا اور تعلیم و تلقین کرنا سب موقوف فرما دیا تھا کیونکہ اس حالت میں تو حضرت والا اپنی فکر میں شب و روز مبتلا تھے دوسروں کی جانب توجہ کرنے کی کہاں فرصت تھی اور کسے ہوش تھا۔ طالبین بہت اصرار کرتے لیکن حضرت والا عذر فرما دیتے اور از راہ تدین صاف فرما دیتے کہ ایسی حالت میں مجھ سے رجوع کرنا بالکل بے سود ہے کیونکہ میں تو اپنے ہی غم میں گرفتار ہوں۔ لیکن ایک صاحب بریلی میں بہت ہی مصر ہوئے اور باوجود اس کے کہ حضرت والا نے صاف طور پر متنبہ فرما دیا تھا کہ کچھ نفع نہ ہوگا پھر بھی اصرار کر کے بیعت ہو ہی گئے مگر حسب ارشاد حضرت والا بیعت سے اُن کی حالت میں کوئی اصلاحی تغیر واقع نہ ہوا اور حضرت والا کی فراست کہ کچھ نفع نہ ہوگا بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

حضرت والا کی اس خاص حالت باطنی یعنی غلبۂ ہیبت کے متعلق ضروری ضروری واقعات بیان کئے جا چکے اب آخر میں خود صاحب واقعہ یعنی حضرت والا کے قلم مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں اس حالت کی مختصر کیفیت جو حضرت والا نے اپنی تصنیف یاد یاراں (تذکرۂ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز) میں بضمن احسانات مولانا تحریر فرمائی ہے درج ذیل کی جاتی ہے وہی ہذا۔

"اور دوسرا احسان متعلق باطن کے سو اس کی تفصیل میں چونکہ مخفیات کا اظہار بھی ہے اور نیز وہ قصہ بھی نہایت دردناک اور ناگوار ہے اس لئے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری شامت اعمال و کثرت معاصی سے (یہ سوء ظن بنفسہ قابل تقلید ہے" مؤلف) مجھ پر ایسی ایک

[1] چنانچہ بفضلہ تعالیٰ بعد سکون غلبۂ قبض و ہیبت ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے ۱۲ [2] یعنی ظل عاطفت مرشد ۱۲

Marfat.com

حالت شدید طاری ہوئی تھی کہ باوجود صحت بدنی کے زندگی سے مایوسی تھی بلکہ موت کو ہزار ہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اس کو اس سے زیادہ عنوان سے تعبیر نہیں کر سکتا ؎

دوگونہ رنج وعذاب ست جان مجنوں را بلائے فرقت لیلیٰ و وصلت لیلیٰ

اُس وقت حضرت قدس سرہٗ نے دعا و تعلیم و ہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش وحواس درست ہوئے اور جان میں جان آئی اور اُس حالت کے طریان سے اور پھر اُس کے زوال کے منافع بحمداللہ محسوس ہوئے۔ ان دونوں احسانوں کو عمر بھر نہ بھلوں گا اور مکلم بھی یہی ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

تبدیل حالت قبض وہیبت بحالت بسط وانس

(جس پر احقر مؤلف حضرت مولانا صاحب سوانح کے حضور میں نہایت ادب ومسرت کے ساتھ حضرت عارف شیرازی کا یہ اشعار ایک تبسم ہیں کرتا ہے ؎

حافظ شب ہجراں کہ چو زلف تو دراز است ۔۔۔ نالہ بہ امید سحر عاشق شیدائی

رسید مژدہ کہ صبح طرب نزدیک است ۔۔۔ بخند ای گل کہ بانگ غم تو می آید

یہ ابتدائے شدید جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی حضرت والا کے سلوک کی سخت ترین اور آخری گھاٹی تھی جس سے بحمداللہ تعالیٰ وبتوجہات بزرگان حضرت والا پار ہو کر بفضلہ تعالیٰ پھر جمعیت باطنی واشراح قلبی حاصل ہو گئی اور یہ وہی ہے۔ والحمد للہ۔ بسبب اپنا دانش اور ذوق دشوق کی عمدہ کرامتی مبسوط اشعار ہیں ؎

باز آ باز آ اے ہمہ سنگ دل ۔۔۔ باز آ باز آ اے ہمہ سنگ دل

باز آ باز اے ہمہ سنگ دل ۔۔۔ باز آ باز آ اے ہمہ سنگ دل

بلکہ اس شدید [illegible]

پذیرفتہ اور جو انشاح [illegible]

[illegible]

[illegible]

ضمیمہ۔ [illegible]

[illegible]

شرح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ غلط فہمی واقع نہ ہو صاحب مقام ہوجانیکے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہوجاتا ہے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا تغیرات عارضی تو بربنار مصالح لوازم سلوک سے ہیں جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن اُن میں اشتداد و امتداد و اعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہوجانیکے بعد بھی موسم کے بدلنے یا دیگر اسباب خارجی سے احیاناً کبھی زکام ہوجاتا ہے کبھی طبیعت کسلمند ہوجاتی ہے کبھی بخار بھی چڑھ آتا ہے مگر اس قسم کی عارضی شکایات صحت طبعیہ کے منافی نہیں ہوتیں غرض اعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیاناً اُس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو اور اگر آثار حال غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیاناً اُس میں آثار مقام بھی پائے جائیں جیسے وہ شخص صحیح المزاج ہے جسمیں آثار صحت غالب ہوں گو کبھی کبھی کسی خلط کا غلبہ بھی ہوجائے اور وہ شخص مریض ہے جسمیں آثار مرض غالب ہوں گو کبھی کبھی اس کو افاقہ بھی ہوجاتا ہو۔

غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبۂ حال ہوجاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر بھی کبھی کبھی اُن حضرات کی شان کے موافق غلبۂ حال طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبۂ حال ہی سے ناشی تھا بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبۂ حال منقول ہے حالانکہ اُن میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے مُنہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن صاحب مقام پر جو غلبۂ حال ہوتا ہے اُس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہوجاتا ہے کہ اُسکو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اُس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت والا کو بحمد اللہ تعالیٰ اس قبض شدید و مدید کے بعد پھر اس درجہ کا قبض کبھی پیش نہیں آیا اور بفضلہ تعالیٰ حالت باطنی میں ایک مستحکم کیفیت تمکن و رسوخ کی پیدا ہوگئی لیکن حسب تحقیق بالا عارضی تغیرات سے بالکل خالی کیونکر رہ سکتے ہیں وہ تو عادۃً لوازم سلوک سے ہیں اور سالک کو صاحب مقام ہوجانیکے بعد بھی گاہ گاہ پیش آتے رہتے ہیں جن میں سے اکثر تو عام طور پر ظاہر بھی نہیں ہونے پاتے لیکن بعض ظاہر بھی ہوجاتے ہیں چنانچہ حضرت والا کا بھی ایک واقعہ غلبۂ حال کا احقر کو ثقہ راویوں سے معلوم ہوا جو چند ہی سال ہوئے دوران وعظ میں بمقام مسجد خانقاہ کھانہ بھون میں پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دوران وعظ میں حضرت والا نے کسی مضمون کے سلسلہ میں بہت جوش اور نہایت کیف کے ساتھ مثنوی شریف کے یہ اشعار پڑھے ؎

از حریفاں لاد ہا را لیست یار	آہوئے لنگیم و او شیر شکار	جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نر خوں خوارۂ

بس دوسرے شعر کا پڑھنا تھا کہ حضرت والا پر حالت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بے اختیار زور سے

ایک چیخ نکل گئی اور دیر تک خود بھی بیحد مضطرب رہے اور سامعین کو بھی مضطرب رکھا خصوصیت مضمون اور قرائن حالیہ و مقامیہ سے صاف نمایاں تھا کہ یہ کیفیت غلبۂ ہیبت سے ناشی ہے اس کیفیت کا عود گویا اس شعر کا مصداق تھا

باز گلبانگِ پریشاں میزنم آتش اندر عندلیباں میزنم

اللہ اللہ وہ کیفیت بھی کس قوت کی کیفیت ہو گی جس نے حضرت والا جیسے کوہِ استقلال کو بعد حصولِ تمکینِ تام بھی ازجا رفتہ کر دیا کیوں نہو صاحب مقام کے بھی صبر و استقلال کی آخر ایک حد ہوتی ہے جب اُس پر کسی ایسی قوی کیفیت کا وُرود ہوتا ہے جسکی قوت اُس حد سے فوق ہوتی ہے تو اُس سے فی الحال مغلوب ہو جاتا ہے لیکن فی المآل جلدی ہی پھر اُس پر غالب آجاتا ہے امتداد نہیں ہونے پاتا نہ زیادہ اشتداد ہوتا ہے اور اس قسم کا غلبہ بھی کبھی کبھی ہوتا ہے بکثرت نہیں ہوتا اور اگر ایسی قوی کیفیت کا ورود غیر صاحبِ مقام پر ہو تو اُسکی تو جان ہی کے لالے پڑ جائیں۔ غرض اس قسم کا غلبۂ حال منافیِ تمکین نہیں بلکہ اُس کو بھی باعتبارِ حقیقت ایک درجہ کی تمکین ہی کہنا زیبا ہے بقول حضرت شیفتہ ؎

با حسنش ایں جنوں کہ تو بینی تحمل ست ناصح ملامتے مکن ایں ناشکیب را

یہ تو وہ غلبۂ حال تھا جس کا حاضرین پر اظہار ہو گیا۔ اسکے علاوہ خفیف و لطیف کیفیات کا ورود تو ہوتا ہی رہتا ہے جو اپنی ذات میں تو عظیم اور قوی ہوتی ہیں لیکن محلِّ وُرود کی قوتِ تحمّل اور استقلالِ تمکین کی وجہ سے اُنکے آثار بصورتِ غلبہ نمایاں نہیں ہونے پاتے لیکن ایسی کیفیات لطیفہ روحانیہ کے آثار لطیفہ بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہتے چنانچہ حضرت والا کی بات بات سے آثارِ خشیت ایسے نمایاں ہوتے رہتے ہیں کہ طریق سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والا بھی اُن کا بوضاحت و بسہولت ادراک کر سکتا ہے اور کرتا رہتا ہے اُن آثار کی چند مثالیں بھی آیندہ بیانِ حکمت حالتِ قبض و ہیبت میں عرض کی جائیں گی جو اس دعویٰ کی دلیل ہونگی۔ اگرچہ حضرت والا کے کمالات عالیہ و احوال رفیعہ ایسے کھُلے ہوئے ہیں کہ صاحب نظر و انصاف اور غیر معاند کو ہرگز کسی دلیل کی حاجت نہیں حسب ارشاد حضرت مولانا رومی ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب گر دلیلت باید از وے رو متاب

لیکن ؎ مغز را خالی کن از انکارِ یار تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار

اب اس ضمیمہ ضروریہ و مفیدہ کو صاحب مقام اور صاحب حال کی کیفیات [illegible] واضح مثال پر ختم کیا جاتا ہے جو حضرت والا نے ایک موقع پر ارشاد فرمائی تھی [illegible] وضو کیلئے گرم پانی لے رہے تھے ڈھکن جو کھولا تو اندر سے [illegible] اُٹھا جس سے آنکھوں کو تکلیف ہوئی فوراً فرمایا کہ صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے جیسی اس بھاپ میں ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہیں برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیات نفسانی ہوتی ہیں جن میں ثقل ہوتا ہے جیسا اس دھوئیں میں ہے۔ تمت الضمیمہ

عود الی السابق

حضرت والا کے اس ابتلاءِ شدید کی جسکو اصطلاحِ صوفیہ میں ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ضروری تفصیلات سے بعون اللہ تعالیٰ و بحمدہ فراغت ہوئی۔

اب بعض آیات و احادیث اور ابیات عارفین و عشاق جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر احوال میں نزولِ بلاء عادۃً لوازم سلوک سے ہے بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ابیات

(قولہ تعالیٰ) اَلَمْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ و قولہ تعالیٰ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ و قال العارف الرومی رح فی حاصلہ

حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد	بر تن ما می نہد اے شیر مرد
خوف و جوع و نقص اموال و بدن	جملہ بہر نقدِ جاں ظاہر شدن

وقولہ تعالیٰ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وقولہ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْھُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ وقولہ تعالیٰ اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا وقولہ تعالیٰ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً (فی الخبر لیس الکفر رغنی برسقم وحمی وفی جامع البیان بالمصائب والنعم اخری)

احادیث

عن عائشۃ رض فی حدیث طویل قصۃ فترۃ الوحی زاد البخاری حتی حزن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبل فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ وتقر نفسہ۔ وقال العارف الرومی فی حاصلہ

مصطفیٰ را چوں بفرمود ختم	خویش را از کوہ می انداخت خم
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن	کہ ترا ہیں ولایت از امر کن
مصطفیٰ ما کان مقدس زاں مخ	باز خود را سر نگوں از کوہ دید
باز گشتے پیش ہا جبرئیل	می نگشتے ایمن و اندوہ او
ہمچنیں می بود تا کشف نجیب	کہ مکن ایں کہ تو شاہی بے بدیل
	تا بیاید آں گہر را اوز جیب	

Marfat.com

بہر ہر محنت چو خود را می کشند	اصل محنتہا ست ایں چونش کشند
اے خنک آں کو خدا کردہ ست تن	بہر آں کارز فدائے او شدن
بارے آں مقبل فدائے ایں تن ست	کاندراں صد زندگی در کشتن ست

عن سعد قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلبا اشتد بلاءہ - لفظ ابن ماجہ فی حاصلہ ؎

زاں بلا ہا کانبیا بر وے گشند — سر بہ بیچارہ ضعیفے کے نہند

وان کان فی دینہ رقۃ ھون علیہ فما زال کذلک حتی یمشی علی الارض ما لہ ذنب رواہ الترمذی وابن ماجۃ واللفظ لہ

انوال عارفین و عشاق

(از عارف شیرازی رح)

زتیغ زلف تو ہر حلقہ و آشوبے (۱)	ز شہر چشم تو ہر کو سفر کند زنہار
تحمل عشق و زنہار آسماں کمر و اول (۲)	حدیث سوختگاں با خرد مکن کہ ملول
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا (۳)	کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا
دردلیست در دِ عشق کہ اندر صلح و جنگ او (۴)	ہزار چشمہ حیواں روان شد از نمکش
بحرلیست بحر عشق کہ نیچش کنار نیست (۵)	آنجا ہزار ایمنہ چو منے غرقہ گشتہ اند
بہ افترا کہ بالا بہا چو بر بندند بر بندند (۶)	ز لعل شکر بارش جوابہا چو نبشتہ اند
گمان مبر کہ عاشق را بسیار مایہ باید (۷)	دلہا بسے بجوانمرد بتواں بخشود یا بسے
در آں رہ آنکہ چو برق اند ہمہ سبکبار باشند (۸)	[illegible]
مرغے کہ با غم دل شد نقدش ملال رحیل (۹)	[illegible]
در بوستان لیلے کہ خضر ماہست بتواں (۱۰)	[illegible]
تا صد ہزار خانہ نمی روید از نہیں (۱۱)	[illegible]
در طریق عشقبازی امن و آسایش محالات (۱۲)	[illegible]
اہل کرم و ناز اوے ندال ایشہ بخل (۱۳)	[illegible]
در ہر کہ بنگری ہمہ غمے از نہاد ست (۱۴)	[illegible]

ملہ بتغییر یسیر

از حضرت عراقی رح

بہ عالم ہر کجا رنج و بلا بود (۱۵) بہم کردند و عشقش نام کردند

از نواب مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہ رح

شعلۂ خو جانگداز و لمعۂ رو تاب سوز (۱۶) ہاں نہ پنداری کہ در وصل است آساں زیستن

در خرابات یکے نیست کہ رسوا نبود (۱۷) بلبلے نیست بہ گلزار کہ شیدا نبود

آسودہ خاطری و تجلّی طلب کنی (۱۸) ایں برق کے بجز دلِ ناشاداں رسد

اتصالِ دوست آساں نیست پیش از انفصال ۱۹ انفصالِ تن ز جان و جاں ز تن خواہد شدن

از حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح

جانِ صدّیقاں ازیں حسرت بریخت (۲۰) کاسماں بر فرق ایشاں خاک بیخت

از عارفِ رومی رح

اینچنیں شیخے گدائے کو بکو (۲۱) عشق آمد لا اُبالی فاتقوا

از حضرت جامی رح

نسازد عشق را کنج سلامت (۲۲) خوشا رسوائیِ کوے ملامت

متفرقات

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست (۲۳) کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

قطعہ

تا بلا بر کسے قضا نکنیم (۲۴) نامِ او رازِ اولیا نکنیم

ایں بلا گوہرِ خزانۂ ماست (۲۵) گوہرِ خود بکس عطا نکنیم

نوٹ ۔ یہ کل اشعار پچیس ہیں۔

اب حسب وعدہ سالکین کے فائدہ بالخصوص اہلِ ابتلاء کی تسلّی کے لئے اس حالت رفیعہ یعنی قبض وہیبت کی چند خاص خاص حکمتیں بھی نمونہ کے طور پر بیان کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق

بیان حکمتِ حالتِ قبض وہیبت

اس فصل کے تین جزو ہیں۔ جزوِ اوّل میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ حکمتیں بیان کی جائیں گی جو حضرت والا کے مجموعی حالات کے مشاہدہ سے بداہتہً مفہوم ہوتی ہیں۔ جزوِ دوم میں اُن حکمتوں کو

Marfat.com

نقل کیا جائے گا جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں اور جزو سوم میں وہ حکمتیں درج کی جائیں گی جو آیات و احادیث اور کلام قوم میں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

جز اوّل۔ حضرت والا کا یہ باطنی ابتلاء بمصداقِ ارشاد خداوندی عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ محض صورۃً ابتلاء تھا حقیقۃً سرچشمۂ الطافِ ربُّ العلیٰ اور منبع رحمتِ خدا تھا جس کے اندر نہ صرف خود حضرت والا کی بے انتہا ترقیاتِ باطنیہ خاصہ مضمر تھیں بلکہ طالبین کی بیشمار مصالح دینیہ عامہ بھی مستتر تھیں۔ اُسوقت تو حضرت والا اس بلائے ناگہانی سے بیحد پریشان تھے کہ یا اللہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اس ظلمات کی تیرگی میں چشمۂ آب حیات موجیں مار رہا ہے اور یہ جو غم و اندوہ کی گھنگھور گھٹا قلبِ محزوں پر چاروں طرف سے چھائی ہوئی ہے درحقیقت نزول باراں رحمتِ الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ حضرت والا کو جو جو ترقیات باطنیہ خاصہ اس ابتلاء سے حاصل ہوئیں اُن کا تفصیلی علم تو بھلا کسی کو کیا ہو سکتا ہے کیونکہ ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اور نہ اس تفصیل کو حضرت والا سے دریافت کرنے کی کوئی جرأت کر سکتا ہے۔ بفحوائے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

لیکن اجمالاً اتنا سب اہل طریق کو معلوم ہے کہ سلوک کا اعلیٰ ترین مقام مقامِ عبدیت ہے اور یہ بھی مسلمات اہل طریق سے ہے کہ ایسے شدید و مدید قبض میں جیسا کہ حضرت والا کو پیش آیا تھا ثابت قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ مقام عبدیت میں نہایت متمکن اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کر لینے کے بعد اس کو اپنا ہیچ در ہیچ اور لاشئے محض ہونا روز روشن کی طرح مشاہد ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ عجز کی بدولت وہ بفضلہ تعالیٰ نزول کامل سے جو ترقیات باطنیہ کی انتہائی منزل ہے مشرف و [illegible] و سرفراز ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ تغیراتِ احوال قلب کا اس کو خوب [illegible] ہوتا ہے۔ اس لئے عدم غلبہ ہیبت کی حالت میں بھی وہ [illegible] ہیبتِ قضا و قدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں [illegible] اچھی سے اچھی باطنی حالت کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اُس کو کبھی عجب و ناز کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ بربنائے تجربہ سالک وہ اُس حالت کو حدوثاً محض موہبت خدا اور بقاءً ہر وقت زیر تصرف رب العالمین کے ہوتا ہے غرض استحضار عظمت حق اُس کا حال [illegible]

Marfat.com

والا کرام اُس کا اقتضاء طبعی اور تفویض کامل و فنا تام اُس کا شعار زندگی ہو جاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہئے کہ عبدیتِ محضہ اُس کی صفت لازمہ و بندگی و سرافگندگی اُس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت والا کی ذات عالی صفات کے اندر ان اوصاف جلیلہ کا تحقق بدرجہ اتم ادنیٰ بصیرت رکھنے والوں کو بھی ملاحظۂ حالات و مصنفات اور استماع ملفوظات و ارشادات سے رات دن کا لشمس فی نصف النہار مشاہد ہو رہا ہے حاجت بیان نہیں کیونکہ عیاں راچہ بیاں اور بیاں بھی کیا جائے تو کیا کیا اور کیونکر کیونکہ ان اشعار کا مضمون صادق آ رہا ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار — گلچین بہار ز تو داماں گلہ دارد
گر مصورِ صورتِ آں دلستاں خواہد کشید — لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

تاہم چند واقعات بطور نمونہ گذارش کئے جاتے ہیں۔

(واقعہ نمبر ۱) بارہا قسم کھا کھا کر فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتی کہ اُن مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونیکا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بربنائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بضرورتِ اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اُس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اُس شہزادے کو دُرّے لگائے تو کیا اُس بھنگی جلاد کے دل میں دُرّے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں۔ غرض کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو بُرا سمجھے گا لیکن اُس حسین کو حسین سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ یہ جب کبھی بھی صابون سے مُنہ دھولے گا پھر اس کا وہی چاند سا مُنہ نکل آئے گا۔ غرض مجکو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی اھ

(واقعہ نمبر ۲) ایک بار احقر نے حضرت والا کے ایک ذی فضل معتقد کا یہ قول نقل کیا کہ میں آخرت میں اپنا کوئی عمل ایسا نہ پیش کر سکوں گا جو خالص ہو۔ اس کو سُنکر حضرت والا جو اُس وقت کسی خط کا جواب لکھوا رہے تھے لکھتے لکھتے بے اختیار رک گئے اور چہرۂ مبارک پر بہت نمایاں آثار سخت خجلت و ندامت

کے ظاہر ہونے لگے اور غلبۂ عبدیت سے بیٹھے بیٹھے کسی قدر جھک بھی گئے اور پھر تھوڑی دیر تک اسی ہیئت سے ساکت بیٹھے رہنے کے بعد بہت حسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ جی ہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

(واقعہ نمبر ۳) ایک بار فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں کیونکہ غور کرنے سے کسی قدر شک کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرماویں۔ استغناء اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے۔ دونوں بہت متشابہ ہیں کبھی اس میں دہوکہ ہو جاتا ہے کہ جس کو ہم استغنا سمجھ رہے ہیں وہ دراصل ہوتا ہے کبر خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پر از خطر ہے کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا ؎

من نگویم کہ طاعتم بہ پذیر قلم عفو بر گناہم کش

بلکہ بروئے حدیث (یعنی قول حضرت عمرؓ کہ ہمارے جو اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے ۱۲) بر گناہم تو کیا حق تعالیٰ خود ہماری طاعات کو معاف فرماوے۔ اور طاعات تو خیر کیا قابل معافی ہوتیں مطلب یہ ہے کہ جو اُن میں کوتاہی ہے وہ معاف فرمائے کیونکہ جن کو ہم اپنی طاعات سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات ہی کب ہیں جس طرح کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا ہو تو وہ اپنے جی میں بڑا خوش ہوگا کہ ہم خدمت کر رہے ہیں حالانکہ بعضوں کی خدمت سے سخت اذیت ہوتی ہے لیکن محض دلشکنی کی وجہ سے اُن کو منع نہیں کیا جاتا اسی طرح ہماری طاعات ہیں کبھی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے یہ خبر نہیں کہ وہاں کچھ پوچھ تک نہیں ہوتی [illegible] پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر اگر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے [illegible] جات کی [illegible] یہاں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ سزا سے بچاویں۔ خواہ [illegible]

(منقول از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۸)

(واقعہ نمبر ۴) ایک ذی وجاہت رئیس کے ایک [illegible] عہدے دار عزیز کو [illegible] جس سے سب اعزہ کو نہایت درجہ تشویش لاحق ہوئی کیونکہ زندگی کی بھی [illegible] رئیس صاحب نے گھبرا کر حضرت والا کو فوراً تار دیا کہ دعائے صحت [illegible]

Marfat.com

فرمائی بفضلہ تعالےٰ خلاف توقع بہت جلد مرض کا استیصال ہوگیا۔ جس سے ڈاکٹروں کو بھی حیرت تھی۔ اُن رئیس صاحب نے حضرت والا کو لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور والا کی دعا کو قبول فرمالیا اور ہم لوگوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا۔ جب انتہائی وحشت ہوئی تو حضور والا کو تار دیا قاضی کی دوڑ مسجد تک اہ احقر کو بھی یہی لکھا تھا کہ قاضی کی دوڑ مسجد تک۔ جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو حضرت قبلہ ہی کو دعا کے لئے تکلیف دی جاتی ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے۔ قاضی کی دوڑ مسجد تک کے فقرے پر حضرت والا نے غایت تواضع سے نہایت لطافت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ مسجد مگر بے چھت کی جسمیں نہ سردی کا بچاؤ نہ دھوپ کا نہ بارش کا مگر معتقدین چھتریاں کھول کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نام مسجد کا وہ چھتری آپ کی محبت اور حُسن ظن ہے (جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ فضل فرمادیتے ہیں ۱۲)

(واقعہ نمبر ۵) ایک سلسلۂ کلام میں نہایت پُراثر اور بہت ہی پستی اور شکستگی کے لہجہ میں فرمایا کہ نہ علم کا اعتبار نہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ مقام کا اعتبار کسی شئے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے یعنی ایمان اُس کے بقاء کا بھی کیا اعتبار کیونکہ قضاء وقدر سب جکڑ بند ہیں۔ کیا معلوم کس کے لئے کیا مقدر ہوچکا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی اختیاری ہے لیکن پھر اُس میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اُس میں مبتلا کرتا ہے آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے جا رہا ہے اور پھر دلائل سمعیہ وعقلیہ سے یہ بھی واجب کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقع میں بھی جبر نہیں۔ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈر کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بُری حالت ہو ہرگز اُس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہوجائے۔ پھر اپنا واقعہ کچی گڈھی کے وعظ کا (جس میں بیان پر قدرت ہی نہ ہوسکی تھی اور مجبوراً وعظ موقوف کرنا پڑا تھا جس کا مفصل حال باب ہشتم "مواعظ حسنہ" میں گذر چکا ہے) بیان فرماکر فرمایا کہ بھلا کس چیز پر ناز کیا جائے۔ ہمارا علم وعمل حال ومقام سب خدا کے قبضہ میں ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ ولا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ اللہ تعالےٰ جس رحمت کو کشادہ کرنا چاہیں کوئی اُس کا روکنے والا نہیں اور جس رحمت کو روکنا چاہیں کوئی اُسکا کشادہ کرنیوالا نہیں کوئی چیز انسان کے مستقل اختیار میں نہیں۔ ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی

Marfat.com

کی طرح سارے مواد خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے - اللہ تعالےٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں - فرعون و ہامان کو نہیں بچایا اُن میں وہ مادّے سلگ اُٹھے اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

علّتِ ابلیس اناخیرؔ بدست ایں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست

اکثر گمراہ فرقوں کے عقائد واہیہ کے تذکروں میں بے اختیار ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ تعالےٰ سے نہایت عجز و نیاز کے لہجہ میں عرض کرنے لگتے ہیں اے اللہ اپنے قہر سے بچائیو، اور حضرت مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ؎

از شراب قہر چوں مستی دہی نیستہا را صورت ہستی دہی

اور فرمانے لگتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں -

(واقعہ نمبر ۶) رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کے آخری جمعہ کی نماز کے بعد ایک انبوہ کثیر حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے لئے بیتابانہ منتظر تھا - حضرت والا نے بجائے اس کے کہ اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد ہی سے مصافحہ کی اجازت دیں سب کو روک دیا کہ جب تک میں حوض پر جا کر نہ بیٹھ جاؤں کسی سے مصافحہ نہ کروں گا کیونکہ ہجوم کی کثرت سے باعث کبر سنی گر جانے کا اندیشہ تھا چنانچہ اس غرض کے لئے حوض تک اس طور پر تشریف لے گئے کہ اپنے دونوں ہاتھ الگ الگ دو صاحبوں کے ہاتھ میں دیدیئے - اگر چلتے ہوئے کوئی مصافحہ کے لئے بڑھتا تو فرما دیتے کہ میرے ہاتھ تو رکے ہوئے ہیں اگر ابھی مصافحہ کرنا ہو تو ان سے مصافحہ کر لو جن کے ہاتھوں میں میرے ہاتھ ہیں اور میں تو حوض پر بیٹھ کر مصافحہ کروں گا - پھر حوض پر بیٹھ کر دیر تک اطمینان کے ساتھ لوگوں سے مصافحہ کرتے رہے فارغ ہونے کے بعد جائے نشست پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں تو واللہ اپنی [illegible] ہوں کہ ایک ناکارہ شخص کے اتنے مسلمان محبت کرنے والے ہیں لیکن [illegible] اگر میں یہ انتظام نہ کرتا تو ہڑبونگ میں لوگوں کے چوٹیں آ جاتیں [illegible] اندیشہ تھا - اب اطمینان کے ساتھ سب سے مصافحہ [illegible] میں نے تو اس نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و مرحوم بندہ نہ ہوگا کیا نعوذ باللہ سب مبغوض اور دوزخی ہی ہوں گے اگر اتنے سارے محبت کرنے والوں میں ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا خبر دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر اُسے رحم نہ آجائے اور اللہ میاں سے سفارش کر کے

Marfat.com

وہ مجکو دوزخ سے نہ نکلوا لیگا اھ۔

(واقعہ نمبر ۷) بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالے ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالے کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہونچے لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں اور جس کو اپنے علوم و معارف پر ناز ہو طالبین سے الگ ہو کر تو ذرا دیکھے واللہ جو بالکل ہی پٹ نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالے اوروں ہی کے نفع کے لئے اُس کو یہ علوم و معارف عطا فرما رہے ہیں ع خاص کند بندہ مصلحت عام را ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اسلئے اُس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے یہ جو دودھ چھاتیوں میں سے اُبل رہا ہے یہ بچہ کے جذب ہی کی برکت ہے۔ اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنا بند ہو جائے۔ غرض اگر شیخ انقار چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ اھ

(واقعہ نمبر ۸) ایک اہل علم سے جنکو شیخ کی تلاش تھی اور جن سے حضرت والا بوجہ اسکے کہ انمیں خودرائی اور اعتراض کا مادہ تھا کشیدہ خاطر تھے۔ فرمایا کہ میں مسجد میں کھڑے ہو کر آپکو یقین دلاتا ہوں اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جس روز بیعت ہو جائیں گے اور مجکو مطلع کر دیں گے انشاء اللہ تعالے اُسی وقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ بھی کسی قسم کے تکدر کا آپ کی جانب سے نہ رہے گا پھر میں آپکو اپنا دوست اور اپنے کو آپ کا خادم سمجھوں گا باقی اپنی غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لائیں کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز اہل نہیں ہوں اسپر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں اھ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۹۲) اسی کے مناسب حضرت والا کا ایک حال کا ملفوظ بھی ہے۔ فرمایا کہ میرے اندر علم ہے نہ عمل ہے نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمدللہ اپنے خلوص کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالے بس اسی سے فضل فرماوے گا اھ۔

(واقعہ نمبر ۹) ایک طالب نے ایک سخت مرض نفسانی کا علاج حضرت والا سے بذریعہ تحریر پوچھا حضرت والا نے جواب دیا جس سے بفضلہ اُن کا وہ سخت مرض بالکل زائل ہو گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت والا کی تعلیم میں تو کھلی ہوئی برکت ہے۔ فرمایا کہ میری تعلیم میں کیا رکھا ہے حقیقت میں اللہ تعالے کی تائید ہے۔ اللہ تعالے کارساز ہیں میں کیا چیز ہوں۔ چمار کو سڑک کوٹنا نہیں آتا مگر الخیر اپنا ہاتھ اُس کے ڈرمٹ پر رکھکر اُس سے ڈرمٹ چلواتا ہے تو سڑک کٹ جاتی ہے۔ امر اصلاح میں میرے

Marfat.com

علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ بھی کمال نہیں اھ

(واقعہ نمبر ۱۰) حضرت والا پر حضرت حق جل وعلیٰ شانہ کے ادب کا اس قدر غلبہ رہتا ہے کہ ادنیٰ ایہام بے ادبی سے بھی سخت اجتناب فرماتے ہیں اگر سلسلۂ کلام میں کسی کا بے ادبی کا قول نقل کفر کفر نباشد کے طور پر نقل فرمانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بے اختیار فرمانے لگتے ہیں الٰہی توبہ الٰہی توبہ۔ متعدد اشعار میں جن میں بے ادبی کا ایہام تھا نہایت لطیف اصلاحیں بھی فرمائی ہیں مثلاً اس شعر میں ؎

فارغ از دغۂ گبر و مسلماں کردی ۔۔۔ اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

الفاظ "گبر و مسلماں" کے بجائے دست و گریباں تجویز فرمائے ہیں اور ؎

خود بخود آں بتِ عیار بہ بر می آید ۔۔۔ نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

میں بجائے بت عیار کے شہِ مختار کر دیا ہے جو بقیہ الفاظ کے بھی نہایت مناسب ہے اور ؎

سوئے زلفش نظرے کردن او ریش و بدن ۔۔۔ گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

میں دوسرے مصرعہ کو یوں کر دیا ہے "گاہ شاداں شدن و گاہ پریشاں بودن" اس میں لفظ پریشان زلف کے بھی مناسب ہے اور ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے ۔۔۔ چہ کنم کہ چشم بدبیں نکند بہ کس نگاہے

میں بجائے چشم بدبیں کے چشم بدخو یا چشم یک بیں کر دیا۔

(واقعہ نمبر ۱۱) ایک صاحب نے ایک خواب کی بنا پر جس میں ان کو تنبیہ کی گئی تھی کہ توجہ بزرگوں کی طرف سے فاسد خیالات رکھتا ہے اُن سے جلد توبہ کر حضرت والا سے بھی [illegible] جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے فوراً ان کے ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کر دیئے اور فرمایا کہ اجی حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں مجھ سے معافی [illegible] میں کیوں داخل کرتے ہیں اس میں تو بزرگوں کا ذکر تھا بزرگوں سے [illegible] میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی [illegible] سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں میری [illegible] وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں [illegible] کرنے میں مجھ کو کسی تعریف کے قابل بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے [illegible] تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے [illegible]

نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اُسی وقت اپنے دس عیب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ آپ نے جو کچھ میرے بارہ میں بُرا بھلا کہا ہوگا تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اس لئے آپ معذور ہیں تیسرے یہ کہ میں مدّت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مواخذہ نہ کیجیو۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی۔ اس لئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بے فکر رہنا چاہیئے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے آپ بھی میری طرف سے بے فکر رہیئے میں پیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ آپ بھی اس عموم میں آگئے بلکہ اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں مجھے کہہ سُن سکتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں یا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا اھ (ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۶۰۲)

ایک بار فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں تو کیا میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی فرمایا کہ اس معافی میں حقوق مالیہ وغیرہ کو کوئی صاحب داخل نہ سمجھ لیں ورنہ لوگ میری چیزیں ہی اُٹھا لے جائیں صرف دشنام مراد ہے۔

(واقعہ نمبر ۱۲) کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ یہی اُدھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیئے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیئے غرض کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالےٰ کا حق ہے کہ اُس کے اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے اجتناب رکھے اس لئے مجکو اپنی اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔ اھ اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سُن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اُس سے بڑھ جائے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے سے نیک ہیں اُنہیں کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں ؎

بے دام خوش نہ دانہ خوش اما زاتفاق ہر بار شاہباز در افتد بہ دام ما

ایک بار یہ بھی فرمایا کہ جس نے جو فن مجھ سے سیکھا وہ اُس فن میں مجھ سے بڑھ گیا۔ غرض حیرت ہے کہ باوجود کمالات ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار ہونیکے اور بعض خاص کمالات کو تحدث بالنعمۃ کے طور پر اپنی اندر تسلیم کرتے ہوئے بھی حضرت والا اپنی کو ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں، اور عجب وکبر کا نام ونشان تک بھی نہیں جیسا اہل بصیرت

پر روز روشن کی طرح واضح ہے وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ۱۲

نوٹ

یہ بارہ واقعات بطور نمونہ عرض کئے گئے جن کا آیت فانفجرت منہ اثنا عشرۃ عینا کے ساتھ عدد میں اتفاقی توافق ہو گیا۔

تنبیہ

حضرت والا کے ان واقعات و اقوال کو نقل کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اقوال و احوال عبدیت کے متعلق حضرت والا کی ایک ضروری تحقیق بھی اس جگہ نقل کر دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز بھی تبسم فرمایا کرتے تھے کہ میرے اندر کوئی کمال نہیں اس پر ایک معتقد نے حضرت والا کی خدمت میں اشکال پیش کیا کہ دو حال سے خالی نہیں اگر یہ قسم سچی ہے تو مولانا کے کمالات کی نفی ہوتی جاتی ہے اور اگر سچی نہیں تو مولانا نے خلاف واقعہ قسم کیوں کھائی۔ اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا کو اپنی قسم میں سچا بھی سمجھا جائے اور کمالات کا اعتقاد بھی رکھا جائے کیونکہ مولانا جو نفی فرما رہے ہیں وہ کمالات متوقعہ کی اور ہم جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ کمالات واقعہ کا لہٰذا کوئی تعارض نہیں اھ۔ اس پر احقر عرض کرتا ہے کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بہت بلند مینار پر چڑھتا چلا جا رہا ہو اور اس کی نظر اوپر کو ہو تو وہ انتہائی بلندی پر بھی پہونچکر یہی سمجھے گا کہ میں نے ابھی کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی کیونکہ آسمان کی بلندی تو ابھی اتنی ہی معلوم ہوتی ہے تو گویہ ٹھیک ہے کہ آسمان کی بلندی کے لحاظ سے ابھی اس نے گویا کچھ بھی اونچائی طے نہیں کی لیکن اگر زمین سے دیکھا جائے تو وہ بہت اونچائی پر پہونچا ہوا ہے بقول حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

آسماں نسبت بعرشش آمد فرود ایک بس عالیست پیش خاک تو

چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کی تجلیات لامتناہی ہیں اس لئے سالک عرفان کے کسی مقام پر پہونچ جائے وہ اپنے کو ہنوز روز اول کا مصداق اور تہی دست بیقین بالکل سچا ہوتا ہے بفحوائے ما عرفناک حق معرفتک و بفحوائے

اے برادر بے نہایت در گہیست ہر کہ را دست بتی بر دست نیست
نیست کس را زانحقیقت آگہی جملہ می میرند با دست تہی

اس جگہ ایک مذبذب صاحب تجویز نے کا قوال حضرت والا کے متعلق یاد آیا فرمایا کہ ترقی کرتے کرتے میں اس سے بھی مقام میں ادب سے صاحب مقام ہذا جب ترقی بالفعل کے [illegible]

Marfat.com

بڑھتا ہے تو اس کو ہر درجہ حاصلہ بلحاظ درجات متوقعہ بالکل پست بلکہ لاشئ محض معلوم ہوتا ہے یہی بناء حضرت والا کے مذکورہ بالا اقوال و احوالِ عبدیت کی ہے اور اسی قسم کے اقوال و احوال اکابر طریق سے بھی بکثرت منقول ہیں جیسا کہ واقف سے مخفی نہیں اور یہی بناء وہاں ہوتی تھی غرض عارف کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمتِ حق کا انکشاف روز افزوں ہوتا چلا جاتا ہے اور آدابِ عبودیت کے روز بروز نئے نئے دقائق پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادات وطاعات کو خواہ کتنی ہی کامل ہوں حقوقِ عظمت حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے اور اس کا یہ سمجھنا بالکل حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے عارف کو اپنی کسی درجہ کی بھی حالت پر قناعت نہیں ہوتی اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔ تم التنبیہ

یہ تو اُن منافعِ خاصہ کا اجمالی ذکر تھا جو خود حضرت والا کو اس حالت ہیبت کی طریان سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوئے اور طالبین کے مصالح عامہ تو ظاہر و باہر ہیں کیونکہ کامل رہبر ہی ہو سکتا ہے جس کو ہر قسم کے نشیب و فراز طریق کا ذاتی تجربہ ہو چکا ہو اور ہر طرح کے عقبات خود اس کو پیش آ چکے ہوں چنانچہ خود حضرت والا ہی فرمایا کرتے ہیں کہ مجکو سخت سے سخت حالات پیش آ چکے ہیں۔ لہٰذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کی کتنی ہی اُلجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمداللہ مجکو اس کے معالجہ کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوتا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آ جاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت اور سُرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے۔ بالخصوص وساوس و خطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجکو ایسی بصیرت عطا فرما دی ہے کہ آج کل کم لوگوں کو ہو گی ولا فخر اھ

اس ارشاد کی تصدیق ایک دو سے نہیں بلکہ بلا مبالغہ صدہا سالکین سے ہو سکتی ہے جن کو حضرت والا نے بعون اللہ تعالےٰ سخت سخت عقبات سلوک سے نہایت سہولت و سرعت کے ساتھ بہت ہی مختصر مختصر کلمات حکمت آیات اور نہایت سہل سہل تدابیر پُر تاثیر ارشاد فرما فرما کر پار کرایا ہے اور پار کرا رہے ہیں جن میں سے بعض کا حال تربیت السالک کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور بعض تو یہاں تک پریشان تھے کہ خودکشی پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ان کو حضرت والا کے ایک ہی خط سے بفضلہ کامل تسلی ہو گئی اور پھر وہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔

بریلی میں ایک صاحب علم رئیس تھے جو مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے

شاگرد تھے۔ مرض وفات میں انپر وساوس کا اس درجہ ہجوم ہوا کہ اُنھیں اپنے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہونے لگا گھبرا کر حضرت والا کو بواسطہ منشی اکبر علی صاحب مرحوم جو حضرت والا کے چھوٹے بھائی تھے اور اس زمانہ میں بریلی میں بعہدہ سکریٹری میونسپلٹی ممتاز تھے تکلیف تشریف آوری دی۔ حضرت والا کو مریض پر اسقدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں۔ چنانچہ تشریف لے گئے۔ ان رئیس صاحب نے فوراً تخلیہ کرایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حضرت والا نے تسلی آمیز تقریر فرمائی کہ ان کی ساری پریشانی دور ہوگئی اور وہ اس قدر مسرور ہوئے کہ بعد کو جتنے دن حضرت والا کا وہاں قیام رہا روزانہ بہ اصرار مکلف کھانے بھجواتے رہے حالانکہ حضرت والا کا قیام اپنے بھائی صاحب ہی کے مکان پر رہا۔ پھر قریب ہی زمانہ میں وہ رئیس صاحب بہ برکت ارشادات حضرت والا نہایت ہشاش بشاش دنیا سے رخصت ہوئے۔

۱۳۱۹ھ میں ایک وکیل صاحب کانپوری کو جو ایک درجہ میں صاحب علم بھی تھے احیاء العلوم کی کتاب الخوف کے مطالعہ سے سوء خاتمہ کا اس قدر اندیشہ ہو گیا تھا کہ مایوسی کی سی کیفیت ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ نماز روزہ سب چھوڑ دیں۔ اسی زمانہ میں حُسن اتفاق سے حضرت والا بتقریب سفر کانپور تشریف لائے۔ اُنہوں نے وہ عبارات پیش کیں حضرت والا فرماتے ہیں کہ اُن پر اس قدر خوف کا غلبہ تھا کہ اُن سے عبارت بھی اچھی طرح نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضرت والا نے ان کے اشکالات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔ جن سے ان کی پوری تسلی ہوگئی۔ پھر انہیں کی فرمائش پر اُن جوابات کو حضرت والا نے قلمبند بھی فرمالیا جن کا مجموعہ بصورت رسالہ موسومہ بہ خاتمہ بالخیر طبع بھی ہو چکا ہے۔ یہ سب فیوض و برکات اسی غلبۂ ہیبت کے ہیں جو حضرت والا پر طاری ہو چکا ہے جس کی بدولت حضرت والا کو دستگیری اہل ابتلاء میں بفضلہ ایسی کامل دستگاہ حاصل ہوگئی ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

اس پر جناب محترمہ بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کی ارشاد فرمائی ہوئی ایک مثال یاد آئی [illegible]

غلبہ ہیبت کے زمانہ میں جس درجہ پریشان تھے اس کا حال تو ناظرین کو [illegible]

پریشانی بہت زیادہ بڑھتی تو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے اپنی غمگسار [illegible]

زندگی یعنی حضرت بڑی پیرانی صاحبہ سے بھی اپنے [illegible] بیان فرماتے رہتے اور وہ حضرت والا کی باتوں کے نہایت مناسب اور تسکین بخش جوابات دے دیکر تسلی فرماتی رہتیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ مجھے اُن کے جوابات سے بہت تسلی ہوتی تھی [illegible]

[illegible] مؤلف عرض کرتا ہے کہ [illegible] اس امر میں بھی حضرت والا [illegible]

ہوگئی کیونکہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً نزولِ وحی سے خوف زدہ ہوگئے تھے تو اس وقت اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور کی بہت تسلی فرمائی تھی۔ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے حضرت والا کی اس حالتِ غلبۂ ہیبت کے فرو ہوجانے کے بعد بھی حضرت والا کو خوش کرنے کے لئے اس ابتلاء کی ایک نہایت اچھی مثال دی۔ فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کسی کو کہیں جانا ہو اور راستہ باغ کے اندر سے ہو لیکن اس کے برابر برابر ہی جھاڑ جھنکار بھی ہوں اور وہ اتفاق سے جھاڑ جھنکاڑ میں ہوکر چلنے لگا تو گو کانٹوں کی وجہ سے اس کا تمام بدن لہولہان ہوگیا اور نہایت پریشانی اُٹھانی پڑی لیکن راستہ برابر قطع ہوتا رہا اور آگے چل کر پھر وہ اسی پر بہار راستہ پر پڑ گیا۔ ایسے شخص کو تکلیف تو بیشک سخت ہوئی لیکن قطع مسافت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا اور اس تجربہ سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ دوسروں کی بہت اچھی طرح رہبری کرسکے گا یعنی اگر کوئی سالک اس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہوجائے گا تو وہ اس کو بہت آسانی کے ساتھ اس سے نکال سکے گا اس مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

غرض یہ ابتلاء شدید خود حضرت والا کے لئے نیز مسترشدین کے لئے بھی سراسر رحمت ہی رحمت ثابت ہوا۔ بعون اللہ تعالیٰ بیان حکمت حالت قبض و ہیبت کے جزو اوّل سے فراغت ہوئی۔ اب بنام خدا اس جزو دوم کو شروع کرتا ہوں یعنی اُن حکمتوں کو نقل کرتا ہوں جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں وباللہ التوفیق۔

جزو دوم

یعنی حالت قبض و ہیبت کی اُن حکمتوں کا بیان جو خود حضرت والا نے اپنی بعض تحریرات میں ارقام فرمائی ہیں

(۱) حضرت والا ایک طالب کے طویل خط کے جواب میں جو مبتلائے قبض و وساوس تھے رسالہ مسمّٰی بہ الابتلاء لاھل الاصطفاء کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں اب بعض منافع و مصالح وساوس و بعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت کے سالک کے حق میں بیان کرکے اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اس میں چند حکمتی لطائف رحمانیہ ہیں جن کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بیساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی

Marfat.com

حاصل کرے گا ؎

الا لا یجارن اخو ابلیہ فنترحمن الطاف خفیہ

نمبر ۱۔ اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

نمبر ۲۔ ہمیشہ ترسان رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل و حال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

نمبر ۳۔ اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا۔ اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا کہ اس کی وجہ لطافتِ طبع معلوم ہوتی ہے۔

نمبر ۴۔ مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان و محبت حق میں جان دے گا۔

نمبر ۵۔ یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے۔

نمبر ۶۔ ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

نمبر ۷۔ اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کے عمل سے نہ ہوگی۔ رحمت حق سے ہوگی وغیر ذلک مما لا یحصی اور میں نے اسی مجموعہ کو کہا تھا کہ کوئی حالت [illegible] پیدا ہونے والی ہے (منقول از مقدمہ تبویب تربیت السالک)

(۲) ایک طالب نے جن پر ہیبت کا غلبہ تھا ایک طویل عریضہ حضرت والا کی خدمت میں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کچھ عرصہ سے میں حالاً اور وجداناً اپنے اندر کفر کی حالت پاتا ہوں اگرچہ بحمد اللہ عقیدہ میں کچھ فرق نہیں لیکن ذوقاً اپنے اعمال و افعال افعال کفر معلوم ہوتے ہیں [illegible] جواب تحریر فرمایا۔

(جواب) مبارک ہو یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے جو حالت [illegible] حالت گذری ہے صحیح بخاری میں ستر صحابہ کی نسبت ہے [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت مبدل بہ انس ہو جائے گی مخاطب (یعنی خود حضرت والا ۱۲) پر بھی یہ حالت گذری ہے جس میں ہزاروں منافع حاصل ہوئے زوال عجب و مشاہدہ قدرت و معاینہ عجز خود وغیر ذلک۔ (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

Marfat.com

(۳) ایک اور اہل قبض کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں میں نے پورا خط پڑھا کوئی بات پریشان ہونے کی نہیں ہے یہ حالت قبض کہلاتی ہے جس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔ آپ کو یہی سبب پیش آیا اور یہ بری حالت نہیں ہے محمود اور نافع ہے بلکہ محققین نے اس کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے۔ بہرحال لاعلاج ہے اور نہ خدانخواستہ یہ محرومی کی علامت ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے ایک علامت اس کے محمود ہونے کی خود آپ نے لکھی ہے یعنی حب شیخ مطرود اس سے محروم رہتا ہے۔ غرض بالکل تسلی رکھیں اور ذکر و شغل تھوڑا تھوڑا شروع کریں اور اپنی رائے سے نہ بڑھا دیں۔ مجھ کو معمولات کی اطلاع کرتے رہیں اور میری تعلیم کے موافق عمل کریں انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی ہوگی (منقول از تنویب تربیت السالک باب پنجم)

(۴) ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں "حق تعالیٰ رحیم و حکیم ہیں جس شوق و ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں وہ نقصان ہے اگر آپ کو وہ کیفیات حاصل ہوتیں چونکہ آپ ان کو بڑی چیز سمجھتے ہیں ضرور عجب پیدا ہوتا خدا تعالیٰ نے عجب سے بچایا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس پر شکر واجب نہ کہ بالعکس شکایت کی جاوے۔

؎ آنکس کہ تو نگرت منی گرداند او مصلحت تو از تو بہتر داند

اس مضمون میں یہ باطنی دولت بھی داخل ہے۔ اور جس چیز کو آپ نقصان سمجھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو آپ میں یہ انکسار نہ پیدا ہوتا جو بڑی نعمت ہے اور اس پر بھی شکر واجب۔ البتہ چونکہ اسمیں احتمال ناشکری کا ہے اس لئے اب اس کی حقیقت سمجھ لیجئے تاکہ اس پر بھی شکر کیجئے معلوم ہوتا ہے تربیت السالک کے مضمون کو آپ ذہن سے نکال دیتے ہیں۔ کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پروا نہ کرنا چاہئے کام کئے جائیے۔ آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جائے گا اب تقلیباً مان لیجئے (منقول از تنویب تربیت السالک باب پنجم)

(۵) ایک اور اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں "مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرۃ والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصار میں نہیں آتے مثلاً عجب و کبر کی جڑ کٹ جانا ہر وقت استحضار اپنے محل

Marfat.com

تصرف قہر میں ہونے کا۔ وساوس و خطرات غیر اختیاریہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہا معلوم ہو کر جھجک نکل جانا جو کہ شرعًا عین مطلوب ہے اگر مرتے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آوے وہ طبعًا گھبرا جاوے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ بیٹھے حالتِ حیات و علم میں اس کے پیش آجانے سے اس کا محقق ہو جاتا ہے اگر وقت مرگ پیش آوے وہ مؤثر نہیں ہوتی وغیر ذلک من المنافع والمصالح جن سب کا خلاصہ فنائے تام ہے اور اس کے بعد جو لسبط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ الحمد للہ اس حالت کے منافع حق تعالیٰ نے مجھ کو بھی مشاہدہ کرائے ہیں تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لئے مثل جزو اخیر علت تامہ کے سمجھ رہا ہوں اور اسی سے اپنے احباب کے لئے اس کا متمنی ہوتا ہوں مکرر مبارکباد دیتا ہوں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

ناظرین حضرت والا کے اس جواب ہی سے اندازہ فرمالیں کہ حضرت والا کو اس حالت سے کسقدر منافع حاصل ہوئے ہیں اور اس حالت کا طریان عموماً سالکین کے لئے کس درجہ ضروری تصور فرماتے ہیں۔

(۶) ایک اور مبتلائے پریشانی کو تحریر فرماتے ہیں جنھوں نے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اس ورطۂ ناپیدا کنار سے بساحل تسلی پہونچا دیجئے گا ورنہ اس نابکار ناہنجار بدکردار بدشعار کو جان تلف کرنے کے لئے فتویٰ کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی۔

جواب

یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ لسبط سے بھی زیادہ ہے۔ گو عین قبض کے وقت وہ منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم۔ چنانچہ جو حالات اس وقت آپ پر طاری ہیں یہ غایت انکسار و عبدیت کے آثار ہیں جن پر دولت قرب کے ترتب کی قوی امید ہے اکابر کا الہام ہے۔ انا عند المنکسرۃ قلوبھم قال العارف الرومی

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ و خستہ

ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کیجئے اگر اس میں تکلف بھی کرنا پڑے اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف (کم) کر دیجئے اور استغفار کی قدر کثرت رکھیں۔ اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار دو بار اطلاع دیتے رہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گی۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے [illegible]

Marfat.com

ہونے کی۔ یہ سب رستہ ہی کی گھاٹیاں ہیں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک باب پنجم)

(۷) ایک اور اسی قسم کے طویل خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں" یہ تغیرات طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں۔ عجب کا علاج ان سے ہوتا ہے عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا و تہیدستی رائے العین ہو جاتی ہے فی الحقیقت یہ قسم ہے قبض کی جس کی یہ حکمتیں ہیں اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے ممبر کا مستحق ہو گا خوب غور کر کے سمجھئے کئی بار اس کو پڑھئے میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔ (منقول از تبویب تربیت السالک)

نوٹ اس قسم کی اور بھی تحریریں ہیں لیکن بخوف طوالت ان سات ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے حضرت والا کی تحریرات بالا سے ناظرین کو بطور نمونہ حالت قبض و ہیبت کی چند حکمتیں معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اگر خود حضرت والا پر ایسی حالت نہ طاری ہو چکی ہوتی تو اس جزم و قوت اور وثوق و بصیرت کے ساتھ دوسروں کی ہرگز تسلی نہیں فرما سکتے تھے اور یہ امر بھی اس حالت کے طریان کی بڑی حکمتوں میں سے ہے

الحمد للہ حالت قبض و ہیبت کی خود حضرت والا کے قلم مبارک سے ارقام فرمائی ہوئی حکمتوں کی نقل فراغت ہو گئی۔ اب حضرت والا کی زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائی ہوئی ایک حکمتِ خاص اور درج کر کے اس جزو دوم کو ختم کیا جاتا ہے اسی حالت کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ اس حال میں سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لئے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری ہی طرف رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ماں اپنے بچہ کو کسی مکان میں مقید کر کے چاروں طرف کے کیواڑ بند کر دے کیونکہ باہر بچھو ہے تو بچہ گھبراتا ہے اور سخت پریشان ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ماں نے میرے اوپر بڑا ظلم کر رکھا ہے لیکن اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ ماں کا مقصود اس کو محبوس کرنا نہیں بلکہ باہر جو بچھو پھر رہا ہے اس سے بچانا اور اپنی پناہ میں لینا مقصود ہے۔ انتہیٰ کلامہ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے جانے کی یہ صورت ہوتی ہے سالک ان خطرات و اہیہ کو جس نہج سے بھی دفع کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز دفع نہیں ہوتے بلکہ وہ دفع کی جتنی زیادہ کوشش کرتا ہے اتنا ہی زیادہ ان کا ہجوم اور زور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی پناہ میں لینا اس طور پر ہوتا ہے کہ جب دفع کی سب کوششیں بیکار بلکہ موہلم ثابت ہوتی ہیں تو مجبور اور مایوس ہو کر انکو چھوڑ دیتا ہے اور پھر اضطرار اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے فوراً سکون محسوس ہونے لگتا ہے پھر

Marfat.com

اس تجربہ کے بعد بجائے دفع کی کوشش کے وہ توجّہ الی اللہ ہی کے دائماً قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعون اللہ تعالیٰ کامیاب ہوکر خطرات کا استیصال ورنہ کم از کم اضمحلال ضرور ہوجاتا ہے۔ جس سے اذیّت جاتی رہتی ہے اور اس سے بھی بہتر اور اقرب توضیح اپنی ارشاد فرمودہ مثالِ مذکور کی خود حضرت والا نے بعد کو فرمائی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں کہ وہ مُہلکاتِ باطنی عُجب وکبر سے محفوظ رہے۔ اور اگر اُس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائلِ نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہوجاتا اھ۔

جزو سوم

یعنی بعض وہ آیات واحادیث واقوالِ عارفین جن میں حالتِ قبض وہیبت کی حکمتیں منتشر طور پر مذکور ہیں۔

آیات

(قولہ تعالیٰ) عسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم (وقولہ تعالیٰ) ولیمحّص اللہ الذین امنوا (وقولہ تعالیٰ) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (وقولہ تعالیٰ) ولیبتلی اللہ ما فی صدورکم ولیمحّص ما فی قلوبکم (وقولہ تعالیٰ) ولقد فتنّا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔ وقیل فی حاصلہ ؎

در محبت ہر کہ او دعوے کند — صد ہزاراں امتحاں بر وے کند
گر بود صادق کشد بار جفا — ور بود کاذب گریزد از بلا

وقال العارف الشیرازی رح فی حاصلہ

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں — تا سیہ [illegible]

وقیل فی حاصلہ ایضاً

بشکل وہیئت انساں زرہ مرو زنہار — تواں بصبر وتحمل شناخت جوہر مرد
اگر نہ پاک بود از بلا نخواہد جست — وگر حاصل بود پاک صبر خواہد کرد

احادیث

جزو حدیث اشد الناس بلاء الانبیاء ویبتلی الرجل علی حسب دینہ [illegible]

Marfat.com

فی دینہ صلبًا اشتدّ بلاءہ وان کان فی دینہ رقۃ ھوّن علیہ فما زال کذٰلک حتی یمشی ع
الارض مالہ ذنب - رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی۔

اقوال عارفین

از عارف رومیؒ

نالم آں را نالہا خوش آیدش (۱) از دو عالم نالۂ و غم بایدش
عاشقم بر رنج خویش و دردِ خویش (۲) بہر خوشنودیِ شاہِ فردِ خویش
خاکِ غم را سرمہ سازم بہر چشم (۳) تا ز گوہر پُر شود دو بحرِ چشم
اشک کاں از بہرِ او بارند خلق (۴) گوہر است و اشک پندارند خلق
زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود (۵) کاں تجمّش یار با خوباں نمود
طفل می لرزد ز نیشِ احتجام (۶) مادرِ مشفق ازاں غم شاد کام
تا نہ گرید کودکِ حلوا فروش (۷) بحرِ بخشائش نمی آید بجوش
تا نگرید ابرِ کے خندد چمن (۸) تا نگرید طفلِ کے جوشد لبن
ہر کجا پستی است آب آنجا رود (۹) ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود (۱۰) ہر کجا رنجے شفا آنجا رود
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو (۱۱) آں صلاح لشت آں دل مشو
گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے ۱۲ سوزشِ خورشید در بستاں زدے
گر ترشروئیست آں وی مشفق است (۱۳) صیف خندان است اما محرق است
چونکہ قبض آید تو در وے لبط بیں (۱۴) تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
قند شادی میوۂ باغِ غم است (۱۵) ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم است
غم چو آئینہ است پیشِ مجتہد ۱۶ کاندراں ضد می نماید روئے ضد
بعد ضد رنج آں ضدِ دگر (۱۷) رود ہد یعنی کشاد و کر و فر
ایں دو وصف از پنجۂ دست ست بیں (۱۸) بعد قبضِ مشت لبط آید یقیں
پنجہ را گر قبض باشد دائما (۱۹) یا ہمہ لبط او بود چوں مبتلا
زیں دو وصفش کار و کسب منتظم (۲۰) چوں پرِ مرغ ایں دو حال اورا مہم

Marfat.com

امتحانہائے زمستان و خزاں ۲۱ تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں
تا بروں آرد زمینِ خاک رنگ (۲۲) ہرچہ اندر جیب دارد لعل و سنگ
تا میانِ قہر و لطف آں خفیہا (۲۳) ظاہر آید ز آتشِ خوف و رجا
آں بہاراں لطف و شحنہ کبریاست (۲۴) واں خزاں تہدید و تخویف خداست
پس مجاہد را زمانے بسطِ دل (۲۵) یک زمانے قبض و درد و غش و غل
زانکہ ایں آب و گلے کابدانِ ماست (۲۶) منکر و دزدِ ضیائے جانہاست
بندہ می نالد بحق از دردِ نیش (۲۷) صد شکایت می کند از رنجِ خویش
حق ہمی گوید کہ بے ایں رنج و درد (۲۸) مر ترا لابہ کناں در است کرد
زیں سبب بر انبیا رنج و شکست ۲۹ از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست
پوست از دار و بلا کش می شود (۳۰) چوں ادیمِ طائفی خوش می شود
آدمی را نیز چوں آں پوست داں (۳۱) از رطوبتہا شدہ زشت و گراں
تلخ و تیز و مالشِ بسیار دہ (۳۲) تا شود پاک و لطیف و بافرہ
ور نمی تانی رضا دہ اے عیار (۳۳) کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست (۳۴) علم او بالائے تدبیرِ شماست
چوں صفا بیند بلا شیریں شود (۳۵) خوش شود دارو چو صحت بیں شود
من عجب دارم ز جویائے صفا (۳۶) کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
گر بلا آید ترا اندہ مبر (۳۷) ور زیاں بینی غمِ او را مخور
کاں بلا دفعِ بلاہائے بزرگ (۳۸) واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ

تمثیل گریختن مومن و بے صبری در بلا باضطراب و بیقراری نخود بجوش تا بیروں جہد و منع کد بانو

بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں ۳۹ وز بلاہا رو مگرداں ا[illegible]
ہر زمانے می برآید وقتِ جوش (۴۰) بر سرِ دیگ [illegible]
میزند کفگیر کد بانو کہ نے (۴۱) خوش [illegible]
زاں بجوشانم کہ مکروہِ منی (۴۲) بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
سر بہ پیشِ قہر نہ دل بر قرار (۴۳) تا ببرم حقت اسمٰعیل وار
اے نخود می جوش اندر ابتلا ۴۴ تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

زاں حدیثِ تلخ می گویم ترا (۴۵) تا ز تلخیہا فرد شویم ترا	
ہر کہ او اندر بلا صابر نشد (۴۶) مقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد	

از عارف شیرازی رح

ابیات

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی (۴۷) ہر کہ شد خاک درت رست ز سرگردانی

مِن شکستۂ بد حالِ زندگی یابم (۴۸) دراں زماں کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول

غزل

از آں زماں کہ فتنۂ چشمت بما رسید (۴۹) ایمن ز شرِّ فتنۂ آخر زماں شدم

اوّل ز حرفِ لوحِ وجودم خبر نبود (۵۰) در مکتبِ غمِ تو چنیں نکتہ داں شدم

نوٹ

یہ اشعار جن میں حالت قبض وہیبت کی حکمتیں مذکور ہیں پچاس ہیں - یہ عدد برعایتِ اہمیت مضمون اُن اشعار کے عدد سے مضاعف ہے جن میں اس کا ذکر ہے کہ اکثر احوال میں نزول بلا لوازم سلوک سے ہے اور جن کو بیان واقعات غلبۂ قبض وہیبت کے ختم پر زیلی عنوان عود الی السابق کے تحت میں بعد نقل آیات واحادیث درج کیا گیا ہے اور چونکہ اس حالتِ قبض وہیبت کے معالجہ کا بیان جو آگے آتا ہے بیانِ حکمت سے بھی زیادہ اہم ہے اس لئے معالجۂ قبض وہیبت کے ذیل میں جو اشعار آیندہ درج کئے جائیں گے اُن کا عدد انشاء اللہ تعالیٰ ان اشعار متضمن حِکم کے عدد سے بھی مضاعف یعنی سوا ہوگا - احقر نے ان ہر سہ اقسام کے اشعار کو منتخب کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو جن جن اشعار کا عنوان کچھ بے باکانہ سا تھا اُن کو حذف فرما دیا اور بعض اشعار کے بعض الفاظ میں مناسب ترمیم فرما دی اور اشعار کے عدد کی مذکورۂ بالا تحدید بھی حضرت والا ہی کی موزونیت طبع لطیف کا نتیجہ ہے

الحمد للہ بیانِ حکمتِ حالتِ قبض وہیبت کے تینوں اجزاء یعنی جزوِ اوّل وجزوِ دوم و جزوِ سوم سے فراغت حاصل ہوئی - اب اشتداد وامتدادِ خطرات کے رفع کی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں جس کا وعدہ سابقہ اثنائے بیان واقعہ ہیبت میں جہاں ضمناً تدابیر انسداد خطرات مذکور ہیں گذر چکا - اس مضمون کا عنوان "معالجۂ حالتِ قبض وہیبت" تجویز کیا جاتا ہے -

Marfat.com

مُعالجۂ حالتِ قبض وہیبت

بیانِ حکمتِ حالتِ قبض وہیبت کے عنوان سابق البیان کی طرح حُسنِ اتفاق سے عنوانِ زیر بیان کا بھی تین ہی جزو پر مشتمل ہونا ذہن میں آیا گویا یہ معالجہ ایک نسخہ ہے جس کے تین جزو ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

جزو اوّل۔ مطالعہ کتب ذیل مصنفہ حضرت والا مع مطالعۂ جملہ مضامینِ عنوان سابق البیان یعنی بیانِ حکمتِ حالتِ قبض وہیبت (۱) رسالہ خاتمہ بالخیر (۲) رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء (۳) رسالہ خیر الاخبار فی خبر الاختیار جو کتاب کمالاتِ اشرفیہ کے آخر میں طبع ہوکر شائع ہوا ہے (۴) تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم۔

جزو دوم۔ مطالعۂ بعض مضامین متفرقہ منقولۂ ذیل از حضرتِ والا۔ یہ مضامین دو حصّوں پر مشتمل ہیں۔ حصّۂ اول تحریرات۔ حصّۂ دوم تقریرات۔

حصّۂ اوّل تحریرات

(۱) (الف) نقل ضمیمہ رسالہ خاتمہ بالخیر۔

ضمیمہ۔ ایک موذی مرض کے علاج میں۔ خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں جیسا اوپر تحقیق ہوا مگر اس کا غلبہ وہجوم طبیعت کو بہت پریشان کردیتا ہے اور انتہا درجہ کا حزن والم قلب پر طاری ہوتا ہے اگرچہ یہ امراض شرعیہ میں سے تو نہیں ہے اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری نہیں مگر امراض طبیعیہ میں سے سخت درجہ کا مرض ہے اس لئے اس کا علاج سہل ومجرب ونختہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہوجانا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بہ ہدایت تعالیٰ وعلماء ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف [illegible] جب کسی بُری چیز کا خیال دل میں آوے تو اس کے [illegible] اس میں لہٰذا اس کے اسباب میں غور کرے کہ اس سے زیادہ [illegible] ہے بلکہ فوراً اسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کردے اس سے وہ بُرا خیال خود بخود دفع ہوجائے گا اور اگر وہ بُرا خیال میں آوے تو ایسا ہی کرے

ے یہ رسالہ الگ بھی طبع ہوا تھا مگر اب نایاب ہے بدلہ کا علم ہوتا ہے الانتخاب تبویب تربیت السالک سے مقدمہ ۴ جزو میں کر شائع ہوا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اُس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے بالکل نکلجائے گا۔ علاج کلّی اُس کا یہی ہے۔ حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اُس سے یہ علاج مستنبط ہے۔ باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہیں جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیّلِ نقشِ اسمِ ذات وہ سب اسی کُلّی کی جزئیات ہیں۔ اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضُعفِ قلب یا خفقان یا نحافتِ جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آگئی ہو تو علاج مذکور کے سات مقویات و مفرحاتِ قلب و غذائے نفیس اور ادویۂ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے۔ چونکہ بعض سالکین کو یہ عقبہ پیش آتا ہے جس سے اُن کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے اس لئے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج کو سہولت و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۱ر جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

نوٹ متعلقہ ضمیمۂ بالا (از مؤلف سوانح) چونکہ قریب زمانہ ہی میں خود حضرت والا کو یہ عقبۂ سخت پیش آچکا تھا اس لئے نہایت بصیرت کے ساتھ دیگر اہل ابتلاء کے لئے یہ علاج اکسیر و مجرب تحریر فرما دیا گیا۔ ۱۲

(ب) نقل مضمون (متعلق حدیث ان اللہ تجاوز لامتی عما حدث بہ انفسہا الخ) ملقب بہ الحصحصہ فی حکم الوسوسہ جزو التشرف جلد سوم زیر عنوان "علاج الوسوسۃ باستحضار الفعو عنہا" ۱۲

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو مُنھ سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں نہ لاویں۔ عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُن کے سینہ میں جو وسوسے پیدا ہوں۔ خفی نے کہا ہے کہ (خیال) کے مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں عزم۔ پس جب کوئی بات قلب میں ابتداءً واقع ہوئی اور اُس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص کو توفیق ہوئی اور اوّل ہی سے اُس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا اُس کو خاطر کہا جاتا ہے۔ جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس کہتے ہیں سو یہ تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہے اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے۔ پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اُس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور

ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں) پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اُس کو ہم کہتے ہیں اسپر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔ پھر جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا اُس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے اور میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم مواخذہ بالاولیٰ ہے۔ کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اُس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ اُس سے اَہْوَنْ و اَدْوَنْ ہیں) بدرجۂ اولیٰ معاف ہوں گے اور اگر تم کو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بناء پر حدیث کی معافی کا حکم اسپر موقوف ہے کہ حدیث میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی معنی مراد ہوں سو اسکی کیا دلیل ہے پس اس خلجان کو اس طرح دفع کرو کہ یہ اصطلاح بیّن لغت ہے اور نصوص معنی لغوی ہی پر محمول ہوتے ہیں۔ جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جائے اور یہاں طاری نہیں ہوئی پس لغوی معنی ہی مراد ہوں گے اور لغوی معنی (حدیث النفس کے) وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو۔ اور ہاجس پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اُس کا فعل نہیں صرف اُسپر ایک ایسی شے وارد ہوگئی جسپر اس کو نہ قدرت ہے نہ اُس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ جو اس کے بعد ہے اگرچہ یہ شخص اُس کے دفع پر اس طرح قادر ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اُس کو ہٹا دے (مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاوے) لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے کم ہے [illegible] حدیث النفس حدیث کی رو سے معاف ہے اس لئے یہ خاطر بدرجۂ اولیٰ معاف ہے اور اس تحقیق پر [illegible] ایک سخت اشکال رہ گیا اشکال یہ ہے کہ کلیات شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقتضا یہ ہے [illegible] پر مواخذہ نہ ہو یہ تو قبل سے آگے اشکال ہے کہ [illegible] نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکورہ میں سے [illegible] یہ اشکال ہے کہ فعل اختیاری پر اس سے مواخذہ نہیں ہوتا اور وہ [illegible] کو اور غیر اختیاری پر سکے ساتھ تکلیف ہونا لازم آتا ہے اور یہ [illegible] کے منافی ہے جیسے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کہ ولی ہر اس میں نفس عام ہے لائق کے اور سابق کو اور اگر اختیاری کے [illegible]

Marfat.com

اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر وحدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اُس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) منجر ہو جاتا ہے سو اس (خاطر و حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقدر اختیاری ہوا اور اس بنا پر کسی اُمّت کا اس کا مکلّف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الٰہیہ نے اس اُمت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور اطواق یعنی احکام شدیدہ) کہ جو امم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہاجس اس کی طرف اس طرح سے منضمی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضار ہوا جو ذہول کے سبب سے ہو اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذّت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اسپر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی زنا کرتا ہے اور اُس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنّا کرتا ہے اور اشتہار کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنّا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہار و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے) اور بعض اکابر (جیسے امام غزالیؒ) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقتاً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) ویلقب بیان ھذا الحدیث بالخصصۃ فی حکم الوسوسۃ۔

(۲) ایک طالب کو جن پر ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ضعف جسمانی بھی ہو چلا تھا اور لکھا تھا کہ شاید اس ہیبت میں گھل گھل کر مثل برف کے ختم ہو جاؤں گا۔ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضا یہ ہے کہ

Marfat.com

جہانتک اپنا علم اور قدرت کام دے اعتدال اور تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے۔ ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن اور سوءِ ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فنار کے ساتھ بقار اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدۂ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے تاکہ ختم ہونے سے پہلے دو سہروں کا خاتمہ درست کر سکے۔ کیفیات مذکورۂ بالا سابقہ میں صاحب نسبتِ راسخہ کو اضطرار کم ہوتا ہے اکثر سوچنے سے بڑھ جاتی ہیں تو یہ سوچنا طریق میں مضر سمجھا جاتا ہے حدیث کے یہی معنی ہیں۔ سدّدوا وقاربوا واستقیموا ولن تحصوا ومن شاقّ شاقّ اللہ علیہ اور حافظ شیرازی نے اسی معنی میں کہا ہے ؎

دوش با من گفت پنہاں راز دانِ تیز ہوش — کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ میفروش
گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع — سخت میگردد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

آپ کو اگر آثارِ ہیبت و سوءِ ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہو گی اُسی طرح پر تائبین کی بھی ہو گی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صفِ نعال ہی میں جگہ مل رہے گی اگر اولیت نہ ہو گی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی بس یہ سمجھکر اللھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہئے انشاء اللہ تعالےٰ مزاج درست ہو جائے گا اور اگر اسپر بھی قبض مغلوب نہ ہو بعد رمضان یہاں فوراً آجانا چاہئے اھ منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

نوٹ از مؤلف۔ سبحان اللہ کس بصیرت و قوت اور توجہ و شفقت کے ساتھ تدابیر ارشاد فرمائیں اور بصورتِ عدم رفع قبض کس جزم و اعتماد سے خود اپنے پاس بغرض معالجہ طلب فرمایا۔ یہ سب یوسف و برکات اس کے ہیں کہ خود حضرتِ والا پر سخت غلبۂ ہیبت طاری ہو چکا تھا لہٰذا جو کچھ ایسے احوالِ شدیدہ میں فرماتے ہیں وہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مصداق ہوتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ حضرتِ والا کو اہلِ ابتلاء پر غایت درجہ ترحم ہوتا ہے اور جمیع شفقت کے ساتھ توجہ فرماتے ہیں۔

(۳) ایک اور طالب کو جنہوں نے ایک طویل عریضہ لکھا تھا [illegible] میں ایمان کی فرحت اور خوشی ہو وقت [illegible] ہے) تحریر فرمایا۔ جو کچھ مجموعی حالت لکھی ہے اس سب کا ماحصل قبض و بسط ہے اور دونوں حالتیں نہایت رفیع ہیں اور دونوں سے قرب حق بڑھتا ہے اس واسطے دونوں کو نعمت سمجھکر شکر کرنا چاہئے۔ قبض کے غلبہ کے وقت اگر یہ ہدایت تم کو یاد رہے تو بہت سعادت ہے باقی تین [illegible] اس کی [illegible] نعمت کی [illegible]

Marfat.com

(۴) ایک طالب کو جو بوجہ حالتِ قبض سخت پریشانی میں مبتلا تھے تحریر فرمایا۔ آپ کا حال اچھا خاصہ ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل وخوار قاصر وناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے۔ رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالاتِ عارضہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپ کو شبہ ہو گیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہئے اور اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہئے۔ پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔ غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں اھ (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۵) بعض اہل قبض کے مختلف خطوط کے جوابات جن میں اسباب وتشخیص وعلاج مذکور ہیں ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(الف) یہ قبض ہے اسکی طرف التفات نہ کرو۔ کام میں لگے رہو اور استغفار کی کثرت رکھو اسکے منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں صبر وتسلیم ورضا وتفویض اس کے آداب میں سے ہے۔

(ب) یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے قبض کہلاتی ہے اس کے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ وتربیۃ السالک دیکھئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

(ج) یہ قبض ہے اس کا سبب کبھی کوئی تغیر طبعی طبّی ہوتا ہے کبھی معصیت کبھی محض امتحان طلب اس لئے جہاں سبب کی تشخیص نہ ہو سکے سب معالجات کو جمع کیا جاوے۔ یعنی طبیب سے نبض وغیرہ دکھلا کر تعدیل مزاج کی جاوے اور بلا التفات وتردّد کام میں لگے رہنا چاہئے (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(۶) ایک اہل قبض کو تحریر فرماتے ہیں۔

صبر کن حافظ بہ تلخی روز وشب عاقبت روزے بیابی کام را

شرح اس صبر کی یہ ہے کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اُس میں

ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں (منقول از تبویب تربیۃ السالک باب پنجم)

(ز) بعض مختلف مبتلایانِ خطرات کو جو قطع خطرات کی بعض تدابیر ارقام فرمائیں وہ ذیل میں نقل کیجاتی ہیں

(الف) وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دو نا ہجوم ہو جاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

نوٹ ۔یہ طالب حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے سلسلہ کے ایک شیخ سے بعیت تھے جو اُس وقت مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اس جواب کی برکت سے اس قدر نفع ہوا کہ پھر انھیں صاحب کا دوسرا خط آیا جسمیں لکھا تھا کہ الحمدللہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام و ہوا جس کا تلاطم سب قطعی طور سے نیست و نابود ہو گئے۔ حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جائے جو اس اڑے وقت میں دستگیری فرمائی ہے الخ۔

(ب) ایک طالب نے لکھا کہ کبھی ایسے وساوس قلب پر آتے ہیں جن سے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ۔ یہ تو رحمت ہے کیا حدیث میں آپ نے ذالک صریح الایمان نہیں پڑھا اور اس میں بڑی حکمت ایک یہ ہے کہ اس سے عُجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر یقینی اور منصوص ہے۔

(ج) اس کی خاص تدبیر اور اس کی کوشش اور اس میں کاوش نہ فرمائیے۔ سرسری توجہ بقصد ذکر کی طرف رکھئے اس سے شدہ شدہ خود سب خطرات قطع ہو جائیں گے (یہ سب تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم سے منقول ہیں۔)

(د) اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہئے اس کے بعد بھی اگر آویں اُن کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے۔ کیونکہ مختلف متضاد [illegible] اختیار جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا۔ اور اگر بالاختیار [illegible] طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب متنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استغفار سے کام لیا جائے یہ طریق عمل اسقدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اس کو دستور العمل بنا کر بفکر ہو جانا چاہئے (منقول از مکتوب مسمّٰی بہ علاج الخیال جزو تربیۃ السالک مطبوعہ الہ آباد ۱۵ نمبر ۳ بابت ماہ

Marfat.com

رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

حصّۂ دوم تقریرات

(۱) فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہئے نہ اُن کی بناء پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہئے کیونکہ اُن خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے جیسے کوئی بُری بُری باتیں کسی کے کان میں کہے اور سُننے والے کو اُس کے روکنے پر قدرت نہ ہو تو باوجود ناگوار ہونے کے اُس کو مجبوراً بلا قصد و بلا اختیار سننا ہی پڑے گا یعنی وہ سامع ہوگا مستمع نہ ہوگا نہ متکلم ہوگا لہٰذا اُس کا کیا قصور بلکہ اُس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اُس کو اجر ملے گا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اپنے محبوب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے نہایت شوق کے ساتھ جھپٹا ہوا چلا جا رہا تھا کہ راستہ میں اُس کا دشمن ملا اور اُس کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے اُس کو سُنا سُنا کر بادشاہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بکنے لگا تو گو ناگوار تو بہت ہوگا لیکن عقل اور طلب کا مقتضا یہی ہے کہ اُس نالائق اور نمک حرام کی بیہودہ بکواس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے ورنہ اگر ردّ و کد شروع کر دی تو حاضری دربار کے وقت کے گزر جانے کا اندیشہ ہے۔ بس اُسکو چاہئے کہ صبر کئے ہوئے خاموشی کے ساتھ چلتا چلا جائے جب دربار میں رسائی ہو جائے گی تو اوّل تو وہ کم بخت آپ ہی پیچھا چھوڑ دے گا ورنہ کان پکڑ کر نکلوا جائے گا چنانچہ اکثر عمارۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہو جاتے ہیں اور اگر مقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں نہ وہ معصیت ہیں البتہ اذیت و کلفت ضرور ہوتی ہے مگر اُس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں۔

(۲) فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اُس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہی ہے بس خیریت اسی میں ہے کہ اُس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے نہ جلبًا نہ سلبًا اسی طرح خطرات و وساوس سے امن کی صورت بھی یہی ہے کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ جلبًا نہ سلبًا۔

(۳) فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے جس پر امیر غریب شریف رذیل سب ہی چلتے ہیں کسی کو مجال نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے۔ اگر چور اور جیبکٹی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے وہ اپنے [illegible] اپنے راستے چلتا رہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی

Marfat.com

واقع ہوئی ہے کہ اُس میں اچھے بُرے سبھی قسم کے خیالات کا وُرود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں بُرے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار بُرے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے ہاں قصداً بُرے خیالات نہ لائے نہ قصداً انکو باقی رکھے اور پھر اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

(۴) فرمایا کہ۔ سالک یہ سمجھ کر پریشان ہوتا ہے کہ خطرات قلب کے اندر سے پیدا ہو رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ شیطان خارج سے اُن خطرات کو قلب میں ڈالتا ہے جیسے کسی کوٹھری میں غلّہ بھرا ہو تو یہ بات نہیں ہے کہ وہ غلّہ کوٹھری کے اندر سے پیدا ہوا ہو بلکہ وہ پیدا تو کھیت میں ہوا ہے وہاں سے لاکر کوٹھری میں بھر دیا گیا ہے اھ۔ یہ تو حضرت والا نے خطرات کے وارد علی القلب ہونے کے متعلق تحقیق بیان فرمائی اور بعد وُرود اُن کے واقع فی داخل القلب ہونے کے متعلق فرمایا کہ اگرچہ بادی النظر میں ایسا متوہم ہوتا ہے کہ خطرات قلب کی تہ میں گھُسے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت یہ بات نہیں ہوتی۔ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ اُن کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے (کما یفہم من قولہ تعالیٰ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ) نکتہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ بھی نہیں (کما یفہم من قولہ علیہ السلام ان الشیطان جاثم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس الخ) پھر فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی آئینہ پر کچھ نقش ہو تو اس کا عکس آئینہ کے اندر پڑ رہا ہے وہ آئینہ کے اندر بیٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ آئینہ کے اوپر اور جو چیز آئینہ کے اندر نظر آ رہی ہے وہ لکھی نہیں ہے بلکہ لکھی تو اوپر ہے اس آئینہ میں کوئی نقش واقع نہیں ہوتا۔

(۵) فرمایا شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس [illegible]

میں نقب لگاتا ہے جس میں دولت ہوتی ہے [illegible]

کیونکہ شیطان کا قلب میں وسوسے ڈالنا قلب سے [illegible]

حدیث شریف میں [illegible]

ہو کر وسوسے ڈالتا ہی ہو [illegible]

تو معدوم کرنے کے لئے [illegible]

Marfat.com

ڈالنا ہی چھوڑ دے گا۔ علاوہ بریں خطرات پر عقلاً خوش ہونے سے قلب میں قوت پیدا ہوگی اور پھر یہ قوت بھی خود معین ہو جاے گی دفع خطرات میں۔ اور جب خطرات دفع ہو جائیں گے تو پھر طبعی غم بھی جاتا رہے گا۔ اس طرح عقلی مسرت طبعی مسرت کا بھی سبب ہو جائے گی۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کا مجکو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے کہ خطرات پر مغموم ہونے سے قلب میں سخت ضعف عارض ہو جاتا ہے جس سے خطرات کا اور زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہونچتی ہے اور اس امر کا عقلی اطمینان ہو جانے کے بعد کہ یہ خطرات نعوذ باللہ سوء اعتقاد سے ناشی نہیں ہیں بفضلہ تعالیٰ فوراً سکون طبعی بھی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اس اطمینان کے بعد پھر اُن خطرات کا پورا اندفاع ورنہ کم از کم تقلیل ضرور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں بوجہ تبخیر احقر کے قلب و دماغ میں خطرات واہیہ کا سخت ہجوم تھا جس سے شدید غم و حزن طاری رہتا تھا۔ میرے اُستاد مکرّم جناب مولانا سراج احمد صاحب سے یہ سلسلۂ گفتگو جو ذکر آیا تو اُنھوں نے خود اپنے تجربہ کی بناء پر میرے احتمال تبخیر کی بہت قوت کے ساتھ تائید کی اور فرمایا کہ یہ حالت یقیناً تبخیر ہی کی وجہ سے ہے اور اس کی طبّی اُصول پر اس طرح تقریر فرمائی کہ مجکو اُس وقت کامل یقین ہو گیا کہ ان خطرات کا سبب واقعی تبخیر ہی ہے نعوذ باللہ سوء اعتقاد نہیں بس اس کا یقین ہونا تھا کہ قلب کی تشویش فوراً دفع ہو گئی اور اُسی وقت انقباض طبعی مبدّل بہ انشراح و انبساط ہو گیا۔ پھر اس انبساط سے قلب کو قوت پہونچی جس نے تبخیر ہی کو دفع کر دیا کیونکہ غم بھی اکثر موجب تبخیر ہو جایا کرتا ہے۔

غرض کبھی عوارض طبعیہ سے بھی خطرات کا ہجوم ہونے لگتا ہے بالخصوص ضعف قلب و دماغ۔ اور اس تبخیر سے جس کو اصطلاحِ طب میں دُخانِ مراق سے تعبیر کرتے ہیں جس سے فساد متخیلہ عارض ہو کر انسان اوہام باطلہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی خطرات کے غم سے بھی عوارض طبعیہ لاحق ہو جاتے ہیں جو موجب ہو جاتے ہیں ازدیادِ خطرات کے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبھی عوارض سبب ہوتے ہیں اور خطرات مسبب اور کبھی خطرات سبب ہوتے ہیں اور عوارض طبعیہ مسبب۔ ایسی حالتوں میں طبیب جسمانی سے بھی رجوع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت والا اکثر اہل ابتلاء کو یہ بھی مشورہ دیا کرتے ہیں لیکن فرمایا کرتے ہیں کہ خطراتِ غیر اختیاریہ خواہ کسی سبب سے ہوں نہ موجب مواخذہ ہیں نہ قابلِ اندیشۂ و غم گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہرحال غالب رکھنا چاہیئے تاکہ وہ حزنِ طبعی مضمحل ہو جائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

احقر کے واقعۂ مذکورۂ بالا سے یہ بھی تجربہ ہوا کہ خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ چنانچہ حضرت والا سالک کے لئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھسے محبت ہے بے حد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھسے محبت ہے اھ اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی۔ اور خطراتِ منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریح علامت ہے ایمان کی۔ اس مراقبۂ محبت میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے جنکے بیان کا یہ موقع نہیں یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قویّ الاثر اور مجرّب بلکہ ضروری علاج ہے کیونکہ خطراتِ منکرہ کی بناء پر سالک کو بوجہ غایتِ خشیت و ناواقفی اس حالت پر بُعد کا اور اپنے اوپر مبغوض عند اللہ ہونے کا وہم ہو جاتا ہے جو درحقیقت خلاف واقع ہوتا ہے لہذا القاعدۃ العلاج بالضد اس وہم کا علاج محبوب عند اللہ ہونے کا مراقبہ ہے جو ایسی حالت میں مطابق حقیقت کے بھی ہے کیونکہ خطرات مؤمنین و مقبولین ہی کو پیش آتے ہیں۔ کافرین و مردودین کو پیش نہیں آتے جس کا سبب یہ ہے کہ شیطان کافرین و مردودین کی جانب سے تو مطمئن رہتا ہے کیونکہ وہ تو گمراہی میں اُس کا کامل اتباع کر ہی رہے ہیں۔ اور جب ایسے ضررِ عظیم میں اُن کو مبتلا کر رکھا ہے تو اُس کو ضرورت ہی کیا ہے کہ پھر خطرات میں جو مطلق مضر دین نہیں اُن کو مبتلا کرے (اور یہی مضمون اختصار کے ساتھ عنقریب جزو سوم میں بسلسلۂ احادیث بضمن شرح حدیث ذاک صریح الایمان امام نووی رح سے عبارت و قبل معناہ میں منقول ہوگا) البتہ مومنین و مقبولین کے درپے رہتا ہے کہ اگر ہو سکے تو اُن کو خطرات کے ذریعہ سے گمراہ کرے ورنہ کم از کم پریشان ہی کرے۔ لہذا اُس کی خواہش کو ہرگز پورا نہ ہونے دیا جائے یعنی خطراتِ منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو اُن سے ہرگز متعلق نہ ہونے دیا جائے نہ حدوثاً نہ بقاءً نہ اُن کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامتِ ایمان سمجھ کر اسپر عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں۔

دوم کے حصۂ اول کے فقرہ (د) میں جو حضرت والا کا ارقام فرمایا ہے [illegible] معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت [illegible] میں بلا تنافر دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ حسب تحقیق حضرت والا [illegible] سے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

(۶) فرمایا کہ خطرات کو دفع کرنے کے ہرگز درپے نہ ہونا چاہئے ورنہ وہ اور زیادہ ہجوم کرنے لگتے ہیں۔ شیطان کی خاصیت کتے کی سی ہے کہ جتنا اُس سے ڈر کر بھاگا جائے اتنا ہی [illegible]

اور پیچھا کرتا ہے اور اگر اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ ڈرا جائے نہ بھاگا جائے تو آپ ہی خاموش ہو کر واپس چلا جاتا ہے لہذا خطرات کا بہترین علاج یہی ہے کہ اُن کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے اور خوض تو ہرگز ہرگز نہ کیا جائے۔ کیونکہ خطرات کے اندر بس خوض کرنا ہی غضب ہے اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے اور گو اُن کا ہجوم دین کے لئے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن اُن سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور اُن سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کے لئے بتائی جاتی ہیں نہ کہ معصیت ہونے کی بنا پر کیونکہ اپنے آپ کو بلا ضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے جس پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی۔ کبھی عوارض طبیہ کبھی رذائل نفسانیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ اس کے اسباب میں۔

نیز حضرت والا رذائل نفسانیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔ افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔ ملکات رذیلہ کے مقتضاء پر بس عمل نہ ہونے دے۔ باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکات رذیلہ زائل ہو جائیں۔ کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے۔ البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفت نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی البتہ افعال جبلی نہیں اُن پر اختیار ہے اُن کا صدور نہ ہونے دے اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اُن کی اس میں سیکڑوں حکمتیں ہیں۔ نیز رذائل نفس سے کون خالی ہے کم و بیش سب میں موجود ہیں الا ما شاء اللہ کیونکہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جاویں اور اُن کا ظہور بذریعہ صدور اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں۔ جیسے دیا سلائی میں سب مادے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو [illegible] جیب میں لئے پھریے کوئی اندیشہ نہیں ہاں اس کی [illegible]

Marfat.com

(۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے خطرات کا عجیب وغریب علاج ارشاد فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح اُمڈے ہی چلے آتے ہیں۔ کسی طرح روکے رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے کیا خدا کی صنعت ہے اس کو نقل فرماکر حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا لطیف معالجہ ہے۔ کہ جن خطرات کو سالک آلہ بُعد سمجھ رہا تھا انہیں کو مراۃ جمال خداوندی بناکر موجب قرب ومشاہدہ بنادیا۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک اور بھی لطیف معالجہ جو خود حضرت والا کے لئے حضرت والا کی حالت رفیعہ اور شان عالی کے مناسب تحریر فرمایا تھا اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے مکتوب نمبر ۴۵ مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۱۶ھ میں جس کی نقل نقول مکتوبات امدادیہ میں نمبر ۴ پر پہلے اپنے موقع پر پیش کی جاچکی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ جو قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔

ضروری تنبیہ۔ بعون اللہ تعالیٰ وبفضلہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ تحریری وتقریری معالجات خطرات کی نقل سے فراغت ہوئی۔ اب آخر میں ان سب معالجات کے متعلق حضرت والا ہی کی ارشاد فرمائی ہوئی ایک نہایت ضروری تنبیہ نقل کی جاتی ہے جس کو حضرت والا نے اس حقیر کو سن کر نہایت اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اس قدر ضروری بات ہے بغیر اس کے یہ سارا مضمون ہی معالجات خطرات کا نامکمل رہ جاتا ہے۔ وہ تنبیہ یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہر گز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضہ اور تقاضہ سے تشویش پیدا ہوگی۔ اور پھر ان [illegible] کے ہوتے ہوئے خطرات کیونکر دفع ہو سکتے ہیں۔ بلکہ بجائے انتظار اندفاع خطرات [illegible] اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ [illegible] جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ ہمیں [illegible] امر واقعی اور عقیدہ واجبہ یہ اختیار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] توان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنی [illegible] کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں کسی کو مجال چون وچرا نہیں۔ وہ حکیم ہیں [illegible] اجمالاً یہ اعتقاد رکھکر بالکل مطمئن رہنا چاہیے۔ کہ یہ تصرف میرے حق میں [illegible]

Marfat.com

تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں اھ

الحمد للہ معالجۂ قبض و ہیبت کے جزو دوم سے بھی فراغت حاصل ہوئی۔ اب اس کا جزو سوم ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

جزو سوم

مراقبہ و استحضار بعض آیات و احادیث و تکرار بعض اشعار اہل استبصار بتفکر و اعتبار جو ذیل میں مذکور ہیں

آیات

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ و تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ و نیز تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ہَدَیْتَنَا وَہَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَہَّابُ و نیز تکرار مناجات ہذا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ضروری تفسیر آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

از بیان القرآن توضیح مضمون ان تبدوا الخ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ (یعنی ہم نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلف نہیں بناتا۔ (یعنی ان امور کو واجب یا حرام نہیں فرماتا) مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو۔ اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے۔ جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور جس کے ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طائفہ سے خارج ہیں تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا)

نوٹ۔ اگر کسی صاحب کو مزید تفصیل و تحقیق کا شوق ہو تو وہ سورۂ بقر کے آخری رکوع کی پوری تفسیر کو بیان القرآن مصنفہ حضرت والا میں ملاحظہ فرمالیں ۱۲

Marfat.com

احادیث

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست به صدورھا ما لم تعمل به (ای ما دام لم یتعلق به العمل ان کان فعلیا) او تتکلم (ان کان قولیا) متفق علیه وعنه قال جاء ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فسألوه انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم احدنا ان نتکلم به قال او قد وجدتموه قالوا نعم قال ذلک صریح الایمان۔ رواہ مسلم

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم جاءہ رجل فقال انی احدث نفسی بالشئ لان اکون حممة احب الی من ان اتکلم به قال الحمد للہ الذی ردّ امرہ الی الوسة۔ رواہ ابوداؤد۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغه فلیستعذ باللہ ولینته متفق علیه۔ وعنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (فی مثل ھذا) فمن وجد من ذلک شیئا فلیقل آمنت باللہ ورسله متفق علیه۔ وعنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (فی مثل ھذا) فاذا قالوا ذلک فقولوا اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوًا احد ثم لیتفل عن یسارہ ثلثًا ولیستعذ باللہ من الشیطان الرجیم رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ باب الوسوسة)

قال النووی فقوله صلی اللہ علیه وسلم ذلک صریح الایمان معناہ استعظامکم [illegible] به ھو صریح الایمان فان استعظام ھذا وشدۃ الخوف منه ومن النطق به [illegible] اعتقادہ انما یکون ممن استکمل الایمان ایمانا محققا وانتفت عنه [illegible] الی قوله وقیل معناہ ان الشیطان انما یوسوس لمن [illegible] لعجزہ عن اغوائه واما الکافر فان یاتیه من حیث [illegible] یتلاعب به کیف اراد فعلی ھذا [illegible] محض الایمان او الوسوسة علامة محض الایمان وھذا القول اختیار القاضی عیاض۔ واما قوله صلی اللہ علیه وسلم فمن وجد ذلک فلیقل آمنت باللہ وفی الروایة الاخری فلیستعذ باللہ ولینته فمعناہ الاعراض عن ھذا الخاطر الباطل [illegible]

ظاہر الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم امرھم ان یدفعوا الخواطر بالاعراض عنہا والرد لھا من غیر استدلال ولا نظر فی ابطالھا الی قولہ لما کان امرا طاریا بغیر اصل رفع بغیر نظر فی دلیل اذ لا اصل لہ ینظر فیہ وقال فی معناہ اذا عرض لہ ھذا الوسواس فلیلجأ الی اللہ تعالیٰ فی دفع شرہ عنہ ولیعرض عن الفکر فی ذلک ولیعلم ان ھذا الخاطر من وسوسۃ الشیطان وھو انما یسعیٰ بالفساد والاغواء فلیعرض عن الاصغاء الی وسوستہ ولیبادر الی قطعھا بالاشتغال بغیرھا۔

اشعار اہل استبصار

از حضرت عارف رومی رح

(۱) رنج را خست شد چو مطلب شد بزرگ — گردِ گلہ تو تیائے چشم گرگ

(۲) بس زبونِ وسوسہ باشی ولا — گر طرب را باز دانی از بلا

(۳) گر مرادت را ند اقِ شکر است — بے مرادی نے مرادِ دلبر است

(۴) ناخوشِ او خوش بود بر جانِ من — دل فدائے یارِ دل رنجانِ من

(۵) عاشقم بر لطف بر قہرش بجد — اے عجب من عاشقم بر ہر دو ضد

---

(۶) غم چو بینی زود استغفار کن — غم بہ امرِ خالق آمد کار کن

(۷) در بلیّاتِ جہاں صبّار باش — گاہ نعمت شاکرِ جبّار باش

(۸) صُنعِ حق را بین و مکرِ خود بہل — اے صُنعش مکرِ مکّاراں خجل

(۹) چونکہ کثرت شد فنائے صنعِ رب — بر گشائی یک کمینے بو العجب

(۱۰) کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا — تا ابد اندر عروج و ارتقا

(۱۱) از برائے ایں کمیں سعیٔ بکن — تا بری بوئے ز علمِ من لدُن

(۱۲) چونکہ بر میخت بہ بند و بستہ باش — چوں کشاید جا یک و جبتہ باش

(۱۳) کوئے نومیدی مرو کامید ہاست — سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

از حضرت عارف شیرازی رح

دعا

اے بادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی (۱۴) دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی
اے دردِ تو ام درماں بر بستر ناکامی (۱۵) وے یادِ تو ام مونس در گوشۂ تنہائی
در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم (۱۶) لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ (۱۷) تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی

ایضاً

جز آستانِ تو ام در جہانِ پناہ نیست (۱۸) سر مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

ایضاً

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بہ لب آمد (۱۹) وقت است کہ ہمچوں مہ تاباں بدر آئی
جاں میدہم از حسرتِ دیدارِ تو چوں صبح (۲۰) باشد کہ چو خورشیدِ درخشاں بدر آئی
بر خاکِ درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوئے (۲۱) باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی

برائے تسلی (غزل)

یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور (۲۲) کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن (۲۳) ویں سرِ شوریدہ باز آید بہ سامان غم مخور
دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت (۲۴) دائما یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور
ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب (۲۵) باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور
ہر کہ سرگرداں بعالم گشت غمخوارے نیافت (۲۶) آخر الامر او بہ غمخوارے رسد ہاں غم مخور
در بیاباں گر بہ شوقِ کعبہ خواہی زد قدم (۲۷) سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید (۲۸) ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور
ایدل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند (۲۹) چوں ترا نوح است کشتیباں [illegible]
گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن (۳۰) چترِ گل [illegible]
حافظا در کنجِ قعر و خلوتِ شبہائے تار (۳۱) تا [illegible] قرآں غم مخور

دیگر

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند
چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بدست کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند

ابیات

Marfat.com

اے دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت (۳۴) از شام صبح گردد و از شب سحر شود
حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسف مصری (۳۵) باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی
از غم ورد مکن نالہ و فریاد کہ دوش (۳۶) زدہ ام فالے و فریاد رسے می آید
صبر کن حافظ بہ تلخی روز و شب (۳۷) عاقبت روزے بیابی کام را
در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست (۳۸) بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
روزے برسی بہ وصل حافظ (۳۹) گر طاقتِ انتظار داری

نصیحت (غزل)

عاشقاں را بر سرِ خود حکم نیست (۴۰) ہر چہ فرمانِ تو باشد آں کنند
خوش برآ از غصّہ ایدل کاہل راز (۴۱) عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند

دیگر

میاں عاشق و معشوق فرق بسیار است (۴۲) چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد (۴۳) گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید

دیگر

از خشت اہل جہل بکیواں رسیدہ اند (۴۴) جز آہ اہلِ فضل بکیواں نمی رسد
حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی (۴۵) ہر کس کہ جاں نداد بہ جاناں نمی رسد

دیگر

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش (۴۶) بر جفاے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ایدل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال (۴۷) مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
نازہا زیں نرگسِ مستانہ می باید کشید (۴۸) ایں دلِ شوریدہ گو آں لفِ کاکل بایدش
با چنیں زلف و رخے بادش تفرج بازی حرام (۴۹) ہر کہ روئے یاسمین و جعدِ سنبل بایدش
تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست (۵۰) راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

دیگر

روزے اگر غمے رسدت تنگدل مباش (۵۱) رو شکر کن مباد کہ از بد بتر شود
گویند سنگ لعل شود در مقام صبر (۵۲) آرے شود و لیک بخوں جگر شود

Marfat.com

خواہم شدن بمیکدہ گریاں و دادخواہ (۵۳) کز دستِ غم خلاصِ دل آنجا مگر شود

ابیات

عاشق مخور غم گر وصل خواہی (۵۴) خوں بایدت خورد در گاہ و بیگاہ

جام مئے و خون دل ہر یک بہ کسے دادند (۵۵) در دائرۂ قسمت اوضاع چنیں باشد

از خلاف آمد عادت بطلب کام کہ من (۵۶) کسب جمعیت از آں زلفِ پریشاں کردم

تو بندۂ گلہ از بادشہ مکن اے دل (۵۷) کہ شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

بہ دُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش (۵۸) کہ آنچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح در کس (۵۹) کہ زنگِ غم ز دولت جز مئے مغاں نبرد

بہ وردِ عشق بساز و خموش شو حافظ (۶۰) رموزِ عشق مکن فاش پیش اہل عقول

حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج (۶۱) فکرِ معقول بہ فرما گلِ بے خار کجا است

بر آستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ (۶۲) کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد

صحبتِ عافیتت گرچہ خوش افتاد ایدل (۶۳) جانبِ عشق عزیز است فرو مگذارش

بہ پائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ (۶۴) بدستِ ہجر نہ دادے کسے عنانِ فراق

طبیبِ عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون (۶۵) فراغت آرد و اندیشۂ بلا ببرد

جز بآبِ آتشیں یعنی شراب (۶۶) حل نمی گیرد مرا ایں مشکلات

ہمت افزائی (غزل)

روزگاریست کہ سودائے کسی دین من است (۶۷) غم ایں کار نشاط دلِ غمگین من است

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہ کیست (۶۸) کہ مغیلان طریقش گل نسرین

ابیات

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر (۶۹) [illegible] جاہ من است

عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی (۷۰) کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائے دارد

ناز پروردۂ تنعم نبرد راہ بدوست (۷۱) عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

خام را طاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست (۷۲) نازکاں را نرسد شیوۂ جاں افشانی

عشق بازی کارِ بازی نیست ایدل سر بباز (۷۳) زانکہ کوئے عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس
میل من سوئے وصال و قصد او سوئے فراق (۷۴) ترک کامِ خود گرفتم تا برآید کام دوست
بادلِ خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام (۷۵) نے گرت زخمے رسد آئی چو نے اندر خروش
فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب (۷۶) کہ حیف باشد از دو غیر او تمنائے
فراز و شیبِ بیابانِ عشق دام بلاست (۷۷) کجاست شیروے کز بلا نہ پرہیزد
گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند (۷۸) عارف بآب تر نکند رختِ بخت خویش
زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت (۷۹) کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد
حافظا شاید اگر در طلبِ گوہر وصل (۸۰) دیدہ دریا کنم از اشک و رو غوطہ خورم

از حضرت شیخ شیرازی

طلبگار باید صبور و تحمل (۸۱) کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
اگر مردِ عشقی گم خویش گیر (۸۲) وگر نہ رہِ عافیت پیش گیر
مترس از محبت کہ خاکت کند (۸۳) کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند
خوشا وقت شوریدگانِ غمش (۸۴) اگر ریش نبود و گر مرہمش
دمادم شراب الم در کشند (۸۵) وگر تلخ بینند دم در کشند
اسیرش نخواہد رہائی ز بند (۸۶) شکارش نجوید خلاص از کمند
صبوری ترا کامگاری دہد (۸۷) ز رنج و بلا رستگاری دہد

از حضرت عطارؒ

گر ہمی داری فرح را انتظار (۸۸) در بلا جز صبر نبود ہیچ کار

(از نواب مصطفیٰ خان صاحب شیفتہ متخلص بہ حسرتی در فارسی)

ابیات

خواہی کہ دمے چند بہ آرام بر آری (۸۹) خونیں جگر و خستہ دل و سوختہ جاں باش
اے عندلیب جائے تو در خاطرِ گل است (۹۰) گو برق سوز و باد ببر آشیانہ را
ریزندگانِ وصل بہ دامانِ محبت (۹۱) بیگانہ بہ شب در کش و صد خندہ سحر کن
حسرتی دل شاہد عدل است ہماں محزوں مباش بیت عشرت باز ایں بیت الحزن خواہد شدن

منتظر باش و مکن شکوہ و از دیر مرنج (۹۳) وعدہ وصل منہ ادار تقاضا نبود

متفرقات

قطعہ

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن (۹۴) دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن
سوئے زلفش نظرے کردن و رویش دیدن (۹۵) گاہ شاداں شدن و گاہ پریشاں بودن

غزل

بہ تیغ ادائے تو سر می فروشم (۹۶) بہ نوک مژانت جگر می فروشم
اسیری ز پرواز گلزار بہتر (۹۷) بکنج قفس بال و پر می فروشم

ابیات

زندہ کنی عطائے تو ورکشی فدائے تو (۹۸) دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو
اگرچہ دور افتادم باز امید خورسندم (۹۹) کہ شاید دست من بار دگر دامان من گیرد
گاہ شادی گاہ غمگینی وے (۱۰۰) می ندانی شادی و غم از کجا

نوٹ: یہ سو اشعار میں اس عدد کی مناسبت بیان حکمت والتفات و معیت کے
آخر میں جو اشعار درج کئے گئے ہیں ان کے ختم پر جو نوٹ ہے اس میں لفظ [illegible]
بعون اللہ تعالیٰ و لفضلہ معانیہ قبض و ہیبت و وجد و سوختگی جو اس کا آخری [illegible]
اور حمد اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہی کرامت ہائے [illegible] بھی بہ الغیب فی الغیب
متعلق تقریباً سب مضامین ضروریہ بعون اللہ تعالیٰ [illegible]

اب اس رسالۃ الغیب فی الغیب میں [illegible] مسائل و معارف کے متعلق مہمات مسائل تصوفیہ
و علمیہ متعلقہ حالات قبض و ہیبت کا [illegible] بہ تیسیر الغیب فی الغیب بفضل اللہ تعالیٰ [illegible]
ضروری انتباہ بغرض رفع اشتباہ شروع ہے اللہ تعالیٰ ہر رفع الاشتباہ ہدایہ ناظرین کرے، اور ہم معذرت
بطول پیش کرنے شکرانہ اختتام [illegible] سلسلہ کے نام پر اس عجالہ فوائد اللہ تعالیٰ سے [illegible]

Marfat.com

طیب الطیبہ لشیب الہیبہ
ملقب بہ اربعین للمجروحین

یعنی
خلاصۂ مہمات مسائل علمیہ و عملیہ متعلقہ حالت قبض و ہیبت
ملتقط از رسالۂ الغیبہ فی الہیبہ بحذف واقعات و دلائل

(اس خلاصہ میں بلا لحاظ ترتیب رسالہ کی اصل عبارات جابجا سے نقل کی گئی ہیں بجز چند الفاظ زائدہ کے جو کہیں کہیں ربط ظاہر کرنے کے لئے بڑھائے گئے ہیں لیکن امتیاز کے لئے ان الفاظ کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے ۱۲)

(۱) اکثر احوال میں نزول بلا عادۃ لوازم سلوک سے ہے۔

(۲) - اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض و بسط یا خوف و رجاء یا ہیبت و انس یا عروج و نزول کم و بیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے۔

(۳) **تدابیر انسداد اشتداد خطرات** اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کیلئے مقویات و مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ اسباب قویہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعۂ حزن کا جس کی تدبیر اختیار سے خارج ہو (مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا دوسرے کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار و نتائج قبیحہ یا محتملہ کا ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض و فکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعۂ حزن سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں ہے لیکن اسکا بار بار یاد کرنا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے اور جس طرح اسکا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اسکا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ شاہد بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جاوے اور واقعۂ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اسکی

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت دافعۂ غم گھٹ جاتی ہے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعۂ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے۔ اس کی تائید نص سے ہوتی ہے۔ (دونوں جزوں کی نصوص تائید یہ اصل میں مذکور ہیں) اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہونچے اس کیلئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے موثر ہونے کے لئے ضروری ہو اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے۔ زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم و تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں لیکن ان مشاغل مباحہ میں تعلقات حبی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی و تفریحی کافی ہیں مثلاً انتظامات معاش سیر و تفریح۔ مطالعہ تواریخ وغیرہ۔

تیسرے خطرات کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا۔

(۴) ارشادات حضرت حاجی صاحب (الف) جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ (ب) یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر [illegible] نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح [illegible] رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے۔ کیا خدا کی صنعت ہے [illegible] صاحب کے)

(۵) تدبیر فرمودہ حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی (یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لئے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی [illegible]

ہوا نظر آتا ہے (ختم ہوا ارشاد حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی رحمہ اللہ)

(۶) کاملین پر بھی کبھی غلبۂ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔

(۷) صاحب مقام پر جو غلبۂ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا۔ خلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہو جاتا ہے گو اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اسوقت مرفوع القلم ہوتا ہے

(۸) صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہیں برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیات نفسانی ہوتی ہیں جن میں ثقل ہوتا ہے۔

(۹) مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

(۱۰) وسادس بعض اقسام قبض میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں (الف) اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں (ب) ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل و حال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں (ج) اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کر لیگا اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف اللطیع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے (د) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آوے تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر وقت بھی ایسا ہوا پریشان تو حضتعالی پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان و محبت حق میں جان دیگا (ہ) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے (و) ہر وقت اپنے اوپر اللہ تعالے کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ (ز) اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی وغیر ذلک مما لا یحصی

(۱۱) (قبض کے) اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔

(۱۲) محققین نے اسکو یعنی قبض کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

(۱۳) جس شوق و ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے (لوٹ) یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲

(۱۴) کلیہ سمجھ لیجئے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیئے آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں

Marfat.com

یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جاویگا اب تقلیداً مان لیجئے۔ (نوٹ) یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲۔

(۱۵) بیری (یعنی حضرت والا کی ۱۲) تماثل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے (یعنی حالت قبض کے) طاری ہونیکی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اسقدر ہیں کہ احصار میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فنا تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔

(۱۶) عین قبض کے وقت گو (اس کے) منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جسقدر ہو سکے کر لیا کیجئے اگرچہ کسی قدر تکلف ہی کرنا پڑے اور اگر یہ امر میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں جبتک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار دو بار اطلاع دیتے رہیے۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونیکی یہ سب رستہ ہی کی گھاٹیاں ہیں (نوٹ) یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲۔

(۱۷) یہ تغیرات (یعنی تغیرات احوال) طبعی ونفسانی ہیں نہ کہ روحانی وقلبی سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں عبدیت کی حقیقت کا اسمیں مشاہدہ ہوتا ہے فنا و تہیدستی راہ کا تعین ہو جاتی ہے انتظاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

(۱۸) اس حالت میں (یعنی حالت قبض وغیبت میں) سالک یہ دیکھکر پریشان ہوتا ہے کہ میرے سب راستے بند کر دیے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ [illegible] سے مایوس ہو کر میری ہی طرف رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے کچھ ہو سکنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سالکوں کو اس لئے بھی [illegible] مبتلا کرتے ہیں کہ وہ مہلکات باطنی عجب وکبر سے محفوظ رہے اور اگر اس کے ساتھ [illegible] نور وصال نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہو جاتا۔

(۱۹) مطالعہ کتب ذیل معنفہ خود ...

رسالہ غائمہ باغیرہ ورسالہ الانابہ الی اللہ مصنفہ و [illegible] اخیر میں ملحق ہو کر شائع ہوا ہے۔ وتبویب ترجمہ السلوک باب ششم

(۲۰) خطرہ دل حقیقت بلا اقتباس نفس وقلبی ہر کسی پر ہی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

(۲۱) مسبت ورد حزب مبارک اور رفیع حالات میں [illegible]

Marfat.com

سنت کا مقتضا یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم و قدرت کام دے اعتدال و تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے
ہیبت کے ساتھ انس اور حزن و سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فناء کے ساتھ بقاء اور نیستی
کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے۔

(۲۲) اگر آپ کو آثار ہیبت و سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست
کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالےٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح
پر تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہیگی اگر اولیت نہ ہوگی تو
جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔ بس یہ سمجھکر اللھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہیئے (نوٹ۔ یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۳) قبض کے غلبہ کے وقت اکسیر ہدایت ترجمۂ کیمیائے سعادت میں یا ثلاثین ترجمۂ اربعین میں کتاب
الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیئے

(۲۴) مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت۔ رہا غلبہ جوش و خروش) اور شوق یہ
حالت عارضہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی
ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں اپنے کام میں سہولت اور راحت سے
رہیئے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونیکا احتمال ہے (یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۵) نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے (اپنی) صحت کی خبر نہیں۔ سو یہ بھی کوئی ضرر
کی بات نہیں (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۶) اس کے اسباب (یعنی قبض کے) مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف اگر آپ سے کوئی معصیت
نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام
لیجئے اور استغفار کیجئے اور میرے مواعظ (یعنی حضرت والا کے ۱۲) و تربیتہ السالک دیکھئے کہ رحمت حق
متوجہ ہو۔ (یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

(۲۷) جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ
تجویز کریں بس خدا کے سپرد کرکے خاموش رہیں۔

(۲۸) وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوجاتا
ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اسپر خوش ہو اس سے قلب کو قوت
ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہوجاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ
نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔ گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو

بہرحال غالب رکھنا چاہیئے تاکہ وہ حزن طبعی مضمحل ہوجائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

(۲۹) اس کا (یعنی تخیلات فاسدہ کا) تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہوجانا اور متوجہ رہنا چاہیئے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہوسکتے بس اشتباہ رفع ہوگیا اور بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہوجاوے تو جب متنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استغفار سے کام لیا جاوے یہ طریق عمل اسقدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اسکو دستور العمل بنا کر بےفکر ہوجانا چاہیئے

(۳۰) سالک کو خطرات منکرہ کی بنا پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا اس کا (یعنی سالک کا) کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اس کو اجر ملیگا۔

(۳۱) غالب عادۃ الٰہیہ یہی ہے کہ بعد وصول تام خطرات فنا ہوجاتے ہیں اور اگر مقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

(۳۲) قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے برے سبھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں برے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔

(۳۳) خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور عکس انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور خیالی چیز ہے اس کچھ بھی نہیں۔

(۳۴) شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے

(۳۵) حضرت والا سالک کے لئے اس مراقبہ کا (اللہ تعالیٰ کو نور [illegible] فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت [illegible] تعلق محبت سے قابل نہ بھی ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بھی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے

(۳۶) خطرات مومنین و مقبولین ہی کو نہیں آتے ہیں کافرین و مردودین کو بھی نہیں آتے۔

(۳۷) خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے [illegible] تعلق نہ ہونے دیا جائے

نہ حد وثانہ بقائد نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دیجائے اور بجائے معصوم ہونیکے خطرات کو علامت
ایمان سمجھ کر (جیسا نمبر ۳۶ سے ظاہر ہے) اسپر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمداللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں
اور دستور العمل مرقومہ نمبر ۲۹ کو معمول بناکر بیفکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر وطاعۃ اور ضروریات
دینیہ ودنیویہ میں بلا لحاظ وبےپروائی وعدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ (جیسا نمبر ۳ میں تجویز کیا گیا ہے ۱۲) امور مباح
کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

(۳۸) کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے کبھی عوارض طبیہ کبھی رذائل نفسانیہ
کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حقتعالےٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان
اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے
تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے۔ لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج
یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نکرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں۔

(۳۹) وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح
ہوں چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اسکی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں (بس، ڈرائیور کا صاحب
نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

(۴۰) ان سب مذکورہ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ سمجھکر اور دفع خطرات کی نیت
سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھکر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا
بھی انتظار نہ کیا جائے بلکہ بجائے انتظار اندفاع خطرات کے اپنی طرف سے اسپر بالکل آمادہ رہا جائے
کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں۔ جو کام ہمکو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں اس
سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالےٰ
حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بنا پر تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور
کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں کسیکو مجال چوں وچراں نہیں اور حکیم ہونے
کی بنا پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھکر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں
سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں اھ

نتیجۃ الخلاصہ

نوٹ

اس مختصر مگر جامع مانع خلاصہ کو اصل رسالہ یعنی الغنیمہ فی المہیبہ کا عطر کہنا زیبا ہے اس کی خاصیت و خصوصیت اور نافعیت و اہمیت کی بناء پر حضرت صاحب سوانح ہذا نے اسکا ایک نہایت لطیف نام بھی تجویز فرما دیا ہے جو زیب عنوان ہے یعنی "طیب الطیبہ لشیب المہیبہ" وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا ہر مسئلہ تعلیمات نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیہ ہی سے مستفاد ہے جنکی تدوین زیادہ تر مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور مجموعہ ہذا سالکین محزونین کے لئے جن کو حالت قبض و ہیبت نے سخت مضمحل اور غم کے گویا بوڑھا کر رکھا ہو مثل خوشبو کے فرحت بخش اور نشاط انگیز ہے۔ نیز چونکہ اس کے اجزاء کو اتفاق سے چالیس ہے اور یہ گویا اہل ابتلاء کے مجروح قلوب کے لئے ایک مرہم ہے جو مرکب ہے چالیس اجزاء سے لہذا اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی تجویز فرما دیا ہے یعنی "الاربعین لمجروحین" چنانچہ یہ لقب بھی زیب عنوان کر دیا گیا ہے۔ حسب ارشاد حضرت والا اس خلاصہ کو تیار کرنے میں اختصار کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ مبتدی پریشانی سہولت سے مطالعہ کر سکے اور زیادہ رکھکر منتفع ہو سکے اور کثرت مضامین سے خلجان میں نہ پڑ جائے۔

حضرت والا نے اس مجموعہ کی غایت نافعیت کی بناء پر اس کی تعجیل اشاعت کا بھی ایماء فرمایا کیونکہ سوانح ہذا کی تکمیل و اشاعت میں تو ابھی کچھ دیر تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و نافع اور ہر طرح اسم با مسمّٰی فرمائے یعنی سالکین محزونین و مجروحین کے لئے مفرح قلب ہو اور مرہم زخم دل بنے۔ بجرمۃ سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ و اتباعہ اجمعین۔

* * * * * * * * * *

Marfat.com

الانتباہ لرفع الاشتباہ

اس کراسۂ حاضرہ مسمّی بہ "الغیبۃ فی الھیبۃ" میں جتنے مضامین حضرت والا کی تحریرات و تقریرات سے نقل کئے گئے ہیں وہ گو حضرت والا کی مجتہدانہ تحقیقات ہیں جیسا کہ اس فن میں مصلح کے لئے اجتہاد شرط ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت والا اس اجتہاد میں متفرد ہیں بلکہ متقدمین ائمۂ فن کے اجتہادات بھی حضرتِ والا کی ان تحقیقات اجتہادیہ کی تائید میں مصرّح ہیں۔ چنانچہ امام قشیری متوفی ۴۶۵ھ کا کلام تینوں مقاصد یعنی بیانِ واقعات و بیانِ حکمت و بیانِ معالجات کے متعلق بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

لزوم ابتلاء عادۃً واعلم ان فی ھذہ الحالۃ قلّما یخلو المرید فی اوان خلوتہ فی ابتداء ارادتہ من الوساوس۔

حکمت ابتلاء وھذا من الامتحانات الّتی تستقبل المریدین۔

اشتداد و ابتلاء واعلم انہ یکونُ للمریدین علی الخصوص بلایا مِن ھذا الباب وذالک انّھم اذا خلوا فی مواضع ذِکرھِم او کانُوا فی مجالِس سماعٍ او غیر ذٰلک یھجس فی نفوسھم ویَخطُر ببالھم اشیاء منکرۃ یتحققون اَنّ اللہ سُبحانہٗ مُنزّہٌ عن ذٰلک ولیس یعتریھم شُبھۃٌ فی انَّ ذٰلک باطِلٌ ولکن یَرِد ومِن ذٰلک فیَشتدُّ تَأذّیھم بہ حتّٰی یبلغ ذٰلک حدًا یکون اصعب شتم واقبح قول واشنع خاطر بحیث لا یمکن المرید اجراء ذٰلک علی اللسان وابدا ؤہ لاحد وھذا اشد شئ یقع لھم۔

علاج ابتلاء۔ فالواجب عند ھذا ترکُ مبالاتھم بتلک الخواطر واستدامۃ الذکر والابتھال الی اللہ عزّ وجل باستدفاع ذٰلک وتلک الخواطر لیست من وساوس الشیطان وانما ھی من ھواجس النفس فاذا قابلھا العھد بترک المبالاۃ بھا ینقطع ذٰلک عنہ اھ۔ ختم ہوئی عبارت قشیریہ کی گو اختصار و لبط کا تفاوت ہو جس کا مبنیٰ تفاوتِ افہام مخاطبین پر متکلم کی نظر ہے اور خلف کے اجتہاد کا توافق سلف کے اجتہاد کے ساتھ مسلم و لیکن اس کی صحت و مقبولیت کی۔ وللہ الحمد۔

Marfat.com

معذرت

چونکہ "الغیبہ فی الہیبہ" کا موضوع بہت مہتم بالشان تھا اور اُس کے متعلق بہت سے مباحث قابل تحقیق تھے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا اس لئے اضطراراً تطویل ہوگئی اور باوجود کوشش اختصار اختصار نہ ہوسکا حالانکہ حضرت والا ہر موقع پر بار بار سخت تاکید فرماتے رہے بلکہ بہت سے مضامین مفیدہ کو جن کا موضوع اصلی سے بے تکلف تعلق نہ تھا حذف بھی کرا دیا۔ لیکن پھر بھی تطویل ہو ہی گئی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ حضرت حافظ شیرازی رح کا یہ شعر ہو بہو بلکہ برعایت الفاظ یوں کہا جائے کہ مو بمو صادق آرہا تھا ؎

شرح شکن زلف خم اندر خم جاناں کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز است

بہرحال اس سلسلہ میں بفضلہ تعالیٰ بہت سے حقائق و دقائق طریق معرض تحریر میں آگئے۔ الحمد للہ علی ذلک

اس عجالۂ نافعہ کی نافعیت و اہمیت کا اسی امر سے اندازہ فرما لیا جائے کہ اسکے مرتب ہو جانے کے بعد خود حضرت والا نے نہایت مسرت کے ساتھ فرمایا کہ الحمد للہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر مرتب ہوگیا نیز اسکی مستقل اشاعت کی تمنا کا بھی اظہار فرمایا۔ اور واقعی چونکہ یہ عجالہ بحمد اللہ تعالیٰ حالت قبض و ہیبت و ورود خطرات و وساوس کے متعلق تحقیقات نادرہ و نکات دقیقہ نیز معالجات عجیبہ علمیہ و عملیہ سے مملو ہے اور اس موضوع کے سارے پہلوؤں کو حاوی اس لئے اگر یہ مستقلاً بھی شائع ہو جائے تو طالبین سالکین طریق کے لئے جنھیں اکثر ایسے احوال پیش آتے رہتے ہیں اور بالخصوص مبتلایان خطرات و وساوس کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی کارآمد اور حرز جان بنانے کے قابل چیز ہوگی۔

چنانچہ اسکے غایت درجہ نافع ہونے کا خود احقر کو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اتفاق سے اسکے دوران تحریر میں برابر خود احقر پر بھی بوجہ ہجوم خطرات واہیہ شدید کیفیت انقباض [illegible]

حضرت والا نے مصلحت آمیز حسن اتفاق پر محمول فرمایا کیونکہ اس سے [illegible]

گونہ اعانت و سہولت ہوئی پھر حضرت والا کے ارشاد فرمودہ [illegible]

قلم سے معرض تحریر میں لانے اور حسب ضرورت [illegible] کیفیت انقباضیہ بفضلہ تعالیٰ و بحمدہ تقریباً بلکہ فی الحال بالکلیہ زائل بھی ہوگئی اور اس قسم کے حالات کے متعلق ایسے ایسے مفید اور زرین اصول علمی و عملی ذہن نشین ہو گئے کہ ان کو ہمیشہ پیش نظر اور زیر عمل رکھنے سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس درجہ پریشانی کی بھی نوبت بھی نہ آئے گی والامر بید اللہ تعالیٰ [illegible]

Marfat.com

دامت برکاتہم کے ارشاد فرمودہ دو معالجات یعنی مراقبۂ حسن ظن باللہ اور استحضار صحت اعتقاد عقلی نے تو اکسیر کا کام کیا اور یہ دونوں معالجے گویا تریاق ثابت ہوئے فالحمد للہ حمدا کثیرا۔ اللہ تعالیٰ برکت حضرت صاحب سوانح استقامت بخشے اور ہمیشہ راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے آمین ثم آمین۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ فِی الْحَقِّ بَعْدَ الْیَقِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

یہ ازنی نمونہ ہے حضرت والا کے ارشاداتِ حقہ کی نافعیت اور برکت کا اللہ تعالیٰ سایۂ عاطفت کو پیر و مرشد پر بدستور رکھے اور فیوض سلمانوں کے سروں پر مدتِ مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

اسی عجالہ کے دوران تحریر میں الحمد للہ یہ برکت بھی ظاہر ہوئی کہ اس احقر نا کارہ کو حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ کی زیارتِ منامی کا شرف حاصل ہوا جس میں احقر نے بحضور شاہ صاحب عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے دعا فرمائیے کہ ایمان کامل نصیب ہو۔ فرمایا کہ تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے تم تو مولوی اشرف علی کے مرید ہو پھر وساوس کے متعلق فرمایا کہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں اھ۔

اس خواب کی تعبیر ظاہر ہے اس میں ریل کی جو مثال ہے اس کی حضرت والا نے اخیر کے عریضہ پر جس میں یہ خواب پیش کیا گیا تھا خواب کی عبارت کے ختم پر منقولۂ ذیل توضیح تحریر فرمائی "یعنی وساوس سے ایک گونہ ظلمتِ طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں جیسا کہ ڈرائیور کا صاحبِ نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لیمپ پر ہونا۔ انتہی کلامہ بالفاظہ۔ حضرت والا کی یہ توضیح بھی خطرات کے متعلق ایک مستقل تحقیق لطیف ہے اور فی الحال قابلِ استحضار فقط

Marfat.com

شکرِ نعمتِ اختتام

و

دُعائے رحمتِ ربّ الانام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ محض اُس کے فضل و کرم سے حضرت والا کی خاص الخاص حالتِ باطنیۂ رفیعہ یعنی غلبۂ ہیبت کا مفصّل بیان ببرکتِ دعوات و توجہات و اصلاحات و ہدایاتِ حضرتِ والا اس نااہل و نابلد کے ہاتھوں بہمہ وجوہ سرانجام پاکر اختتام کو پہونچا اور اس کے ساتھ ہی باب شرفِ بیعت و استفاضۂ باطنی بھی بفضلہ تعالیٰ ختم ہوگیا۔ اور خلافِ توقع بحسن و خوبی ختم ہوا یہانتک کہ خود صاحبِ واقعات مندرجۂ باب ہذا یعنی حضرتِ والا نے بعد ملاحظہ بغایت شفقت و تحسین اس نااہل و ناکارہ کو مخاطب فرماکر فرمایا کہ آپ نے تو ماشاء اللہ ان حالات کو اس طرح لکھا ہے جیسے آپ ہر موقع پر میرے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ وما توفیقی الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس ناکارہ و آوارہ کو بھی اچھے ٹھکانے لگائے اور انجام بخیر فرمائے۔ نیز اسکے لکھنے میں جو ظاہری و باطنی فروگذاشتیں اس احقر سے ہوئی ہیں اُن کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرماکر اس کو شرفِ قبولیت بخشے اور طالبین و سالکین کے لئے موجب خیرات و برکات اور اس بداعمال و بداحوال کے لئے کفّارۂ سیّئات و ذریعۂ نجات فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

تمّت الرسالۃ المسمّاۃ بالغیبۃ فی الھیبۃ" مع باب البیعۃ والاستفاضۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

الحاق متضمّن طریقۂ اشاعۂ مستقلۂ "الغیبۃ فی ا[illegible]

اگر اس عجالۂ نافعہ مسمّٰی بہ الغیبۃ فی الھیبۃ کی نافعیت خاص [illegible] "معذرت" ابھی کیا جاچکا ہے کوئی صاحب خیر اس کو [illegible] ہے لیکن مستقلاً شائع کرنا چاہیں تو اُن کی سہولت کے لئے اسکی ابتداء اور انتہاء نیز پیشانی کی عبارت اور ہیئت عرض کیجاتی ہے۔

ابتداء کتاب اشرف السوانح میں جس مقام پر عنوان "الغیبۃ فی الھیبۃ" شروع ہوا ہے اُس سے ذرا قبل ایک سرخی ہے جسکی یہ عبارت ہے "تمہید مضمون قبض و ہیبت معنون بہ "الغیبۃ فی الھیبۃ"

اس سرخی کے بعد کی عبارت جو اس طرح شروع ہوتی ہے "غرض بعد ترکِ تعلق مدرسی الخ" بس وہی عبارت ابتداء ہے۔

انتہاء۔ رسالہ کے ختم پر ایک عربی عبارت ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے "بنعمتہ تتم الصالحات" بس وہی انتہاء ہے لیکن اس عربی عبارت میں سے صرف یہ الفاظ نہ لکھے جائیں "مع باب البیعۃ والاستفاضۃ"

پیشانی اور اُسکی ہیئت۔ جس مضمون کی ابتداء اور انتہاء ابھی عرض کی گئی ہے اُس کے اوپر بہ ہیئتِ ذیل یہ پیشانی لکھ دی جائے۔

رسالہ الغیبۃ فی الہیبۃ

(ملتقط از اشرف السوانح یعنی سوانح عمری حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ اشرف العلماء افضل الفضلاء قطب الاقطاب شیخ المشائخ واقف اسرار خفی وجلی حافظ قاری حاجی مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی امدادی مدت فیوضہم العالی)

حَامِدًا وَمُصَلِّیًا

تمہید رسالہ

(اس تمہید کے قبل اشرف السوانح میں حضرت صاحبِ سوانح کی خلوت گزینی اور اُنس مع اللہ کے حالاتِ مبارکہ کا سلسلہ اوپر سے چلا آرہا ہے۔ عبارت مابعد اسی سے مرتبط ہے)

غرض بعد ترکِ تعلقِ مدرسی (یہاں سے ختم رسالہ تک جس کا پتہ اشرف السوانح کی سُرخی "الحاق متضمن طریقۂ اشاعۃ الخ کے تحت میں بہ عنوان انتہاء بتلایا گیا ہے نقل کرتے چلے جائیں ۱۲)

اطلاع مُفید

الحمد للہ "اشرف السوانح کے حصۂ اوّل" کے مطالعہ سے تو ناظرین کرام اچھی طرح مستفیض و محظوظ ہو چکے اب انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حصۂ دوم بھی عنقریب شائع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اُسکے اندر جو مضامین ہوں گے اُنکی فہرست اور اُسکے متعلق ضروری اطلاع اس حصۂ اول کے شروع ہی میں فہرست مضامین کے ختم پر ملاحظہ سے گذر چکی ہے مکرّر ملاحظہ فرمالیا جائے اور دعا کیجائے کہ اللہ تعالیٰ "حصۂ دوم" کی بھی مع الخیر جلد تکمیل و اشاعت فرمادے ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ فقط

احقر مؤلف

Marfat.com